وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

علامہ بدر الدین عینیؒ

اور

علم حدیث میں ان کا نقش دوام

عربی تالیف

شیخ صالح یوسف معتوق

ترجمہ وتلخیص

مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی
رئیس جامعہ فلاح دارین ترکیسر گجرات

ناشر

مکتبہ سعیدیہ ترکیسر ضلع سورت گجرات

کتاب کے سلسلہ میں معلومات

نام کتاب — علامہ بدرالدین عینی اور علم حدیث میں ان کا نقش دوام

مؤلف — شیخ صالح یوسف معتوق

مترجم — جناب مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رئیس دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات

ناشر — مکتبہ سعدیہ ترکیسر گجرات۔

کتابت — مولوی محمد اسرائیل قاسمی دیوبند

مطبع — جے، آر، پرنٹرس آفسیٹ دہلی

قیمت — ۲۵/-

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ حجاز دیوبند

(۲) عظیم بکڈپو دیوبند

(۳) کتب خانہ عزیزیہ اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

(۴) مکتبہ سعدیہ ترکیسر ضلع سورت (گجرات)

فہرست مضامین

عرض مترجم

اللہ جل شانہ کا شکر ہے کہ پچھلے کئی سالوں سے عرب ممالک خصوصاً مصر، سعودی عرب کویت، عراق سے بہت سی مفید اور اہم علمی کتابیں شائع ہو رہی ہیں، اگرچہ ہمارے ملک میں ان کتابوں کا حصول دشوار ہے، البتہ مدارس عربیہ کے کتب خانوں میں آہستہ آہستہ یہ علمی خزانہ جمع ہو رہا ہے۔

پچھلے سال دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت، کے کتب خانہ میں جو نئی کتابیں شامل ہوئیں ان میں ایک کتاب "بدرالدین عینی واثرہ فی علم الحدیث" بھی تھی، یہ کتاب ایک عرب عالم شیخ صالح یوسف معتوق کا ایم اے کا مقالہ تھا جس کو نظرثانی کے بعد جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ نے شائع کیا ہے۔

ناچیز کو جب اس کتاب کے مطالعہ کا موقع ملا تو اندازہ ہوا کہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ کے حالات اور ان کی تصنیفات کے سلسلہ میں قیمتی معلومات سے بھرپور ہے۔

علامہ عینیؒ کے بارے میں اتنی تفصیلات اس سے پہلے نظر سے نہیں گذری تھیں، نیز اس کتاب میں آٹھویں اور نویں صدی کی علمی سرگرمیوں اور ان دونوں صدیوں کے علماء اور علمی مدارس کے بارے میں بھی اختصار کے ساتھ کافی مواد جمع کر دیا گیا ہے۔

اس لئے جی چاہا کہ ہمارے مدارس عربیہ کے طلباء و دیگر علم دوست حضرات کو بھی اس

کتاب کے قیمتی مضامین سے واقفیت کا موقع ملے، چنانچہ باوجود اپنی بے بضاعتی اور کم علمی کے اس کے ترجمہ اور تلخیص کا ارادہ کرلیا۔

ترجمہ میں کتاب کے اکثر مباحث کو شامل کرنے کی سعی کی گئی ہے، بعض پیراگراف یا بعض صفحات کو چھوڑ بھی دیا گیا ہے مگر اس سے اصل مقصود پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہمارے طلبۂ عزیز اگر اس قسم کی کتابوں کا مطالعہ کریں گے تو ان کو اسلاف کی صدہا کتابوں سے واقفیت ہوگی، کیونکہ آج کل یہ شکایت عام ہے کہ ہمارے طلبہ اکابرین کی اہم تالیفات کے ناموں سے بھی واقف نہیں ہیں۔

تحقیقی ذوق رکھنے والوں کے لئے اس کتاب میں علامہ بدرالدین عینیؒ کی تالیفات کا تعارف اور یہ کہ وہ مطبوعہ ہے یا قلمی اگر قلمی ہے تو کس کس کتب خانہ میں اس کا نسخہ موجود ہے وغیرہ تفصیلات بڑی مفید اور قابلِ قدر چیز ہے۔

برصغیر میں ایسے کافی کتب خانے موجود ہیں جن میں قلمی کتابوں کا بڑا ذخیرہ ملتا ہے اصحاب تحقیق سے گذارش ہے کہ اس رسالہ میں موجود علامہ عینی کی تصنیفات پر نظر ڈال کر اگر کوئی مزید معلومات کا اضافہ فرما سکتے ہوں تو ضرور مطلع فرمائیں، ہم ان کے مفید مشوروں اور علمی تعاون کے ممنون ہوں گے۔

عبداللہ غفرلہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

۲۴ اکتوبر ۱۹۸۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ از مؤلف

اِنَّ الحمد للہ، نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستھدیہٖ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرورِ انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلن تجد لہ ولیا مرشداً، والصلوٰۃ والسلام علی الرحمۃ المھداۃ الذی بعثہ اللہ رحمۃ للعالمین وانزل معہٗ الکتاب لیخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید .... امابعد

شریعت مطہرہ کا علم دنیا کی وہ بہترین چیز ہے جس کے حصول میں انسان اپنی پوری عمر صرف کرتا ہے اس علم ہی سے وہ اپنے قلب کو روشن کرتا ہے اور زندگی کو سنوارتا ہے اس پاکیزہ علم میں اخلاص سے لگے رہنے سے اس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی جنت حاصل ہوتی ہے، اور چونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس لئے ان کا یہ فریضہ ہوتا ہے کہ وہ دعوت وتبلیغ کے ذریعہ دنیا میں اس علم الٰہی کو فروغ دیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے صحیح حق دار بن کر جنت حاصل کر سکیں۔

پھر ان علوم شرعیہ کے مصادر میں سب سے اہم مآخذ قرآن کریم اور سنت مطہرہ ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو جس طرح جبرئیل امین سے سنا، اسی طرح بلا کم وکاست امت تک پہنچا دیا، پھر اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمالیا ہے۔

سنت نبویہ چاہے وہ قولی ہو، فعلی ہو یا تقریری قرآن مجید کی مؤید اور اس کی شرح کرنے والی ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں (قرآن کریم وحدیث شریف) کو ایسے مکمل طریقہ اور بہترین اسلوب سے امت تک پہنچایا کہ اب کسی انسان کو اس کی صحت وحقانیت کے بارے میں ادنیٰ شبہ نہیں ہوسکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رض کو واضح وروشن دلائل دے کر رفیق اعلیٰ سے جاملے تو صحابہ کرام مختلف ممالک میں پھیل گئے، وہ جہاں گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو بیان کرتے تھے تو لوگوں کو سنت نبویہ کے جمع کرنے اور اس کی حفاظت کا خیال پیدا ہوا ان احادیث کو جمع کرنے اور سننے کے لئے انھوں نے ہر قسم کی مشقتیں برداشت کرنے کو ہیچ سمجھا اور ہر قیمتی چیز کو قربان کرکے اس کے حصول میں لگ گئے، رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابن عباس رض بیان فرماتے ہیں کہ: جب آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات ہوئی تو میں نوجوان تھا، میں نے ایک نوجوان انصاری سے کہا کہ چلو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے سوالات کرکے علم حاصل کریں، اس لئے کہ ابھی ان کی تعداد کافی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اے ابن عباس مجھے تجھ پر تعجب ہے، کیا تجھے یہ گمان ہے کہ لوگ تیرے پاس مسائل پوچھنے آئیں گے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کثرت سے اس سرزمین پر موجود ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بہرحال جب میں کسی بھی صحابی کے بارے میں سنتا تھا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں ان کے پاس جاتا تھا، کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ قیلولہ فرماتے ہوتے تو میں اپنی چادر ان کی چوکھٹ پر بچھا کر بیٹھ جاتا، ہوا چلتی اور میرے چہرہ وبدن کو غبار آلود کردیتی، یہاں تک کہ وہ صحابی رض باہر تشریف لاتے تو میں عرض کرتا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان فرماتے ہیں میرا جی چاہا کہ میں بھی اس کو سنوں، ابن عباس رض فرماتے ہیں: وہ صحابی فرماتے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی! آپ نے مجھے بلا لیا ہوتا تو میں خود حاضر ہوجاتا، میں

عرض کرتا: میرے لئے یہی زیادہ سزاوار تھا کہ سماع حدیث کیلئے میں خود ہی حاضر ہو جاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے انتقال کے بعد جب اس نوجوان نے دیکھا کہ لوگوں کا رجوع میری طرف ہو رہا ہے، تو وہ کہتا تھا کہ واقعی آپ مجھ سے زیادہ عقلمند تھے۔[1]

پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں طلب حدیث کے لئے سفر بہت کثرت سے ہونے لگے چنانچہ اس موضوع پر خطیب بغدادی نے مستقل ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "الرحلۃ فی طلب الحدیث" ہے۔

ابتدا میں تو صرف احادیث سننے اور اسکو حفظ کر لینے کا رواج تھا لکھنے کا رواج کم تھا مگر کچھ مدت گذرنے کے بعد جمع و تدوین کا کام زیادہ ہونے لگا، چنانچہ صحاح، مسانید و دیگر کتب سنن و آثار اور پھر مستدرکات و مستخرجات وغیرہ مدون ہونے لگے، بلاشبہ یہ توفیق الٰہی کا کرشمہ ہے اگر اللہ تعالیٰ کی مدد اس امت کے علماء کے شامل حال نہ ہوتی تو سنت نبویہ کی حفاظت و صیانت کا یہ عظیم کام کبھی پایہ تکمیل کو نہ پہونچتا۔

پھر ان تمام کتب احادیث میں سے اہم کتاب امیر المؤمنین فی الحدیث ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل (متوفی ۲۵۶ھ) کی تالیف "الجامع الصحیح المسند المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ" ہے۔ اس کتاب کی اہمیت و مقبولیت کے پیش نظر علماء امت کی توجہ اس کی طرف بہت رہی، اس کتاب کی شرح و اختصار، تراجم ابواب، تراجم رجال وغیرہ ہر پہلو پر توجہ دی گئی اور اس پر لکھا گیا۔

استاذ فواد سزگین نے بخاری کی شروحات کی تعداد ۵۲ بیان کی ہے جو دنیا کے مختلف کتب خانوں میں مطبوعہ یا مخطوطہ کی شکل میں موجود ہیں[2] اور ہو سکتا ہے کہ کچھ شروحات کا علم ہم تک نہ پہنچا ہو۔

بخاری شریف کے بعد امام مسلم کی صحیح، پھر سنن ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ

---

[1] جامع بیان العلم لابن عبد البر ص۸۶ [2] تاریخ التراث العربی ص۱۱۷، ۱۹۲، ج۱۔

مشہور ہوئیں مگر جتنی توجہ صحیحین کی طرف اور خصوصاً بخاری شریف کی طرف دی گئی ایسی توجہ کسی دوسری کتاب کی طرف نہ ہو سکی۔

بخاری شریف کی ان کثیر شروحات میں دو بڑے عالموں کی دو عظیم شرحیں زیادہ مشہور ہوئیں اور یقیناً یہ دونوں شرحیں سابق تمام شروحات پر فوقیت حاصل کر چکی ہیں اس لئے علماء و طلباء نے ان دونوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی، ان دونوں میں سے پہلی کتاب حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) کی فتح الباری اور دوسری علامہ بدر الدین عینیؒ (۸۵۵ھ) کی عمدۃ القاری ہے، ان دونوں میں بھی پہلی زیادہ متداول ہے، مجھے ان کتابوں کے مطالعہ کے دوران جن کے مؤلفین نے کتب حدیث کی شروحات اور ان کے مؤلفین کے تراجم و احوال بیان کئے ہیں ایسی کتابیں زیادہ ملیں جن میں حافظ ابن حجرؒ کا اور ان کی قدیم و جدید تالیفات کا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ علامہ سخاوی نے اپنے شیخ کی حیات ہی میں ایک کتاب الجواہر والدرر فی مناقب شیخنا ابن حجرؒ کے نام سے تحریر فرمائی تھی اور عبداللہ[1] بن زین الدین بن احمد بن محمد الدمشقی نے "الجمان[2] والدرر فی ترجمۃ ابن حجرؒ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اسی طرح حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ذکر فرمایا ہے کہ علامہ بلقینی (۸۶۸ھ) نے الفجر والبحر فی ترجمۃ ابن حجر تصنیف کی تھی، ہمارے معاصرین میں دکتور شاکر محمود عبدالمنعم کی کتاب ابن حجر و موارده فی الاصابہ موجود ہے

مگر علامہ عینی کے حالات میں متقدمین یا متاخرین میں سے کسی کی کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گذری، حالانکہ یہ دونوں عالم اپنے دور میں علماء کی صف میں مقام صدارت پر فائز تھے، اس لئے میں نے اس عظیم شخصیت کی سیرۃ کی تلاش و جستجو کا عزم کر لیا،

---

[1] عبداللہ بن زین الدین بن احمد البصروی الشافعی م ۱۱۷۰ھ، معجم المؤلفین ۶/۵۶

[2] یہ دونوں کتابیں مرکز البحث العلمی کے کتب خانہ میں جامعہ ام القری مکہ مکرمہ میں موجود ہیں، قسم المخطوطات کی فہرست میں ہے

اور جب ان کے بارے میں تحقیق شروع کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ شخص (عینی) مختلف صلاحیتوں اور قدرت کی متعدد بخشائشوں کی حامل شخصیت ہے۔ اس تحقیق سے قبل میں اور شاید میرے جیسے اور طلبار بھی یہ سمجھتے تھے کہ عینی فقط محدث ہیں مگر میں نے ان کو علم حدیث میں، فقہ میں، نحو ولغت میں، تاریخ وبلاغت میں امام پایا۔

نیز اس جستجو کے نتیجے میں عمدۃ القاری کے علاوہ حدیث کی شروحات میں ان کی بعض انتہائی اہم کتابوں کا پتہ چلا جس سے ہمارے ذہن بالکل خالی تھے۔ اس تحقیق کے دوران یہ بھی پتہ چلا کہ ان کی شرح بخاری کے سلسلے میں متقدمین اور متأخرین میں مختلف رائیں پائی جاتی ہیں، جب اس کام کے کرنے کا بیڑا اٹھایا تو اندازہ ہوا کہ میرے سامنے مختلف پہلو والا موضوع ہے جو بہت ہی بحث وتحقیق کا محتاج ہے۔ مگر اللہ کے بھروسہ پر میں نے اس کی تکمیل کا ارادہ کر ہی لیا۔ میں نے اس بحث کو ایک مقدمہ، دو باب اور خاتمہ میں تقسیم کیا ہے۔

مقدمہ میں تین مباحث ہیں (۱) موضوع کی اہمیت اور اس کے اختیار کرنے کا سبب (۲) میرا طریقۂ بحث (۳) علامہ عینی کے زمانہ کی علمی سرگرمیاں اور اختصار کے ساتھ اس دور کے سیاسی اور اجتماعی حالات کا تذکرہ۔ اس دور کے علمار اور ان کی تصانیف کا تذکرہ، علمی کارناموں یا علمی سرگرمیوں کے عنوان سے کیا گیا ہے، خصوصاً کتاب وسنت پر ہونے والے اہم کاموں اور تصنیفات پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

پھر **باب اوّل** میں علامہ عینی اور ان کی علمی زندگی کا بیان ہے۔ اس میں بھی چار فصلیں ہیں۔ **فصل اول** میں عینی کا نام ونسب، جائے پیدائش، خاندان، تعلیم وتربیت، علمی اسفار، سرکاری ملازمتیں اور اس دور کے حکام کے ساتھ عینی کے تعلقات کا ذکر ہے، نیز عینی کے اس مدرسہ کا بھی مختصر ذکر ہے جس کو انھوں نے یادگار چھوڑا ہے اور آج تک موجود ہے۔ اس کے بعد عینی کی وفات اور ان کے بارے میں اکابر علمار کی رائیں

ذکر کی گئی ہیں۔

فصل ثانی میں عینی کی تالیفات کا ذکر ہے، اس میں تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم:۔ عینی کی مطبوعہ کتابیں، ان کا سن تالیف، مکان طباعت اور کتاب کا مختصر تعارف۔

دوسری قسم:۔ مخطوطہ کتابیں جن کا دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہونے کا علم ہے۔ اس میں اس مخطوطہ کی عینی کی طرف نسبت کے صحیح ہونے کی شہادت دیگر مصادر کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے، اور توثیق کرنے والوں کے نام وفیات کی ترتیب سے ذکر کر دیئے گئے ہیں اور کتاب کے مختصر تعارف کے ساتھ یہ بھی ذکر کر دیا گیا ہے کہ یہ مخطوطہ کس کتب خانہ میں ہے اور اس کا لکھنے والا کون ہے؟ نسخ کا سن کیا ہے؟ کتب خانہ میں کتاب کا نمبر کیا ہے اور صفحات کی تعداد کیا ہے۔

تیسری قسم:۔ وہ کتابیں جن کی نسبت عینی کی طرف کی گئی ہے مگر دنیا کے کسی کتب خانہ میں اس کا پتہ نہیں چل سکا، البتہ ان لوگوں کے نام ذکر کر دیئے گئے ہیں جنھوں نے اس کتاب کو عینی کی طرف منسوب کیا ہے۔

فصل ثالث:۔ میں علامہ عینی کے اساتذہ کا ذکر ہے اور ان اکابر علماء کا تذکرہ کیا گیا ہے جن سے عینی نے استفادہ کیا ہے اور ان سے متاثر ہوئے ہیں۔

فصل رابع میں (الف) علامہ عینی کے تلامذہ کا تذکرہ ہے، خصوصاً وہ تلامذہ جو عینی کے ساتھ رہے اور ان سے زیادہ استفادہ کیا۔ (ب) عینی کے معاصرین کے ساتھ تعلقات۔

ان دونوں آخری فصلوں میں عینی کے ایسے اساتذہ اور تلامذہ کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے جن کا دیگر سوانح نگاروں نے ذکر نہیں کیا ہے، ہر استاذ و شاگرد کے ذکر کے بعد یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ کس نے اس کی نشاندہی کی ہے، البتہ علامہ زاہد الکوثری نے

بعض تلامذہ کا ذکر کیا ہے، اس کے بارے میں تصریح نہ ملنے پر مجھے عینی کی طرف ان کے تلمذ کی نسبت کرنے میں توقف ہے، اور معاصرین کے ساتھ تعلقات کے بارے میں سبب اختلاف کو بھی بغیر تعصب اور جانب داری کے ذکر کر دیا گیا ہے۔

باب ثانی علم حدیث میں عینی کے نقوش کے تذکرہ کے لئے ہے، اس باب میں دو فصلیں ہیں۔

فصل اول میں علامہ عینی کی فن حدیث میں تالیفات اور ان کا اسلوب نگارش یا منہج بحث ذکر کیا گیا ہے، عینی نے سب سے پہلے ابن تیمیہؒ کی الکلم الطیب کی شرح لکھی ہے اس کے بعد شرح سنن ابی داؤد، شرح معانی الآثار، کبیر اور مختصر اور عمدۃ القاری شرح بخاری تحریر فرمائی ہیں، ان کتابوں میں عینی کے طریقۂ بحث کو مثالوں سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان تمام چیزوں کے بیان کرنے میں نہ تو اکتا دینے والی طوالت ہے اور نہ غیر ضروری اور ناقابل فہم اختصار، البتہ عمدۃ القاری کے سلسلہ میں ذرا طویل کلام کیا گیا ہے، کیونکہ کتاب کی اہمیت کا یہی تقاضہ تھا، اس میں مثالیں بیان کرنے کے ساتھ فتح الباری کے ساتھ اس کا تقابل بھی کیا گیا ہے[1] اور عمدۃ القاری کے فتح الباری سے ماخوذ ہونے کے بارے میں منصفانہ بحث کی گئی ہے۔

فصل ثانی میں ہم نے ان دو کتابوں کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے جن کی نسبت عینی کی طرف کی گئی ہے، پہلی کتاب مغانی الاخیار فی رجال معانی الآثار ہے اور دوسری کتاب تکمیل الاطراف۔ ہم نے یہ بھی ذکر کر دیا ہے کہ علوم حدیث میں عینی اپنی کوئی ایسی مستقل رائے نہیں رکھتے جس کی وجہ سے ان کی شہرت ہوئی ہو، اور نہ تو مصطلح الحدیث میں ان کی کوئی مستقل کتاب ہماری نظر سے گذری ہے۔

---

[1] [illegible]

خاتمہ میں بندہ نے کچھ تجاویز پیش کی ہیں۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ کی مدد و قوت کے مقابل اپنی طاقت وہمت سے برأت چاہتا ہوں، اور یہ کہ اس کتاب میں جو باتیں درست ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہیں اور جو غلطیاں ہیں وہ نفس و شیطان کی طرف سے ہیں، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرماوے جو میری غلطیوں کی نشاندہی کرے۔

فکلُّ بنی آدم خطّاء

وخیر الخطائین التوابون

اسی طرح میں استاذ جلیل اور عالم کبیر مربی شیخ محمد سعید طنطاوی کا شکر گذار ہوں کہ میرے علمی سفر کی رہنمائی اور غلطیوں کی اصلاح میں ان کی توجہات کا بہت بڑا حصہ ہے، فجزاہم اللہ خیراً۔

نیز میں جامعہ ام القریٰ کا بھی شکر گذار ہوں جنھوں نے میرے لئے علوم شرعیہ کے حصول کے اسباب مہیا فرمائے فجزاھم اللہ احسن الجزاء واخذ بایدیھم نحو الافضل. والحمد للہ رب العالمین۔

صالح یوسف معتوق

مکہ مکرمہ، یکم ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

عینی کے زمانہ میں مصر و شام کی علمی سرگرمیاں

۵۶۷ھ سے ۶۴۸ھ تک مصر و شام پر ایوبیوں کی حکومت رہی، اس کے بعد حکومت شاہان ممالیک کو منتقل ہوئی جن کی حکومت ۹۲۳ھ تک باقی رہی، ممالیک کے اس طویل دورِ حکومت کو مؤرخین نے دو عہدوں میں تقسیم کیا ہے، پہلا دور ممالیک بحریہ کا جن کی حکومت ۶۴۸ھ سے ۷۸۴ھ تک ہے، دوسرا دور ممالیک بُرجیہ کا جن کی حکومت ۷۸۴ھ سے ۹۲۳ھ تک ہے۔

ممالیک بحریہ کو جزیرہ روضہ میں رہنے کی وجہ سے ممالیک بحریہ کہا گیا ہے اور برجیہ اسلئے کہا جاتا ہے کہ فوج کا ایک گروپ قلعہ میں مقیم تھا جس کی طرف نسبت کرکے برجیہ کہا گیا ہے، نیز ان کو ان کے اصلی وطن کی طرف نسبت کرتے ہوئے شراکسہ بھی کہا جاتا ہے، ان کا اصلی وطن جورجیہ اور شرکس کا علاقہ ہے[1]

ممالیک:۔ زرخرید غلاموں کی جماعت کو کہا جاتا ہے، آہستہ آہستہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، آخرکار انھوں نے مصر جیسے ثروت والے علاقہ پر قبضہ کرلیا اور اسکے بعد دیگر ممالک کی طرف ہاتھ بڑھاتے رہے[2]

عینی کی عمر کا اکثر حصہ ممالیک برجیہ کے زمانہ میں گذرا اس لئے اس دور پر ہم زیادہ توجہ مرکوز کریں گے ساتھ ہی ساتھ پہلے دور کو بھی ہم نظرانداز نہیں کریں گے، اس لئے کہ انتاج علمی کے اعتبار سے یہ دور بھی بہت شاداب شمار کیا جاتا ہے اور دوسرے دور میں جو

---

[1] مصر فی العصور الوسطی لعلی ابراہیم حسن ص ۲۳۸ القاہرۃ تاریخہا وآثارہا۔ د۔ عبد الرحمن زکی ص ۱۶۱ ۔ [2] مصر فی العصور الوسطی ص ۲۰۳ ۔

علماء آئے وہ یقیناً ان علمی کارناموں سے مستفید و متأثر ہوئے جو دورِ اول میں انجام دیئے گئے، اس دور کے علمی کارناموں کے ذکر سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اختصار کے ساتھ اس وقت کے سیاسی اور اجتماعی حالات کا ذکر کر دیں۔

سیاسی حالات

مالیک کا دورِ حکومت اندرونی خلفشار اور کش مکش کا دور شمار کیا جاتا ہے، اس لئے کہ امراء اور نائبین میں بہت زیادہ تنافس اور رقابت جاری تھی، اس تنافس کے سبب داخلی جنگیں اور سازشیں جاری رہتی تھیں، جو بھی سازش میں کامیاب ہوتا اپنے حریف کو مٹانے میں پورا زور صرف کرتا، مخالفین کو قتل کرنے اور پریشان کرنے میں کوتاہی نہ کرتا جیسا کہ سلطان ظاہر برقوق (زمانۂ حکومت ۷۸۴ھ تا ۸۰۱ھ) نے کیا، ہر وہ شخص جس پر ذرا بھی مخالفت کا شبہ ہوتا اس کو قتل کر دیتا تھا۔[۱]

اس طرح لوٹ مار کرنا مالیک اور ان کے پیروؤں کا کھیل ہو گیا تھا، وہ اپنے مکانوں کی کھڑکیوں سے دشمنوں پر تیر برساتے، راستہ چلنے والوں کو نشانہ بناتے اور پھر لڑائی شروع ہو جاتی، تاجر لوگ دکانیں بند کر کے زندگی بچانے کے لئے بھاگنا شروع کر دیتے،[۲] شاہانِ مالیک بر جبیہ کبھی مضبوط طاقت نہ بن سکے، نہ ان کا اثر و رسوخ قائم ہوا، اس لئے کہ ایک دوسرے کو معزول کرنے کا کام برابر جاری رہا، کچھ لوگ بغاوت کرتے، کبھی ایسا ہوتا کہ نوعمر بادشاہ کے نائب کی پوزیشن مضبوط ہو جاتی، امراء اسی نائب ہی کے گرد جمع ہو جاتے پھر یہ نائب اس نوعمر بادشاہ سے اقتدار چھین لیتا اور اس کو معزول کر کے خود ہی تخت پر بیٹھ جاتا جیسا یوسف بن برسبائی (۸۴۱ھ تا ۸۴۲ھ) کے ساتھ برتاؤ ہوا، اس طرح سرکشی عام ہوتی گئی، جب شام پر کوئی چڑھ آتا تو سلطان مصر میں پناہ لیتا، وہاں خود داد عیش دیتا اور شام کے لئے کبھی کوئی کمزور نگراں بھیج

---

[۱] مصر فی العصور الوسطی ص۳۲۰ ، القاہرہ [illegible]

دیتا، کبھی حلب کے نائب کو دمشق والوں کی مدد کے لئے حکم کرتا، یا اس کے برعکس ہوتا[1]۔

مگر ان کش مکشوں کے باوجود ممالیک کے دونوں زمانوں میں بڑے بڑے لوگ بھی گذرے ہیں جیسے بیبرس (۶۵۸ - ۶۷۶) قلادون (۶۸۹ - ۶۷۸) جاشنکیر (۷۰۸ - ۷۰۹) برسبائی (۸۲۵ - ۸۴۱) ان دونوں حکومتوں کے اہم کارناموں سے ایک یہ ہے کہ انھوں نے ساحلی علاقوں سے عیسائیوں کے باقی ماندہ نشانات کو ختم کر دیا تھا[2]۔

اجتماعی حالات ممالیک کے زمانہ میں مصری معاشرہ سات طبقوں پر مشتمل تھا۔

(۱) اصحاب سلطنت اس طبقہ میں سلطان، امراء اور بڑے بڑے فوجی شامل تھے۔
(۲) بڑے مالدار تاجر اور دیگر مرفع الحال اشخاص۔
(۳) عام تاجر جو درمیانہ درجہ کی تجارت کرتے تھے۔
(۴) کسان اور گاؤں کے باشندے۔
(۵) غریب لوگ، اس طبقہ میں علماء اور طالب علم شامل تھے۔
(۶) پیشہ ور اور مزدور
(۷) مساکین اور حاجت مند[3]

عام لوگوں کو سب سے زیادہ تکلیف حکومت کے ٹیکس ادا کرنے میں ہوتی تھی، کوئی غریب ٹیکس ادا نہ کر سکتا تو اس کو مارا جاتا، اس کا مال زبردستی چھین لیا جاتا، بادشاہوں کی تبدیلی سے کبھی کبھی ٹیکس میں کمی بیشی ہوتی رہتی[4]۔ دریائے نیل میں پانی کی کمی یا کسی اور سبب سے اکثر قحط سالی ہو جاتی اور اس کے نتیجہ میں اشیاء کی قیمتیں

---

[1] خطط الشام، از محمد کرد علی ص۲۰۳ ج ۲۔ [2] حوالہ سابق ص۲۰۳ ج ۲۔
[3] عصر سلاطین الممالیک ونتاجہ العلمی والادبی، از محمود رزق سلیم ص۲۰۲ ج ۲
[4] حوالہ سابق ص۲۱۲ ج ۲۔

بڑھ جاتیں، حد سے زیادہ گرانی کے سبب عوام میں شورش ہوتی اور وہ کبھی حکام پر حملہ آور ہو جاتے۔

۷۷۵ھ، ۸۷۵ھ اور ۸۹۲ھ کی مہنگائی میں ایسا ہی ہوا، اس دور میں جلسے جلوس کی کثرت تھی، بادشاہ کی تخت نشینی یا اس کی بیماری کے بعد شفا یا قاہرہ سے باہر سفر، یا سفر سے واپسی یا بادشاہ کی تقریب نکاح وغیرہ مختلف مواقع پر بڑے بڑے جلسے ہوتے تھے، مصری قوم بھی رات کی محفلوں اور ناچ گانے اور جلسے جلوس کی عادی تھی، کسی مسجد یا محل کی تعمیر ہو، کوئی باغ بنایا گیا ہو، کسی موسم کا اختتام ہو تو مجلس غنا ہوتی، اسی لئے بہت سے مغنی اور مغنیات اس زمانہ میں شہرت یافتہ ہو گئے[1]

ملک میں شراب و فساد کی جگہیں عام ہو گئی تھیں، کبھی کبھی کوئی نیک سلطان اس کے ختم کرنے پر توجہ دیتا تھا تو یہ بگاڑ کچھ کم ہوتا ہے[2]

علمی سرگرمیاں

ممالیک کا دور بھی عجیب دور تھا، اس زمانہ میں ہم کو کئی متناقض چیزیں نظر آتی ہیں، جہاں سیاسی میدان میں ابتری، خانہ جنگی، انارکی نظر آتی ہے وہاں علمی میدان میں عظیم کارنامے دکھائی دیتے ہیں، بڑی قیمتی علمی کتابیں اور علماء و مدرسین کی بھاری تعداد اسی دور کی پیداوار ہے، سلاطین ایک طرف تو سازشوں اور انتقامی کارروائیوں میں مصروف نظر آتے تو دوسری طرف علماء کا اکرام کرتے ہوئے اور بڑے بڑے مدارس، مساجد، شفا خانے تعمیر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

ان علمی سرگرمیوں کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں عوام کو حکومت اور اس کے کاموں کے ساتھ ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں رہا تھا، خصوصاً فوجی عہدوں وغیرہ اعلیٰ مناصب سے وہ دور تھے، اس لئے یہ طبعی بات ہے کہ یہ لوگ علمی کاموں

---

[1] عصر سلاطین المماليك ... [illegible]

ہی کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اس میدان میں جتنا چاہیں آگے بڑھیں۔

اس کے ساتھ ساتھ میں اس کا بھی اضافہ کروں گا کہ ان علمی ترقیوں میں سقوط بغداد کو بھی بڑا دخل تھا، ۶۵۶ھ میں تاتاری یلغار کے سبب کتب خانوں کی بربادی ہوئی علماء کو اذیتیں پہونچائی گئیں، بعضوں کو قتل کر دیا گیا، بہت سی کتابیں دجلہ میں پھینک دی گئیں، جس کے سبب علماء اور طلباء مصر و شام کی طرف سفر کرنے پر مجبور ہوئے، ان واردین کے سبب ان دونوں ملکوں کو علمی مرکزیت حاصل ہو گئی، علماء کو بغداد کی بربادی اور کتب خانوں کی تباہی کا شدید احساس تھا، اس لئے علوم کے پھیلانے اور کتابوں کی تصنیف و تالیف کے کام کو آگے بڑھانے کو وہ اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے تھے، چنانچہ انھوں نے مقامی علماء کے ساتھ مل کر بہت بڑے علمی کارنامے انجام دیئے، جس کی صدائے بازگشت دو صدیوں تک سنائی دیتی رہی، حالانکہ بغداد پر ہلاکو کے حملہ کے بعد یہ عین ممکن تھا کہ یہ علمی سرگرمیاں دم توڑ دیتیں۔

اس زمانہ کی علمی خصوصیات یہ تھیں: متفرق علوم کو جمع کرنا، کسی متن کی شرح کرنا، مطوّل کو مختصر کرنا، استاد محمد کرد علی نے اپنی کتاب خِطَطُ الشام میں اس دور کے بارے میں لکھا ہے[1]:

"نویں صدی ہجری میں شام میں کوئی ایسی شخصیت ظاہر نہیں ہوئی جس نے کوئی زبردست علمی کارنامہ انجام دیا ہو، یا فروع علم میں سے کسی فرع میں اس نے شہرت پائی ہو، اس دور میں صرف منتشر علم کو جمع کرنے والے یا پھر مطوّلات کا اختصار کرنے والے اور شارحین بکثرت ہوئے ہیں، اور اس کا سبب دونوں قسم کے شاہان ممالیک کا فلاسفہ پر اور ائمہ اربعہ کے اصول کے علاوہ دیگر اصول کے فقہاء پر سختی کرنا تھا۔"

---

[1] خطط الشام ص۱۲۹ ج ۴۔

یہ جو بات کرد علی نے شام کے بارے میں لکھی ہے مصر پر بھی اسی طرح صادق آتی ہے

مدارس مصر وشام میں مدارس ومساجد اور کتب خانوں کی تعمیر کے سلسلہ میں ممالیک کے درمیان منافست رہی جس کے نتیجہ میں سلاطین ممالیک نے مساجد ومدارس اور کتب خانوں کے لئے بڑے بڑے اوقاف مقرر کئے اور طلبار اور دیگر کام کرنے والوں کے وظیفے طے کر دیئے گئے اس زمانہ کے مدارس پر عام چھاپ کسی خاص فقہی مذہب کی ہوتی تھی، بعض اوقاف احناف کے مدارس کے لئے بعض شوافع کے مدارس کے لئے، یا مالکیہ اور حنابلہ کے لئے ہوتے تھے۔ بعض مدارس صرف حدیث شریف کے درس وتدریس کے لئے تھے، تو بعض تفسیر وقرآت کے لئے خاص تھے، البتہ یہ بات نہیں تھی کہ حنفی مدرسہ میں صرف مسائل احناف ہی پڑھائے جاتے ہوں، بلکہ ان میں دیگر مذاہب کی کتابوں کی بھی تعلیم ہوتی تھیں، نیز فقہ کیساتھ حدیث، تفسیر، قرارات اور منطق وغیرہ علوم بھی پڑھائے جاتے تھے، اسی طرح دیگر مذاہب کے مدارس میں ہوتا تھا۔

علامہ مقریزی نے خِطَط[1] میں قاہرہ کے دسیوں مدرسوں اور ان کے نصاب کا ذکر کیا ہے، اسی طرح نعیمی نے اپنی کتاب "الدارس فی تاریخ المدارس" میں شام کے مدارس کا ذکر کیا ہے، اور ابن طولون نے اپنی کتاب "قضاۃ دمشق" میں مدارس کا ذکر کیا ہے

درس وتدریس کا کام صرف مدارس پر موقوف نہ تھا بلکہ مساجد وخانقاہیں بھی اس زمانہ میں علمی روشنی پھیلانے کے مراکز تھے، بڑے بڑے علمار ان میں درس وتدریس میں مشغول رہتے، کیونکہ ہر مدرسہ کے ساتھ نفیس کتابوں پر مشتمل کتب خانے ہوتے تھے، چنانچہ مدرسہ ظاہریہ، مدرسہ القبۃ المنصوریہ، مدرسہ کلیہ شیخ شافعیہ وغیرہ مدارس کے قیمتی کتب خانے تھے، ان مدارس کے ساتھ حوض سبیل بھی تھے

---

[1] المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار - از تقی الدین مقریزی ص۳۶۲ ج۲

مقریزی نے بھی مدرسۃ المحمودیۃ کے بارے میں لکھا ہے "بھا خزانۃ کتب لایعرف بمصر ولا بالشام مثلھا باقیۃ الی الیوم لا یخرج منھا کتاب الا ان یکون بالمدرسۃ، وفیھا کتب الاسلام من کل فن وھی من احسن مدارس مصر۔ اسیطرح مدرسہ البشیریۃ، مدرسہ البجائی، مدرسہ جمال الدین الاستادار کے کتب خانے مشہور تھے یہ مصر کے مدارس اور اس کے کتب خانے ہیں، شام کے بارے میں محمد کرد علی فرماتے ہیں "وقد جاء زمن علی دمشق من القرن السابع الی القرن الحادی عشر وکل مدرسۃ من مدارسھا لا تخلو من خزانۃ کتب وافیۃ بغرض الاساتیذ والتلامیذ، و من اھم المدارس التی حوت خزائن ذات شان العمریۃ والعرویۃ والناصریۃ والعادلیۃ والاشرفیۃ۔[1]

نعیمی نے اپنی کتاب "الدارس فی تاریخ المدارس" میں ۱۵۰ مدرسوں کا ذکر کیا ہے جو فقہاء اربعہ کے مذاہب اور محدثین پر منقسم تھے اور مساجد وخانقاہوں کے تعلیمی مراکز اس کے علاوہ تھے،

۸۰۳ھ میں تیمور لنگ کے فتنہ میں دمشق کے کتب خانوں کو بہت نقصان پہنچا تین روز تک دمشق کے مکانات، مدارس، مساجد آگ میں جلتے رہے[2] اور اس آگ میں کتابوں کا قیمتی سرمایہ خاک ہو گیا۔

بعض مدارس میں یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت کا نظم تھا، جامع ازہر درس فقہ کا مرکز تھا، اس میں مختلف طبقات کے غریب و نادار طلبہ کے لئے الگ الگ دار الاقامے تھے، جامع ازہر قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے درس، نیز علوم فقہ، حدیث و تفسیر اور مجالس وعظ وحلقۂ ذکر سے آباد تھی، جب کوئی انسان اس مسجد میں داخل ہوتا تھا تو اس کے نفس کو سکون اور اللہ تعالیٰ سے انس محسوس ہوتا تھا، جو کسی اور جگہ میسر

---

[1] خطط الشام ص ۱۹۰ ج ۶ ۔ [2] ایضاً ص ۱۹۳ ج ۶ ۔

نہیں تھا[1] دمشق کی جامع اموی میں تقریباً ۳، اساتذہ قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے علاوہ ازیں علوم فقہ وحدیث کے حلقے ہوتے تھے اور اسی طرح اس میں دیگر مدارس تھے[2]

علوم شرعی کے مدارس کے علاوہ علم طب کی تدریس کے لئے بھی مدارس تھے نعیمی نے دمشق میں ایسے تین مدرسوں کا ذکر کیا ہے جن میں علم طب پڑھایا جاتا تھا، جو مدرسہ دخواریہ دنیسریہ اور مدرسہ لبودیہ نجمیہ کے نام سے مشہور تھے[3]

مصر میں مدرسہ منصوریہ میں دیگر علوم کے ساتھ ساتھ علم طب کی بھی تعلیم ہوتی تھی اس زمانہ میں اساتذہ کے انتخاب کا خصوصی اہتمام ہوتا تھا، مثلاً مدرسہ صلاحیہ میں بہاء الدین سبکی، برہان الدین ابن جماعہ، اور سراج الدین بلقینی درس دیتے تھے۔

دار الحدیث کاملیۃ میں بدر الدین ابن جماعہ، ابن الملقن اور العراقی درس دیتے تھے، مدرسہ ظاہریہ برقوقیہ کے اساتذہ میں علاء الدین سیرامی فقہ حنفی کے صدر تھے، اور اوحد الدین الرومی فقہ شافعی کے استاذ تھے، شمس الدین ابن مکین فقہ مالکیہ اور صلاح الدین الاعمٰی فقہ حنبلی کا درس دیتے تھے، احمد بن زادہ حدیث شریف کے، فخر الدین الضریر قراءات کے اور سراج الدین بلقینی تفسیر و وعظ کے استاذ تھے، جامع مؤیدی میں ابن حجر فقہ شافعی، یحییٰ بن محمد بجائی فقہ مالکی، عز الدین بغدادی فقہ حنبلی اور علامہ عینی استاذ حدیث محمد بن یحییٰ قراءات اور محمد بن سعد دیری فقہ حنفی کے استاذ تھے[4]

تالیفات

ان مدارس نے علماء اور مصنفین کی ایک ایسی نسل تیار کی تھی جس نے علم کے ہر شعبہ میں کتابیں تیار کیں، ہر قسم کے علوم کے علماء طلبہ اور مدارس کو وجود بخشا خصوصاً اس دور میں علم تاریخ کو پختگی اور کمال نصیب ہوا اس دور میں ہم کو تاریخ عام، تاریخ بلدان، تراجم وطبقات اور امراء و شخصیات کی

---

1. المواعظ والاعتبار ص ۲۷۶ ج ۲ - 2. الدارس فی تاریخ المدارس ص ۱۲-۲۰۱ ج ۲
3. حوالہ سابق ج ۲ ص ۳۳-۱۲۶ 4. عصر سلاطین المالیک ص ۴۱-۲۴۰ ج ۲،

سوانحات اور دیگر موضوعات پر عمدہ کتابیں نظر آتی ہیں

تاریخ عام میں زین الدین ابن شحنہ (م ۸۱۵ھ) نے روض المناظر فی علم الاوائل والاواخر لکھی، الملک المؤید اسماعیل ابوالفدار (۷۳۲ھ) نے جو کہ عالم، فقیہ، مؤرخ جغرافیہ داں اور فلکیات کے ماہر تھے المختصر فی اخبار البشر ۴ جلدوں میں اور تقویم البلدان لکھی یہ بادشاہ علمار کا قدر دان تھا، اثیر الدین الابہری[1] ان ہی کے پاس قیام پذیر رہے، ابوالفدار نے حسب ضرورت ان کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا، نیز دمشق میں ابن نباتہ[2] کا ۶۰۰ درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً مختلف ہدایا بھیجا کرتا تھا، اس نے ایسے علمار تیار کئے جن پر تاریخ ناز کرتی ہے۔

شمس الدین ذہبی (۷۴۸ھ) نے تاریخ الاسلام، طبقات[1] مشاہیر الاعلام اور العبر[3] فی اخبار البشر ممن عبر، تصنیف فرمائی۔ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے البدایہ والنہایہ اور ناصر الدین ابن فرات (م ۸۰۷ھ) نے ۲۰ جلدوں میں تاریخ لکھی مگر اس کو مکمل نہ کر سکے صرف ۸۰۳ھ تک کے حوادث درج کئے، اگر اس کی تکمیل ہو جاتی تو ساٹھ جلدوں میں کتاب مکمل ہوتی، عبدالرحمٰن بن خلدون (۸۰۸ھ) نے العبر و دیوان المبتدار والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر جیسی شہرۂ آفاق کتاب لکھی، خصوصاً اس کتاب کا مقدمہ اسلامی تاریخ کا قابل فخر کارنامہ ہے۔ ابن دقماق (۸۰۹) کی نزہۃ الانام فی تاریخ الاسلام ابن حجی الحسبانی (۸۱۶ھ) کی ابن کثیر کی کتاب کا ذیل، اور "الدارس فی اخبار المدارس" ہے اور شاید یہی کتاب نعیمی کی کتاب کا مصدر ہے۔ مقریزی نے تاریخ میں بہت سی کتابیں لکھیں، اس میں

---

[1] عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد سیواسی طب، حساب اور علم مساحۃ اور اسطرلاب میں ماہر تھے، م ۷۳۳ھ، دیکھئے درر کامنہ ابن حجر عسقلانی ۴۴۸/۲۔ [2] محمد بن محمد بن محمد بن حسن بن نباتۃ الفارقی المصری و ۶۸۶ھ م ۷۶۸ھ نظم اور نثر میں ماہر تھے سلطان مؤید کی تعریف میں بہترین مدحیہ قصیدے لکھے ہیں اور اپنے دور کے امیر الشعرار تھے۔ درر الکامنۃ ۳۳۹/۴

السلوک لمعرفۃ دُوَل الملوک مشہور ہے، ابن قاضی شہبہ (۸۵۱) نے طبقات وغیرہ کتابیں لکھیں۔

فن تاریخ میں تواریخ بُلدان خطط و آثار کی کتابوں نے بھی کافی رواج پکڑا، حافظ عبدالکریم بن عبداللہ القطب الحلبی (۸۳۵) نے تاریخ مصر میں ۲۰ کے قریب جلدیں تیار کیں، اسی طرح حافظ علم الدین البرزالی کی تاریخ مصر و دمشق اور احمد بن فضل اللہ العمری الدمشقی نے "مسالک الابصار فی ممالک الامصار" نیز صالح بن یحیی نے تاریخ بیروت وامراء العرب لکھی۔

ابن دقماق کی الانتصار لواسطۃ عقد الامصار اور تاریخ البلدان بھی مشہور کتابیں ہیں، ابن خطیب الناصریہ (۸۴۳) نے الدر المنتخب فی تکملۃ تاریخ مملکۃ حلب لکھی ہے امام المورخین مقریزی (۸۴۵) کی المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، اور عقد جواہر الاسفاط من اخبار مدینۃ الفسطاط اور الالمام باخبار من بارض الحبشۃ من ملوک الاسلام اور الطرفۃ الغریبۃ فی اخبار حضرموت العجیبہ ہیں۔

سیر تراجم اور طبقات کی کتابیں

علم الدین برزالی (۷۳۹) کی مختصر المائۃ السابعۃ، ادفوی (۷۴۸) کی الطالع السعید الجامع لاسماء نجباء الصعید، اور "البدر السافر و تحفۃ المسافر" نیز حافظ ذہبی کی اس فن میں بہت کتابیں ہیں جن میں تذکرۃ الحفاظ، طبقات القراء، سیر اعلام النبلاء، اہل المائۃ فصاعداً، اخبار قضاۃ دمشق اور اعلام بوفیات الاعلام ہیں احمد بن عبدالقادر بن مکتوم کی (۷۴۹) الجمع المتناہ فی تاریخ النحاۃ، صلاح الدین الصفدی (۷۶۴) کی الوافی بالوفیات، اور نکت الہمیان فی نکت العمیان، ابن شاکر الکتبی (۷۶۴) کی فوات الوفیات ہے، تاج الدین السبکی (۷۷۱) کی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ الوسطیٰ الصغریٰ اور ابن ابی الوفا القرشی (۷۷۵) کی طبقات الحنفیہ، ابن دقماق (۸۰۹) کی

نظم الجمان فی طبقات اصحاب امامنا النعمان، اور ابن ناہض کی (۸۴۱) سیرۃ الملک المؤید شیخ بھی اسی دور کی یادگار کتابیں ہیں۔

ابن عرب شاہ (۸۴۵) کی عجائب المقدور فی اخبار تیمور اور التالیف الطاہر فی سیرۃ الملک الظاہر مقریزی (۸۴۵) کی امتاع الاسماع فیما للنبی من الحفدۃ والاتباع اور المقفّٰی فی تاریخ علماء مصر ومن دخلہا من علماء الاندلس والمغرب والمشرق، حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲) کی الدرر الکامنۃ فی اعیان المأۃ الثامنۃ اور المجمع المؤسس للمعجم المفہرس، رفع الاصر عن قضاۃ مصر، توالی التاسیس فی معالی ابن ادریس، الرحمۃ الغیثیۃ بالترجمۃ اللیثیۃ اور انباء الغُمر بانباء العمر وغیرہ کتابیں ہیں۔

سیرت کی کتابیں

اس دور کے فن سیرت کی کتابوں میں فتح الدین الیعمری کی (جو ابن سید الناس (۷۳۴) سے مشہور ہیں) عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، نور العیون فی تلخیص سیرۃ الامین والمامون (یہ کتاب عیون الاثر کا اختصار ہے) اور بشری اللبیب فی ذکر الحبیب اور ابن حبیب حلبی (۷۰۹) کی المقتفی فی فضائل المصطفٰے اور النجم الثاقب فی اشرف المناقب اور احمد بن اسماعیل الشُنیطی (۸۳۵) کی سیرت میں ایک جامع کتاب ہے جس میں سیرت ابن اسحاق، سُہیلی نیز البدایہ والنہایۃ اور واقدی کے مضامین سیرت کو جمع کردیا گیا ہے

علوم کونیہ کی کتابیں

ہندسہ اور طب

تاریخ، لغت اور دینی علوم جیسی توجہ ہندسہ اور طب کی طرف تو نہیں تھی، مگر ممالیک کے دور میں کچھ نہ کچھ توجہ اس طرف ہوتی رہی، مساجد، مزارات اور محلات کی تعمیر میں ممالیک کے درمیان منافست رہی، اور مہندسین کو شادّین کے نام سے پکارا جاتا تھا، اس فن

کے شہرت یافتہ لوگوں میں شمس الدین طولونی اور ان کے لڑکے احمد (۸۰۲) جنھوں نے مسجد حرام کی تعمیر میں حصہ لیا، شاہی عمارتوں کی تعمیر میں ان پر اور ان کے والد، اور دادا پر ہی اعتماد کیا جاتا تھا، اسی طرح علم طب کی طرف بھی رجحان ہونے لگا تھا، قلاوون نے زر کثیر خرچ کر کے بہت بڑا ہسپتال بنوایا تھا، اس ہسپتال میں بخار، آنکھ، جراحت امراض نسوانیہ اور اسہال وغیرہ امراض کے الگ الگ شعبے تھے، دواسازی کا مستقل نظام تھا، جس میں دوائیں تیار ہوتی تھیں اور علم طب کی تعلیم کے لئے درس گاہ بنائی گئی تھی جس میں اس فن کی نادر کتابیں جمع کی گئی تھیں۔

سلطان بایزید بن مراد العثمانی نے سلطان طاہر کو پیغام بھیج کر امراض مفاصل کے لئے کسی طبیب کو بھیجنے کی درخواست کی تھی تو سلطان برقوق (۷۹۵) نے شمس الدین بن صغیر کو بہت سی دوائیں دے کر بھیجدیا تھا، اس دور کے مشہور اطبار میں شمس الدین محمد بن عبداللہ المصری (۷۷۶) ہیں جو جامع ابن طولون میں مدرس الاطبار تھے، اسی طرح علار الدین علی بن عبدالواحد بن صغیر (۷۹۶) علم طب میں یگانۂ روزگار اور پوری مہارت رکھتے تھے، کسی صاحب نے شکایت کی کہ اس کے بچہ کو نکسیر کی شدید شکایت ہے، جس کے سبب بچہ کو انتہائی ضعف ہو گیا ہے، انھوں نے کہا جاؤ اس کے کان میں سوراخ کر ڈالو اس آدمی نے تھوڑا سا توقف کیا مگر اس نے جب ایسا کر لیا تو بچہ شفایاب ہو گیا۔ ایک آدمی نے سعال کی شکایت کی تو فرمانے لگے شاید آپ بغیر سروال کے سوتے ہیں؟ اس شخص نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا! آئندہ ایسا مت کرنا، پھر جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو اس شخص نے بتلایا کے میں نے سروال کے ساتھ سونے کی پابندی کی تو میری بیماری دور ہو گئی اسی طرح ابن مجدی احمد بن رجب بن طَیبُغا (۸۵۰) حساب اور ہندسہ میں مقام صدارت پر تھے

کیمیا اور فلکیات

اس دور میں علم کیمیا کی طرف متوجہ ہونے والوں کو

اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا، اور ایسے لوگوں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں پھیلائی جاتی تھیں، اس واسطے اس علم کی طرف بہت کم لوگ مائل ہوئے، البتہ علم فلک میں علی بن ابراہیم بن شاطر الفلکی الدمشقی (۷۷۷) بہت مشہور ہوئے، وہ اپنے زمانہ میں اس فن میں یکتا تھے، وہ ہیئت حساب اور ہندسہ کے بڑے عالم تھے، ان کی زیج[1] بھی معروف تھی، اسطرلاب[2]، مواقیت، علم الخیط اور منزولہ[3] کے بھی ماہر تھے، احمد السرمینی الفلکی الحلبی (۸۲۴) بھی فن ہیئت زیج اور تقادیم کے امام تھے، اسی طرح ابن فضل اللہ العمری (۷۴۹) جغرافیہ، اصطرلاب، حل التقادیم اور صور کواکب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، ان کی کتاب مسالک الابصار ہے۔

علوم عربیہ

علوم لغت ونحو اس دور کے علماء کی توجہ کے مرکز علوم لغت ونحو تھے، اس میں بھی نحو کی طرف میلان زیادہ تھا، اس کے باوجود ان فنون میں کسی جدید نظریے کا اضافہ نہیں ہوا، ان کے کارنامے، مسائل نحو کی تشریح، اس کے دلائل کا بیان، کسی متن کی شرح، اور شروح پر حواشی میں منحصر تھے، خاص طور پر ابن مالک کی الفیہ مرکز توجہ رہی، اس زمانہ کے نحویوں میں سب سے زیادہ مشہور اور قابل مثال شخصیت ابن ہشام مصری کی تھی، ابن خلدون نے لکھا ہے۔

ما زلنا ونحن بالمغرب نسمع انه ظهر بمصر عالم بالعربية يقال له ابن

---

[1] زیج زا کے کسرہ کے ساتھ، معمار کا ایک آلہ ہے اور مفاتیح العلوم میں لکھا ہے کہ زیج سیاروں کی رفتار معلوم کرنے کی کتاب ہے جس سے تقویم تیار ہوتی ہے اس کی جمع زیجۃ ہے دیکھئے تاج العروس ص ۵۵ ج ۲۷۔ [2] اجرام سماویہ کی بلندی کی پیمائش کا آلہ جو لکڑی یا دھات سے بناتے ہیں۔

[3] منزولہ وقت معلوم کرنے کا آلہ یا دھوپ گھڑی۔

ھشام انحی من سیبویہ۔

اس دور کے دیگر ماہرین نحو میں ابن ام القاسم المرادی (۷۴۹) صاحب شرح التسہیل والفیۃ ابن مالک ہیں اور شہاب الدین احمد بن یوسف الحلبی (۷۵۶) ہیں، ان کی بھی شرح التسہیل لابن مالک مشہور ہے۔

ابن ہشام مصری (۷۶۱) کی تو اس فن میں کئی کتابیں ہیں جس میں مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب جس کی بعد کے علمار نے کئی شروحات لکھیں اور شذور الذہب قطر الندی وبل الصدی، اور الاعراب عن قواعد الاعراب بہت معروف کتابیں ہیں۔

قاضی القضاۃ ابن عقیل (۷۶۹) کی المساعد فی شرح التسہیل، شرح الفیہ، اور شمس الدین ابن الصائغ الزمردی (۷۷۷) کی الفیہ کی شرح اسی طرح ناظر الجیش محمد بن یوسف الحلبی (۷۷۸) کی شرح الفیہ اور شرح تسہیل، نیز بدر الدین الدمامینی (۸۲۷) کا مغنی اللبیب پر حاشیہ اور تسہیل کی شرح اسی دور کی یادگار کتابیں ہیں۔

علمار لغت وبلاغت

اس فن میں ابن منظور افریقی (۷۱۱) صاحب لسان العرب بہت مشہور اور اس دور کی قابلِ صد افتخار شخصیت ہیں، جلال الدین القزوینی (۷۳۹) صاحب تلخیص المفتاح اور صاحب توضیح نیز صلاح الدین الصفدی (۷۶۴) کی فن بلاغت میں کئی تصنیفات ہیں جس میں جنان الجناس، فض الختام فی التوریہ والاستخدام، نفوذ السہم فیما وقع فیہ الجوہری من الوہم وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ احمد بن علی الفیومی (۷۷۰) کی المصباح المنیر جو مشہور ومتداول لغت ہے اور بہار الدین سبکی (۷۷۳) کی عروس الافراح فی تلخیص المفتاح، اکمل الدین البابرتی کی شرح تلخیص المعانی والبیان اور فیروز آبادی (۸۱۷) کی القاموس المحیط وغیرہ۔

بدر الدین الدمامینی (۸۲۷ھ) کی القوافی وجواہر البحور فی العروض ابن حجۃ الحموی

کی (۸۳۷) خزانۃ الادب وغایۃ الأرب جس میں بدیع وبلاغت پر کلام شامل ہے اور کشف اللثام عن التوریۃ والاستخدام. ابن حجر العسقلانی (۸۵۲) کی مختصر اساس البلاغہ للزمخشری جس کا نام غراس الاساس وغیرہ کتابیں ہیں، یہ سب نام بطور نمونہ ذکر کیے گئے ہیں۔

ادب اس دور کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ یہ زمانہ ادباء وشعراء سے بھرپور ہے، عباسی اور اموی دور کی بنسبت شعر میں عمدگی کم تھی، پھر بھی شعراء نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی تھی، چنانچہ سیاسی، مدح، رثاء، غزل، ہجاء، مجون، اور زجل وغیرہ ہر صنف میں کلام کہا گیا، خصوصاً مدح الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حکمت وموعظت کے عنوان پر دینی اشعار بھی اپنا مقام حاصل کر چکے تھے، اگرچہ اس زمانہ کے ادب کا مطالعہ مکمل کتاب کا طالب ہے چنانچہ استاد محمد رزق سلیم نے اپنی کتاب عصر سلاطین الممالیک کا آٹھواں حصہ اسی مقصد کے لئے خاص کر دیا ہے، اسکے علاوہ بھی اس موضوع پر بعض مفید کتابیں ہیں، ہم تو اس مختصر رسالہ میں اس دور کے بعض اہم ادباء اور چند مشہور کتابوں کا ذکر کریں گے۔

ابن ہشام مصری (۷۶۱) کی شرح بانت سعاد، صلاح الدین صفدی (۷۶۴) کی اس فن میں ایک سے زائد کتابیں ہیں، جس میں سے التذکرۃ الصفدیۃ ۳۰ جلدوں میں ہے، نیز ان کی تمام المتون فی شرح رسالۃ ابن زیدون الجدیۃ، الحان السواجع اور شرح لامیۃ العجم دو جلدوں میں ہے۔ ابن نباتہ مصری (۷۶۸) کی شرح رسالہ ابن زیدون الہزلیۃ ہے وہ اپنے زمانہ کے ادباء میں بہت ممتاز تھے، انھوں نے قاضی فاضل کی اقتداء کی اور انھی کا اسلوب وطرز اختیار کیا تھا، ابن ابی حجلہ (۷۷۶) کی سکردان السلطان حاطب اللیل، دیوان الصبابہ، والمقامات، منطق الطیر اور السجع الجلیل فیما جری من النیل والادب الغض وغیرہ کتابیں ہیں، ابن حبیب الحلبی (۷۷۹) کی نسیم الصبا، احمد بن ابراہیم

الدمشقی الدمیاطی (جو ابن النحاس سے مشہور تھے) (م ۸۱۴) کی مشارع الاسواق الی مصارع العشاق ہے۔

بدر الدین البشتکی (۸۳۰) کی طبقات الشعراء اور ابن نباتہ کے اشعار کا مجموعہ دو جلدوں میں ہے، ابن حجہ حموی (۸۳۷) کی خزانۃ الادب ثمرات الاوراق ہے، جو نکات، روایات اور نثری رسائل کا مجموعہ ہے، اور اس میں طبیبوں، سنخیوں، بخیلوں علماء اور احمقوں کے قصے ہیں۔ ان کی ایک کتاب تاہیل الغریب وکشف اللثام ہے محمد بن احمد المحلی الُبشیہی (۸۵۰) کی المستطرف فی کل فن مستظرف مختلف موضوعات کے ۸۴ بابوں پر مشتمل ہے، جس میں نظم ہے نثر بھی، ان کی ایک اور کتاب اطواق الازہار ہے، اس کے علاوہ شعراء کے بہت سے دواوین اس دور کی یادگار ہیں۔

اس دور کی سب سے بڑی خصوصیات یہ ہے کہ اس دور میں بڑی جامع کتابیں لکھی گئیں ہیں جو اپنے مصنفین کے وسعتِ علم اور ان تالیفات میں ان کے بے پناہ صبر و محنت پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً ابن منظور افریقی کی لسان العرب، نویری کی (۷۳۲) نہایت الارب ۳۰ اجزاء، مسالک الابصار ۲۰ جلدوں سے زائد سبکی کی طبقات الشافعیہ، قلقشندی کی صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء، ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری۔

علوم دینیہ

فقہ واصول فقہ

اس دور کے فقہاء پر مذاہب اربعہ سے کسی ایک مذہب کی اتباع کا رجحان غالب تھا، اگر کوئی شخص اس سے باہر نکلتا تو اس کو سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا، بلکہ بعض اوقات مار پیٹ کی نوبت آتی، چنانچہ اس زمانہ کے فقہاء نے اپنے اپنے مذاہب کے مسائل کو مختصر متون میں جمع کیا، بعض متون کو اتنا مختصر کر دیا کہ وہ چیستاں بن گئے، پھر اس کی شرح اور شرح

کی شرح اور اختصار و حواشی کا سلسلہ شروع ہوگیا، چنانچہ ان شروحات و حواشی و اختصارات کا ایک خزانہ جمع ہوگیا، اس دور کے فقہاء مؤلفین میں جو شہرت یافتہ ہیں وہ یہ ہیں۔

شافعی فقہاء

مجد الدین زنکلونی (۷۴۰) ان کی شرح تنبیہ اور شرح منہاج ہے۔[1] ابن اللبان الدمشقی (۷۴۹) نے کتاب الروضہ کا اختصار کیا اور کتاب الام کو مرتب فرمایا۔[2] تقی الدین السبکی (۷۵۶ھ) کی الابتہاج فی شرح المنہاج اور رفع الشقاق فی مسئلۃ الطلاق ہے، شہاب الدین ابن النقیب (۷۶۹) کی مختصر الکفایہ، نکت التنبیہ اور تصحیح المہذب وغیرہ جمال الدین اسنوی (۷۷۲) المہمات، الجواہر شرح المنہاج الفروع، تمہید، تنقیح احکام الخناثی، الاشباہ والنظائر ہیں، زرکشی (۷۹۴) کی الخادم علی الرافعی الروضہ اور شرح المنہاج شہاب الدین البقاعی الدمشقی (۷۹۵) کی العمدہ، شرح التنبیہ والتنویہ اور ابو نعیم العامر الدمشقی (۸۲۲ھ) کی شرح مختصر ابن الحاجب والحاوی الصغیر ہیں۔

حنفی فقہاء

عثمان بن ابراہیم الماردینی الشہیر بابن ترکمانی (۷۳۱) کی شرح الجامع الکبیر ہے، اس کتاب کا انھوں نے مدرسہ منصوریہ میں درس دیا تھا۔ فخر الدین الزیلعی (۷۴۳) کی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، قوام الدین ابو حنیفہ الاتقانی (۷۵۸) کی شرح ہدایہ، شرح الاخسیکثی اور ایک رسالہ شہر میں دو جگہ جمعہ کی عدم صحت پر۔ جمال الدین ابن سراج الدمشقی (۷۷۱ھ) نے شرح ہدایہ کا اختصار کیا ہے، ان کی کتابیں المنتہی فی شرح المغنی، الزبدۃ فی شرح العمدۃ، مقدمہ فی رفع الیدین فی الصلوۃ اور مختصر مسند ابی حنیفہ و دیگر فتاوی ہیں، سراج الہندی عمر بن اسحاق الغزنوی (۷۷۵) کی الشامل فی الفروع، شرح ہدایہ اور شرح المغنی، عبد القادر بن ابی وفار القرشی (۷۷۵) کی شرح الخلاصۃ اور اکمل الدین البابرتی (۷۸۶) کی شرح ہدایہ

---

[1] الدرر الکامنہ ص ۱۸۴، نیز حسن المحاضرہ ص ۲۴۲ ج ۱، [2] ایضاً ص ۲۴۴ نیز حسن المحاضرہ

شرح منار، شرح اصول البزدوی اور شرح مختصر ہیں۔

مالکی فقہار عیسی بن مسعود الزواوی (۴۳ ،) کی شرح مختصر ابن حاجب ، شرح المدونۃ اور ایک رسالہ طلاق کے مسئلہ پر جس میں ابن تیمیہؒ پر رد کیا گیا ہے خلیل بن اسحاق الجندی (۶۷ ،) کی شرح مختصر ابن حاجب مناسک لحج وغیرہ اور ناصر الدین الزبیری (۸۰۱) کی شرح مختصر ابن حاجب، بہرام بن عبداللہ (۸۰۵) کی شرح مختصر الشیخ خلیل والشامل فی الفقہ ہیں

حنبلی فقہار علامہ ابن تیمیہؒ الحرانی (۲۸ ،) کا الفتاوی المصریہ ، رسالہ فی حکم السماع والرقص ، مناسک الحج ، تحقیق الفرقان بین الطلاق والایمان اور النیۃ فی العبادات وغیرہ ، ابن قیم الجوزیۃ (۵۱ ، ھ) کی رفع الیدین فی الصلوۃ ، نکاح المحرم ، اعلام الموقعین ، الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ وغیرہ ، شمس الدین ابن مفلح (۶۳ ،) کی الفروع ، شرح المقنع اور برہان الدین ابن مفلح کی شرح مقنع ، شرح مختصر ابن حاجب ، عز الدین الخطیب (۸۲۰ ھ) کی النظم المفید ، الاحمد فی مفردات الامام احمد ہے

عقائد و تصوف ممالیک کے دور میں تصوف کافی پھیل چکا تھا ، حضرات صوفیہ کی خانقاہیں اور رباطیں تھیں ، اور بہت بڑا طبقہ ان کا معتقد تھا ، دوسری طرف کچھ لوگ ان کے مخالف اور ناقد بھی تھے ، جو ان کی غلطیوں سے لوگوں کو متنبہ کرتے رہتے تھے ، ان ناقدین کے سرخیل ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید ابن القیم تھے ، ان دونوں نے رد صوفیہ اور عقائد باطلہ میں بہت کتابیں اور رسائل لکھے ہیں ، اس دور کی تالیفات میں سے ابن تیمیہ کی (۲۸ ،) الفرقان بین اولیار الرحمٰن و اولیار الشیطان ، الواسط بین الحق والخلق ، الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ، الرد علی ابن سینا ، منہاج السنہ ، الرد علی المنطقیین ، الرد علی النصیریہ ، اور قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلہ ہیں ، علامہ ذہبی (۴۸ ،) کی احادیث الصفات ، اربعین فی صفات رب العالمین ، الروع والاوجال فی نبار المسیح الدجال ، رویۃ الباری ، العرش ، العلو

للعلی الغفار اور مسئلہ دوام النار، ابن قیم (۷۵۱) کی مدارج السالکین، شفار العلیل، حادی الارواح، الصراط المستقیم، جوابات عابدی الصلبان اور ہدایۃ الحیاری ابن ملقن (۸۰۴) شمس برماوی (۸۳۱) اور التاج الفاکہانی (۸۳۴) تینوں کی شرح عمدہ، اور مقریزی (۸۴۵) کی تجرید التوحید، البیان المفید فی الفرق بین التوحید والتلحید ہیں۔

علوم قرآنیہ اس دور میں قرآن مجید اور اسکے مختلف علوم کی طرف بھی بہت توجہ رہی، تفسیر و قراءات کی تالیفات اور مسجدوں سے مدارس میں قرآن مجید کی تعلیم و تدریس کے ذریعہ اس کا کافی شیوع ہوا، الملک الظاہر نے جب مدرسہ کی ابتداء کی تو علاء الدین السیرامی نے اس مدرسہ میں سب سے پہلا درس تفسیر قرآن مجید کا شروع فرمایا، علامہ موصوف نے آیت کریمہ (قل اللّٰھم مالک الملک . . . . الآیہ) کا پہلا درس دیا۔

اس دور کے علماء میں بعض صرف تفسیر میں معروف ہوئے، بعضوں نے تفسیر کے ساتھ فقہ عربیت اور حدیث میں بھی شہرت پائی، بعضوں نے مفصل تفسیر کی اور بعضوں نے مختصر تفسیر لکھی، بعض علماء نے تفسیر کے ساتھ دیگر علوم مثلاً فقہ، تصوف، عقائد، حدیث کو بھی شامل کیا، اور بعضوں نے صرف تفسیر ماثور بیان فرمائی۔

تفسیر کے ساتھ ساتھ دیگر قرآنی علوم خصوصاً علم قراءات کی طرف بھی بڑی توجہ کی گئی، اور شاید اس فن میں شاطبیہ[1] کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اس کے بعد جزری

---

[1] قراۃ سبعہ میں ایک قصیدہ ہے جس کا نام حرز الامانی و وجہ التہانی ہے، قاسم بن فیرہ کی کتاب ہے جو اندلس کے شاطبہ شہر میں ۵۳۸ھ میں پیدا ہوئے ۵۹۰ھ میں وفات پائی، دیکھئے غایۃ النہایہ فی طبقات القراء لابن الجزری ج ۲ ص ۲۰ ۔ فیرہ فار کے کسرہ اور رار مشدد و مضموم ہے، فیرہ کے معنی عجمی زبان میں "لوہا" ہیں۔

کی شہرت ہوئی ۔

کتب تفسیر

ابن تیمیہ الحرّانی (۲۸ ۷ھ) کی تفسیر سورۃ النور، سورۃ الاخلاص، تفسیر المعوذتین، التبیان فی اسباب نزول القرآن الاکلیل فی المتشابہ والتاویل، تفسیر سورۃ المائدۃ، تفسیر سورۃ یوسف اور تفسیر سورۃ القلم ابن منیر عبدالواحد بن شرف الدین[1] (۳۶ ۷) کی تفسیر القرآن، ابوحیان الاندلسی (۴۵ ۷) کی جو اپنے زمانہ کے معروف نحوی، لغوی اور مقری تھے، البحر المحیط، اتحاف الاریب بما فی القرآن من الغریب، ابن قیم الجوزیہ (۵۱ ۷) کی امثال القرآن، ایمان القرآن، تفسیر الفاتحہ والمعوذتین، تقی الدین السبکی (۵۶ ۷) کی الدر النظیم فی تفسیر القرآن الکریم جس کی تکمیل نہ ہوسکی، شہاب الدین احمد بن یوسف الحلبی (۵۶ ۷) کی تفسیر قرآن مجید۔ ابن کثیر (۷۷۴) کی تفسیر القرآن الکریم ۔ بدر الدین الزرکشی (۹۴ ۷) کی غیر مکمل تفسیر (صرف سورہ مریم تک ہے) اور البرہان فی علوم القرآن ۔ احمد بن اسماعیل بن الحسبانی (۸۱۵ھ) کی جامع التفاسیر۔ اسی طرح فیروزآبادی لغوی (۸۱۷) کی بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز۔ تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس، تیسیر فاتحۃ الایاب فی تفسیر فاتحۃ الکتاب، الدر النظیم المرشد الی مقاصد القرآن العظیم اور حاصل کورۃ الاخلاص فی فضائل سورۃ الاخلاص معروف ہیں ۔

فن قرارات

فن قرارات میں بہت سی کتابیں معرض وجود میں آئیں جس میں علامہ ذہبی (۴۸ ۷) کی التلویحات فی علم القرارات، معرفۃ القراء الکبار، ابن عبدالدائم الحلبی السمین (۵۶ ۷) کی شرح شاطبیہ ۔ نورالدین علی بن محمد المقری (۸۰۱) کی قصیدہ فی القرارات، حافظ عراقیؒ کی (۸۰۶) منظومۃ فی غریب القرآن شمس الدین الجزری (۸۳۳) کی جو اس فن کے بلامقابلہ امام سمجھے جاتے تھے، بہت کتابیں

[1] یہ ابن منیر اسکندرانی کے علاوہ ہیں جو الانتصاف من صاحب الکشاف کے مؤلف ہیں (۶۸۳ھ)

ہیں، جس میں النشر فی القراءات العشر، التمہید فی علم التجوید، غایۃ النہایہ فی طبقات القراء، نظم الہدایہ فی تتمۃ العشرۃ، طیبۃ النشر فی القراءات العشر، تحبیر التیسیر فی القراءات العشر، اتحاف المہرۃ فی تتمۃ العشرۃ، اعانۃ المہرۃ فی الزیادۃ علی العشرۃ، والمقدمۃ فیما علی قاریٔ القرآن ان یعلمہ، جو مقدمہ جزریہ سے مشہور ہے، منجد المقرئین، غایات النہایات، فی اسماء رجال القراءات، والدرۃ المضیئۃ فی القراءات الثلاثۃ المرضیۃ ہیں۔

جزری نے دمشق میں قراء کے لئے مدرسہ کی تعمیر کی تھی جس کا نام دارالقرآن رکھا تھا، بعض دیگر وہ قراء ہیں جنھوں نے اس فن کی درس و تدریس کی مگر ان کی کوئی کتاب کا علم نہ ہو سکا، ان میں ضیاء الدین الزرزاری (۳۰ ،) جامع ظاہری میں درس دیتے تھے، شمس الدین ابن السراج (۴۷ ،) جامع ازہر میں مدرس قراء تھے، برہان الدین الرشیدی (۴۹ ،) جامع امیر حسن میں ایک زمانہ تک قرأت کا اور ابو حیان کے انتقال کے بعد منصوریہ میں تفسیر کا درس بھی دیتے تھے، تقی الدین الواسطی (۸۱ ،) بہت سی جگہوں پر مدرس رہے، نور الدین الدمیری (۹۸ ،) شیخونیہ میں شیخ القراء کے عہدہ پر فائز تھے، عثمان بن عبد الرحمٰن البلبیسی (۸۰۴) اپنے زمانہ میں سرتاج قراء تھے، ان سے بہت بڑی تعداد میں طلباء فیض یاب ہوئے، موصوف جامع ازہر کے امام بھی تھے۔

علوم حدیث

سابقہ تحریروں سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس دور کے علماء کی توجہ علم تاریخ کی طرف زیادہ رہی، علم تاریخ کی مختلف قسموں میں ان کی تالیفات کے نمونے بھی آپ نے ملاحظہ فرمائے، جس سے اس دور کے علماء کی تاریخی واقعات و حوادث کی جمع و تدوین میں انتھک محنت کا اندازہ ہوتا ہے، یہ ان کا اتنا عظیم کارنامہ ہے کہ انکے بعد صدہا نسلیں ایسے کاموں کے انجام دینے سے عاجز ہیں۔ لیکن علم تاریخ کے اتنے عظیم

کارناموں اور انتھک محنتوں کے باوجود یہ کہا جاسکتا ہے کہ علوم حدیث پر جو کام ہوا وہ اس سے بھی زیادہ بڑا کارنامہ ہے، اور ممالیک کے دور کو یقیناً علوم حدیث کے پھیلاؤ اور اس فن کی کتابوں کی تصنیف وتالیف کے لحاظ سے علم حدیث کا سنہری دور کہا جاسکتا ہے،

علوم حدیث میں اس زمانہ میں جو کتابیں لکھی گئی وہ آج تک قابل اعتبار مراجع اور سند کا درجہ رکھتی ہیں، ان کے بعد آنے والی نسلیں علم حدیث کی ثقافت ومعلومات میں انھیں کی رہین منت ہیں۔ اس فن کے پھلنے پھولنے اور دیگر علوم پر چھا جانے کا سبب یہ ہے کہ اس دور میں ایسے نابغۂ روزگار حفاظ پیدا ہوئے کہ ان کی قوت حفظ اور احادیث کا سنداً ومتناً سرعت استحضار ان کی قوت ذاکرہ کی تاریخ گواہی دے رہی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے صلاح الصفدی سے نقل کیا ہے۔

سمعنا صحیح مسلم علی البندنیجی وھو حاضر (ای المزی) فکان یرد علی القاری فیقول القاری وھو ابن طغریل۔ ما عندی الا ما قرأتُ۔ فیوافق المزی بعض من حضر ممن بیدہ نسخۃ، اما بان یجد فیھا کما قال او یقول مطفو علیہ او مضیف او فی الحاشیۃ، ولما کثر ذلک منہ قلت لہ ما النسخۃ الصحیحۃ الا انت! (الدرر الکامنہ ۲/۲۳۱)

ترجمہ:- ہم نے صحیح مسلم بندنیجی سے پڑھی ہے، سبق میں امام مزی بھی موجود ہوتے تھے وہ قاری کو ٹوکتے تھے، قاری ابن طغریل کہتا کہ کتاب میں یہی ہے جو میں پڑھ رہا ہوں تو بعض حاضرین جن کے پاس کتاب ہوتی وہ امام مزی کی تائید کرتے کیونکہ اس کے نسخہ میں وہی ہوتا جو مزی بتاتے، یا کہتا کہ پڑھنے میں لفظ چھوٹ گیا ہے یا میلا ہو گیا یا صحیح حاشیہ میں لکھا ہے جب بار بار یہ بات پیش آئی تو صلاح الدین صفدی نے امام مزی سے یہ کہا کہ "کتاب کا صحیح اڈیشن تو آپ ہی ہیں"۔

یہ حضرات علم کے ساتھ بلند اخلاق و کردار کے بھی حامل تھے، انھوں نے علم و عمل کو جمع کر دیا تھا، نیز مصر و شام میں حدیث شریف کے مدارس کی کثرت کا بھی یہ اثر تھا کہ علم و فہم، حفظ و ذکر کے جامع محدثین پیدا ہوئے، جنھوں نے اپنے اساتذہ سے اس علم کو حاصل کر کے اجازت حاصل کی، ابن حجرؒ کی الدرالکامنہ اور سخاوی کی الضوءاللامع پر سرسری نظر ڈالنے سے بھی اندازہ ہوجائے گا کہ ان دو صدیوں میں کتنے محدثین تھے اور علم حدیث کی کتنی اہمیت تھی۔

ان دونوں صدیوں میں ایسے علماء، قابل فخر محدثین کے اسماء گرامی سامنے آتے ہیں جن کی تصنیفات آج تک اثر انداز ہو رہی ہیں، اور شاید آٹھویں صدی کے نمایاں اور ممتاز محدثین میں البرزالی (۷۳۹) ہیں جن کے اساتذہ کی تعداد جن سے انھوں نے حدیثیں سنی ہیں دو ہزار کے قریب اور جن سے اجازت حاصل کی ہے ایک ہزار کے قریب ہے، اسی طرح مزّی (۷۴۲) جو تراجم رجال میں احفظ الناس اور عرب و عجم سے روایت میں سب سے بڑے عالم تھے، ان کی معلومات کا انحصار کسی ایک شہر پر نہ تھا، نہ کسی خاص زمانہ تک ان کا علم محدود تھا، علامہ ذہبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں

"کان خاتمةَ الحفاظ وناقد الاسانید والالفاظ وھوصاحب معضلاتنا ومُوَضِّحُ مشکلاتنا۔ (وہ حفاظ حدیث کی آخری کڑی اور حدیث کی سندوں اور الفاظ کی کسوٹی تھے، وہ ہماری گتھیاں سلجھاتے تھے اور ہمارے مشکل مسائل حل کرتے تھے)

ذہبی جیسے امام فن کی یہ شہادت ہی مزّی کی جلالتِ شان کے لئے کافی ہے ان کے اساتذہ کی تعداد بھی ہزار سے زائد ہے۔

تیسرے مشہور عالم علامہ ذہبیؒ (۷۴۸ھ) ہیں فن اسماء الرجال میں علامۃ الزمان، تیز فہم، ثاقب ذہن اور اپنے دور کے کثیر التصانیف عالم ہیں، اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ یہ تینوں حضرات دمشقی ہیں۔

اسی طرح نویں صدی میں تین عالم و محدث مشہور ہوئے اور یہ تینوں مصری ہیں سخاویؒ اپنے شیخ ابن حجرؒ سے نقل کرتے ہیں وہ عراقی (و ۲۵، م ۸۰۶) بلقینی۔ (و ۲۴، م ۸۰۵) اور ابن ملقّن (و ۲۳، م ۸۰۴) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

هٰولاء الثلاثةُ کانوا اعجوبةَ هذا العصر علی رأس القرن، الاولُ فی معرفة الحدیث وفنونه، والثانی فی التوسّع فی معرفة مذهب الشافعی، والثالث فی کثرة التصانیف وقُدِّرَ انَّ کُلَّ واحد من هولاء الثلاثة وُلد قبل الآخر بسنة ومات قبله بسنة فاولُهم ابن الملقن ثم البلقینی ثم العراقی۔ (الضوء اللامع ۶/۱۰۵)

ترجمہ:- یہ تینوں حضرات صدی کے سرے پر نادرۂ روزگار ہوئے ہیں، اول الذکر حدیث اور اسکے متعلقہ فنون کو جاننے میں، دوسرے فقہ شافعی کی وسعت معلومات میں اور تیسرے کثرت تصانیف میں اور تقدیر الٰہی سے ایسا ہوا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ایک سال پہلے پیدا ہوا اور ایک سال پہلے وفات پائی، سب سے پہلے ابن ملقن کی پھر بلقینی کی پھر عراقی کی وفات ہوئی ہے۔

املاء کا طریقہ مٹ چکا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس سنت کو عراقی کے ذریعہ زندہ فرمایا، ۷۹۵ھ میں عراقی نے املاء شروع کرایا اور وفات تک ۴۱۶ مجلسوں میں حدیث اور اس کے علوم املاء کراتے رہے، ان مجلسوں سے صرف املاء کی سنت ہی زندہ نہیں ہوئی بلکہ جملہ علوم حدیث کا احیاء اور اس کی نشاۃ ثانیہ میں مدد ملی، اُن حضرات کے بعد علامۃ العصر امام حدیث علامہ ابن حجر عسقلانیؒ تشریف لائے اور ایسی تصانیف کو وجود بخشا جس کی چار دانگ عالم میں شہرت ہوئی، علماء و امراء نے یکساں قدردانی کرکے ان کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ آٹھویں اور نویں صدی میں علم حدیث کی

یہ نشو و نما اس کا فروغ و شیوع مردوں تک محدود نہ تھا بلکہ اس کا دائرہ عورتوں تک پھیلا ہوا تھا، الضوء اللامع اور الدرر الکامنۃ میں محدثات کی ایک بڑی تعداد کا ذکر ملتا ہے یہ محدث عورتیں صرف عورتوں ہی کو تعلیم نہیں دیتی تھیں بلکہ بہت سے بڑے پایے کے علماء حدیث بھی ان سے کسب فیض کرتے تھے، ان کی سرگرمیاں حدیث شریف کی تدریس اور اسماع و سماع تک منحصر رہیں، تالیفات میں ان کا حصہ کم تھا، ہم آگے ان محدثات کا بھی مختصر تذکرہ کریں گے۔ اس دور کی اہم مؤلفات کا تذکرہ کرنے سے پہلے یہ بات عرض کر دیں کہ شرح، تعلیق، تراجم، نقد کے اعتبار سے علماء کی توجہ کا سب سے زیادہ مرکز کتب صحاح ستہ بنی رہی ہیں

مصنفین علم حدیث و شرح حدیث

(۱) احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ الحرانی الدمشقی الحنبلی (۲۸ ،) کی شرح حدیث ابی ذر، شرح حدیث نزول، رسالہ حدیث لاتشد الرحال کی شرح میں اور الکلم الطیب

(۲) علی بن بلبان الفارسی ابوالحسن المصری (۳۱ ،) نے صحیح ابن حبان کو اور معجم طبرانی کو ابواب پر مرتب فرمایا۔

(۳) محمد بن محمد بن سید الناس الیعمری المصری (۳۴ ،) کی ترمذی شریف کی غیر مکمل شرح

(۴) عبدالکریم بن عبدالنور الحنفی القطب الحلبی (۳۵ ،) کی بخاری شریف کی مفصل شرح جو نصف کے قریب ہے۔

(۵) عیسیٰ بن مسعود الزواوی (۴۳ ،) کی شرح صحیح مسلم۔

(۶) سنجر بن عبداللہ الجاولی (۴۵ ،) کی مسند الشافعی کی شرح جس میں الرافعی اور ابن الاثیر کی شرحوں کو جمع کر دیا ہے۔

(۷) محمد بن احمد بن قایماز شمس الدین الذہبی (۷۴۸) کی اربعون بلدانیہ، ثلاثون بلدانیہ، طرق حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

(۸) محمد بن ابی بکر الزرعی المعروف بابن قیم الجوزیۃ (۷۵۱) کی سنن ابوداؤد کی تہذیب اور اس کی مشکلات کے حل پر ایک کتاب ہے۔

(۹) مغلطائی بن قلیچ البکجری الحنفی (۷۶۲) کی شرح بخاری اور سنن ابوداؤد کے ایک حصہ کی شرح، ابن ماجہ کے ایک ٹکڑے کی شرح، اور زوائد ابن حبان علی الصحیحین،

(۱۰) اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی (۷۷۴) کی بخاری شریف کی غیر مکمل شرح، جامع المسانید جو الہدی والسنن فی احادیث المسانید والسنن کے نام سے موسوم ہے، اور جس میں مسند امام احمد، بزار، ابی یعلی اور مسند ابن ابی شیبہ کو صحاح کے ساتھ جمع کر کے ابواب پر مرتب کیا ہے، اور ایک کتاب مسند الشیخین ہے۔

(۱۱) محمد بن بہادر الزرکشی (۷۹۴) کی شرح بخاری شریف جس کا نام التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح ہے، علامہ ابن حجرؒ کو اس کتاب کے بعض حصوں کی واقفیت ہوئی تھی، اور شرح اربعین للنووی۔

(۱۲) زین الدین بن رجب الحنبلی (۷۹۵) کی فتح الباری فی شرح صحیح البخاری جس میں جنائز تک شرح ہے، نیز ان کی شرح ترمذی۔

(۱۳) عمر بن علی بن احمد ابن الملقن (۸۰۴ھ) کی المنتقی فی الاحکام کے ایک حصہ کی شرح بخاری شریف کی ۲۰ جلدوں میں شرح جس میں اپنے شیخ قطب حلبی اور مغلطائی کی شروحات کو اضافات کے ساتھ شامل کیا ہے۔

(۱۴) عمر بن رسلان البلقینی (۸۰۵) کی شرح بخاری اور شرح ترمذی۔

(۱۵) عبدالرحیم بن الحسین الامام العراقی (۸۰۶ھ) نے ابن سید الناس کی شرح ترمذی کو مکمل کرنے کی کوشش کی ۱۹ جلدوں تک پہنچے مگر مکمل نہ کر سکے۔

(۱۶) علی بن ابی بکر نورالدین الہیثمی (۸۰۷ھ) نے زوائد ابن حبان علی الصحیحین اور ابو نعیم کی الحلیۃ کو ترتیب دی۔

(۱۷) محمد بن یعقوب فیروز آبادی صاحب القاموس المحیط (۸۱۷) کی شوارق الاسرار العلیۃ فی شرح مشارق الانوار النبویہ ۴ رجلدوں میں، شرح بخاری ربع العبادات تک ۲۰ جلدوں میں ہے۔ الاحادیث الضعیفۃ اور الدّر الغالی فی الاحادیث العوالی۔

(۱۸) احمد بن عبدالرحیم العراقی ابوزرعہ (۸۲۶) کی شرح سنن ابی داؤد جو سجود السہو تک ۷ جلدوں میں ہے، فضل الخیل وما ورد فیہا من الخیر اور اربعین فی الجہاد بدون الاسناد نیز حدیث مہدی کے طرق کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے۔

(۱۹) محمد بن ابی بکر بدرالدین الدمامینی (۸۲۷ھ) کی شرح بخاری اس میں نحوی ترکیب پر زور ہے، جس کا نام مصابیح الجامع الصحیح رکھا گیا ہے۔

(۲۰) محمد بن عطاء اللہ بن محمد الرازی (۸۲۹) کی فضل المنعم بشرح صحیح مسلم، شرح المصابیح، شرح مشارق الانوار اور نظم ثلاثیات بخاری۔

(۲۱) محمد بن عبدالدائم شرف الدین النعیمی العسقلانی (۸۳۱ھ) کی شرح بخاری ۴ جلدوں میں، جس کا نام اللامع الصبیح علی الجامع الصحیح ہے۔

(۲۲) محمد بن محمد بن محمد شمس الدین الجزری الدمشقی (۸۳۳) کی التوضیح فی شرح المصابیح اور عقد اللآلی فی الاحادیث المسلسلۃ العوالی۔

(۲۳) احمد بن محمد بن احمد النعمانی الدمشقی (۸۳۴ھ) نے کرمانی کی شرح بخاری کا اختصار کیا ہے۔

(۲۴) علی بن حسین بن عروہ الدمشقی الحنبلی المعروف بابن ذکوان (۸۳۷) نے مسند امام احمد کو ابواب بخاری کے مطابق ترتیب دیکر الکواکب الدراری فی ترتیب الامام احمد علی ابواب البخاری نام رکھا اور ۲۰ جلدوں میں اس کی شرح لکھی جس کی جامع بنوامیہ

میں جمعہ کے روزان کے سامنے قرآت ہوتی تھی۔

(۲۵) ابراہیم بن محمد ابوالوفا الطرابلسی سبط ابن العجمی (۸۴۱ھ) نے زمانۂ طالب علمی کے علاوہ تقریباً ساٹھ مرتبہ سے زائد بار بخاری شریف اور بیس مرتبہ مسلم شریف کا مطالعہ کیا۔ صحیح بخاری کی شرح التلقیح لفہم قاری الصحیح کے نام سے دو جلدوں میں مکمل نیز مسلم شریف اور ابوداؤد شریف پر حواشی لکھے۔

(۲۶) محمد بن ابوبکر بن ناصر الدین الدمشقی (۸۴۲) کی افتتاح القاری لصحیح البخاری اور ریع الفرع فی شرح حدیث ام زرع۔

(۲۷) احمد بن محمد الدمیری جو ابن تقی اور ابن اخت بہرام کے نام سے مشہور ہیں (م ۸۴۲) کی موطأ اور بخاری شریف پر تعلیقات۔

(۲۸) محمد بن احمد التلمسانی جو حفید ابن مرزوق سے مشہور ہیں (۸۴۲) کی غیر مکمل شرح بخاری

(۲۹) احمد بن حسین رسلان ابوالعباس نزیل بیت المقدس (۸۴۴) نے گیارہ جلدوں میں ابوداؤد کی شرح لکھی، غالباً انھوں نے ابن حجر کے شرح سے استفادہ کیا ہے: نیز ان کی اربعین نووی کی مکمل اور بخاری شریف کی غیر مکمل شرح ہے۔

(۳۰) عبدالعزیز بن علی عزالدین الحنبلی المقدسی (۸۴۶) کی القمر المنیر فی احادیث البشیر النذیر

(۳۱) احمد بن علی بن حجر العسقلانی ؒ (۸۵۲) کی فتح الباری شرح صحیح البخاری مشہور و متداول ہے اس طرز کی کوئی دوسری کتاب نہیں لکھی گئی۔

علم حدیث کے دیگر مصنفین

(۱) یوسف بن زکی المزی (۷۴۲) جن کی تہذیب الکمال ہے، یہ کتاب اہل فن کا مرجع وسند اور ان کی مرکز توجہ رہی ہے، اس کی تہذیب، تلخیص اور تدریس پر بہت زیادہ توجہ دی گئی، حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی (۶۰۰) نے الکمال فی اسماء الرجال کتب ستہ کے راویوں کے حالات میں تصنیف فرمائی، مزی آئے تو اس کی

تکمیل اور تصحیح کی، حالانکہ انھوں نے اپنی کتاب کا نام تہذیب رکھا، مگر وہ اصل کتاب (الکمال) سے زیادہ بڑی ہے ۱۲ جلدوں میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے اس کے اوراق کی تعداد بڑی سائز کے چار ہزار صفحات ہیں، دارالکتب المصریہ میں فن مصطلح الحدیث میں ۲۵ پر یہ نسخہ درج ہے۔

علاء الدین قلیج بکجری نے اصل کی مقدار میں ذیل لکھا اور بعد میں مزی پر اعتراضات پر مشتمل دو جلدوں میں اس کا اختصار کیا۔ علامہ ذہبی نے تذہیب تہذیب الکمال کے نام سے اس کتاب کا اختصار کیا ہے، نیز المجرد من تہذیب الکمال، اور المنتخب من تہذیب الکمال بھی انھی کی تصنیفات ہیں۔ پھر ابن الملقن نے اکمال تہذیب الکمال اور عماد الدین الحنبلی (۸۰۴) نے المنتخب من تہذیب الکمال اور ابن العماد الصالحی المقدسی (۸۰۴) نے مختصر تہذیب الکمال احمد بن عمر البغدادی الجوہری (۸۰۹) نے الاحادیث العوالی من تہذیب الکمال لکھی۔

ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ) نے تہذیب تہذیب الکمال پھر تقریب التہذیب تحریر فرمائی، خزرجی (۹۲۳) نے خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال للذہبی لکھی، اس کے علاوہ بھی اس کتاب کے مختصرات لکھے گئے۔ مگران تمام تہذیبات ومختصرات کے باوجود مزی کی اصل ان سب میں زیادہ کامل ہے اور ان تمام بعد والی کتابوں میں بھی وہی اصل ممتاز ہے۔ مزی کی ایک کتاب تحفۃ الاشراف فی معرفۃ الاطراف ہے، ذہبی نے دو جلدوں میں اس کا اختصار کیا ہے، ابوالمحاسن الحسینی (۷۶۵ھ) نے متن کے اعتبار سے اس کو مرتب کیا ہے۔

(۲) محمد بن احمد بن قایماز الذہبی (۷۴۸ھ) اس فن میں صاحب تصانیف کثیرہ ہیں مثلاً ان کی تسمیہ رجال صحیح مسلم الذی انفرد بہم عن البخاری، دیوان الضعفاء والمتروکین، ذکر من یوثق قولہ فی الجرح والتعدیل، والمجرد فی اسماء رجال کتب سنن

ابن ماجہ۔ المشتبہ[۵] فی الرجال اسمائہم وانسابہم، المغنی[۶] فی الضعفاء۔ ذکر[۷] من تکلم فیہ وہو موثق، میزان[۸] الاعتدال فی نقد الرجال۔ کشر[۹] وثن رتن۔ تجرید[۱۰] اسماء الصحابہ، ترتیب[۱۱] الموضوعات لابن الجوزی، تلخیص[۱۲] العلل المتناہیۃ لابن الجوزی۔ والکاشف[۱۳] فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستہ۔ ومعرفۃ[۱۴] التابعین من الثقات لابن حبان۔ والمقتنی[۱۵] فی سرد الکنی۔ مختصر[۱۶] الضعفاء لابن الجوزی۔ تنقیح کتاب التحقیق فی احادیث التعلیق لابن الجوزی وغیرہ

(۳) علی بن عثمان بن ابراہیم الترکمانی (۷۴۹ھ) کی تخریج احادیث الہدایہ، الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی اور مختصر علوم الحدیث لابن الصلاح

(۴) خلیل بن کیکلدی العلائی (۷۶۱) کی الوشی المُعلَم فیمن روی عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، مشکل الصحیحین، کشف النقاب عما رواہ الشیخان من الاصحاب، مسلسلات تین جلدوں میں، تحقیق منیف الرتبہ لمن ثبت لہ شرف الصحبۃ وعوالی مالک والسباعیات۔

(۵) عبداللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی (۷۶۲) کی نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ زرکشی نے تخریج احادیث الرافعی میں اس کتاب سے استفادہ کیا ہے، ابن حجر نے اس کا اختصار الدرایہ کے نام سے کیا ہے، زیلعی کی ایک کتاب تخریج احادیث الکشاف بھی ہے، ان دونوں تخریجات میں متعلقہ مباحث کا کامل استیعاب کیا ہے۔

(۶) مغلطائی بن قلیج البکجری الحنفی (۷۶۲) کی ذیل المؤتلف والمختلف، ابن القطان کی الوہم والایہام کی ترتیب اور ابن الجوزی کی الضعفاء کا ذیل۔

(۷) اسماعیل بن عمر بن کثیر (۷۷۴)، کی تخریج احادیث التنبیہ، تخریج احادیث مختصر ابن الحاجب، مختصر مقدمہ ابن الصلاح، التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاہیل اس کتاب میں تہذیب اور میزان کے مضامین کو جمع کر دیا ہے، کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے

(۸) عبدالقادر بن محمد بن ابی الوفاء القرشی (۷۷۵)، کی تخریج احادیث ہدایہ، الحاوی

فی بیان آثار الطحاوی (معانی الآثار کی احادیث کی تخریج کی ہے) ترتیب مصنف ابن ابی شیبہ اور مختصر علوم الحدیث۔

(۹) محمد بن بہادر الزرکشی (۷۹۴) کی شرح مقدمہ ابن الصلاح اور تخریج احادیث الرافعی۔

(۱۰) محمد بن عبدالرحمٰن بن زریق الحنبلی الصالحی (۸۰۳) نے صحیح ابن حبان کو ابواب پر مرتب فرمایا، نیز طبرانی کی المعجم الاوسط کو بھی اسی طرح ترتیب دی۔

(۱۱) عمر بن الملقن (۸۰۴) کی تخریج احادیث الرافعی سات جلدوں میں اور ایک جلد میں اسی کا خلاصہ، غزالی کی الوسیط کی ایک جلد میں تخریج کی جس کا نام تذکرۃ الاحبار لمافی الوسیط من الاخبار المحرر المذہب فی تخریج احادیث المھذب، تخریج احادیث ابن حاجب المقنع فی علوم الحدیث اور اکمال تہذیب الکمال۔

(۱۲) عمر بن رسلان البلقینی (۸۰۵) کی محاسن الکلام۔

(۱۳) عبدالرحیم بن الحسین الامام العراقی (۸۰۶) کی الفیۃ فی علوم الحدیث اور اس کی شرح نظم الاقتراح لابن دقیق العید، تخریج احادیث الاحیاء، کبیر، متوسط اور صغیر، صغیر متداول ہے اور المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار کے نام سے مشہور ہے، فہرست مرویات البیانی ومشیخۃ التونسی وابن القاری ذیل مشیخۃ القلانسی، تساعیات للمیدومی اور انکی اپنی عشاریات وغیرہ۔

(۱۴) علی بن ابی بکر بن سلیمان نور الدین الہیثمی (۸۰۷) کی مجمع الزوائد، ترتیب احادیث الحلیہ جس کو ابن حجر نے مکمل فرمایا ہے، دارقطنی کی الافراد کی ترتیب دو جلدوں میں اسی طرح ابن حبان کی الثقات اور الثقات العجلی کی ترتیب حروف پر۔

(۱۵) احمد بن اسماعیل بن خلیفہ شہاب الدین الحسبانی (۸۱۵) کی شافی العی فی تخریج احادیث الرافعی۔

(۱۶) محمد بن یعقوب الفیروزآبادی (۸۱۷ھ) صاحب القاموس کی تسہیل طریقۃ الوصول الی الاحادیث الزائدۃ علی جامع الاصول اور کراسۃ فی علم الحدیث۔

(۱۷) احمد بن عبداللہ بن بدر الدین ابونعیم العامری (۸۲۲ھ) کی کتاب فی اسماء رجال البخاری

(۱۸) احمد بن عبدالرحیم العراقی (۸۲۶ھ) کی التوضیح لمن اخرج لہ فی الصحیح، اس پر کچھ نقد کیا گیا ہے، المستفاد فی مبہمات المتن والاسناد، تحفۃ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل اخبار المدلسین ذیل علی الکاشف للذہبی اور الاطراف باوہام الاطراف للمزی۔

(۱۹) محمد بن محمد بن محمد شمس الدین الجزری (۸۳۳ھ) کی البدایۃ فی علوم الروایۃ، الہدایۃ فی فنون الحدیث نظم میں، المقصد الاحمد فی رجال مسند احمد، المصعد الاحمد فی ختم مسند احمد

(۲۰) احمد بن محمد بن احمد بن ابی خلیفۃ النعمانی (۸۳۴ھ) کی ارجوزۃ فی علم الحدیث اور اس کی شرح۔

(۲۱) ابراہیم بن محمد بن خلیل سبط ابن العجمی (۸۴۱ھ) کی نثل الہمیان فی معیار المیزان میزان الاعتدال کے بعض تراجم اور کچھ اضافات پر مشتمل ہے، مراسیل علائی اور کاشف و تجرید پر حواشی نہایۃ السول فی رواۃ الستۃ الاصول ایک ضخیم جلد میں، الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث، التبیین لاسماء المدلسین، تذکرۃ الطالب المعلم فیمن یقال انہ مخضرم الاغتباط بمن رمی بالاختلاط، تلخیص المبہمات لابن بشکوال۔

(۲۲) محمد بن ابی بکر بن ناصر الدین الدمشقی (۸۴۲ھ) کی عقود الدرر فی علوم الاثر، الاعلام بما وقع فی مشتبہ الذہبی من الاوہام، اتحاف السالک برواۃ موطا مالک۔

(۲۳) محمد بن احمد بن محمد المعروف بحفید ابن مرزوق التلمسانی (۸۴۲ھ) کی انواع الذراری فی مکررات البخاری، الروضۃ فی علم الحدیث، رجز پھر اس کا اختصار الحدیقۃ کے نام سے نظم میں کیا۔

(۲۴) احمد بن حسین بن حسن بن ارسلان (۸۴۴ھ) کی تنقیح الاذکار اور زرکشی اور کرمانی کی

تنقیح پر استدراکات جس کی ایک جلد لکھی گئی ہے۔

(۲۵) احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۸۵۲) نخبۃ الفکر، ہدی الساری، نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، المعجم المفہرس، المجمع المؤسس فی المعجم المفہرس، نزہۃ الالباب فی الالقاب، تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ، لسان المیزان، تخریج احادیث الرافعی، اتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ، اللباب فی شرح قول الترمذی وفی الباب، ہدایۃ الرواۃ فی تخریج المصابیح والمشکوٰۃ۔ اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی وغیرہ۔

عورتوں میں مشہور محدثات

(۱) اسماء بنت الکمال المقدسیۃ (۷۲۳ھ)

(۲) حبیبہ بنت عبدالرحمٰن المقدسی (۷۳۳) ذہبی نے ان سے سماعت کی ہے۔

(۳) زینب بنت احمد المقدسیۃ المعروفۃ ببنت الکمال (۷۴۰) ان کے پاس طلباء کی بھیڑ لگتی تھی، اور ان سے بڑی بڑی کتابیں پڑھیں، بسا اوقات دن کا بڑا حصہ سماع حدیث میں گذارتے تھے۔

(۴) صفیہ بنت احمد المقدسیۃ (۷۴۱) صحیح مسلم وغیرہ کتب کی تحدیث کی۔

(۵) فاطمہ بنت ابراہیم المقدسیۃ (۷۴۱) محمد بن عبدالہادی، عبدالحمید بن عبدالہادی اور ابو طالب السروری سے روایت کرنے میں متفرد ہیں

(۶) دنیا بنت حسن بن بلبان الدمشقیہ (۷۵۹) اہلیہ برزالی رحمہ اللہ عراقی نے ان سے سماعت کی۔

(۷) ست الفقہاء بنت الخطیب احمد بن محمد (۷۶۵) عراقی نے ان سے سنا ہے۔

سماعت کی ۔

(۸) ست العرب بنت محمد علی (۷۶۵) ان سے بھی عراقی نے سماعت کی ۔

(۹) جویریہ بنت احمد الہکاری (۷۸۳) نے اپنی مسموعات کئی مرتبہ بیان کیں

(۱۰) اسماء بنت خلیل بن کیکلدی (۷۹۵)

(۱۱) خدیجہ بنت محمد بن ابی بکر البالسیۃ الصالحیۃ (۸۰۳) انھوں نے بھی حدیثیں بیان کیں، اور ابن حجر کو اجازت مرحمت فرمائی ۔

(۱۲) مریم بنت احمد بن محمد ام علیسی الاذرعی (۸۰۵) ابن حجرؒ نے ان سے زیادہ استفادہ کیا ہے، اور اپنی کتاب معجم میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے ۔

(۱۳) عائشہ بنت عبد الہادی (۸۱۶) دمشق کی محدثہ ہیں، ان سے بھی ابن حجرؒ نے استفادہ کیا، صحیح بخاری کا درس سند عالی کے ساتھ سماعاً دینے میں یہ سب سے آخری ہیں

(۱۴) عائشہ بنت عبد اللہ بن احمد السلمی الحلبی (۸۲۴) انھوں نے بھی احادیث بیان کیں اور بہت سے فضلاء کرام نے ان سے سماعت کی ۔

(۱۵) رقیہ بنت محمد الثعلبی الدمشقیہ القاہریہ (۸۲۲) علامہ ابن حجرؒ نے ان سے اجازت حاصل کی ۔

(۱۶) عائشہ بنت علی بن محمد الکنانی الحنبلیۃ (۸۴۰ھ) انھوں نے بھی حدیث بیان کی کئی اعیان علماء نے استفادہ کیا ۔

(۱۷) امۃ اللطیف بنت محمد بن محمد المقدسی الصالحی (۸۴۰ھ) یہ ابن زریق صالحی کی والدہ ہیں، محدثات میں ان کا بھی شمار ہے ۔

(۱۸) عائشہ بنت ابراہیم الدمشقیۃ جو ابنۃ الشرائحی سے مشہور ہیں (۸۴۲ھ) بہت احادیث بیان کیں، ابن حجرؒ نے ان سے ذہبی کی منتقی اور مسلسل بالاولیۃ کی سماعت کی ۔

ان کے علاوہ بہت سی محدثات ہیں، تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے ،

گذشتہ اوراق میں جو کچھ گذرا ہے اس سے عصر ممالیک میں مصر وشام کی علمی حالت کا اندازہ ہوجاتا ہے، اور یہ بھی کہ تصنیف وتالیف کا یہ مرحلہ شروح، مختصرات حواشی اور جمع کا مرحلہ تھا، اسی طرح اس کو موسوعات، تمحیصات اور تدقیقات کا مرحلہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ علماء نے علوم کے ہرفن میں اس دور میں کتابیں تیار کی ہیں، علامہ عینی اپنی تعلیم، تالیف، انتاج میں اس دور کی علمی وثقافتی نمائندگی کرتے ہیں جیسا کہ آئندہ صفحات میں ہم اس کو ذکر کریں گے، ان کی مؤلفات پر گفتگو سے پہلے ہم ان کی زندگی اور تعلیم وتربیت پر کچھ کلام کریں گے۔ واللہ المستعان۔

باب (۱)

عینی اور ان کی علمی زندگی

اس باب میں چند فصلیں ہیں

فصل اوّل :۔ عینی کا نام ونسب، جائے پیدائش، شہر، خاندان، تعلیم وتربیت، علم کیلئے سفر، مناصب، حکام کے ساتھ ان کے روابط، ان کی درس گاہ وفات عینی کے بارے میں علمار کی آرار۔

فصل دوم :۔ عینی کی تالیفات۔

فصل سوم :۔ عینی کے اہم اساتذہ وشیوخ جن سے طویل صحبت حاصل رہی اور زیادہ استفادہ کیا۔

فصل چہارم :۔ (الف) ان تلامذہ کا تذکرہ جو عینی کے ساتھ زیادہ رہے اور ان کے علم سے متأثر ہوئے۔

(ب) عینی کے ہم عصروں کے ساتھ تعلقات۔

فصلِ اوّل

نام ونسب اسم گرامی محمود، والد ماجد کا نام احمد، سلسلۂ نسب محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود ہے، کنیتیں ابوالثنار اور ابو محمد، لقب بدرالدین، وطنی نسبت عین تابی (مخفف عینی) اور مذہبی نسبت حنفی ہے

ولادت ۲۶ رمضان المبارک ۷۶۲ھ میں عینی مقام عین تاب کے درب کیکن میں پیدا ہوئے، یہ روایت ان کے شاگرد رشید ابن تغزی بردی کی ہے مگر سخاوی نے تاریخ ولادت ۱۷ رمضان المبارک ذکر کی ہے۔

عین تاب ایک خوبصورت بڑا شہر ہے، چٹانوں میں تراشا ہوا مضبوط قلعہ ہے، اس میں باغوں اور نہروں کی کثرت ہے، یہ شہر حلب سے تین مراحل پر واقع ہے یہ دلوک کے نام سے بھی پہچانا جاتا تھا، موجودہ دور میں دلوک ویران قلعہ کی شکل میں حلب کے ضلع میں موجود ہے، اس شہر کی طرف نسبت کرکے عین تابی اور تخفیف کرکے عینی کہا جاتا ہے۔

خاندان عینی کا خاندان علم، دینداری، صلاح وتقویٰ میں مشہور تھا، ان کے والدمکرم دادا جان دونوں قاضی کے عہدہ پر فائز تھے، نیز ان کے اجداد میں حسین بن یوسف قرآن مجید کے مقری تھے، ان کے والد مقام حلب میں ۷۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور اسی جگہ ان کی نشو ونما ہوئی، اس کے بعد عین تاب منتقل ہوئے، اور وہاں قاضی کے عہدے پر مقرر کئے گئے، ساتھ ساتھ مسجد کی امامت بھی ان کے سپرد ہوئی شب جمعہ اور شب پیر میں مسجد میں وعظ فرماتے تھے۔ وہ بہت نیک وخیرپسند اجنبیوں، مساکین خصوصاً نووارد علمار کے ساتھ خصوصی احسان کا معاملہ فرماتے تھے، ۷۷۷ھ کی قحط سالی میں انھوں نے چند یتیموں کی پرورش اپنے ذمہ لے لی تھی

ان کے کھانے پینے کی پوری ذمہ داری قحط سالی کا دور ختم ہونے تک برداشت کرتے رہے[1]

تاریخ سے یہ پتہ نہیں چل سکا کہ ان کے والد کے بدرالدین عینی کے علاوہ بھی کوئی لڑکا تھا یا نہیں، البتہ عقد الجمان کے مطالعہ کے دوران اندازہ ہوا کہ اس تاریخ کے کاتب بدرالدین کے بھائی احمد بن احمد بن موسیٰ العینی ہیں، اس میں یہ عبارت ملتی ہے۔

"والد العبد الضعیف مؤلف هذا التاریخ، ووالد العبد الفقیر المحتاج الی الله تعالیٰ احمد بن احمد بن موسیٰ کاتب هذا التاریخ"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بھائی تھے، اور وہ بھی اچھے خاصے عالم تھے البتہ ان کے حالات کتب تراجم و تاریخ میں نہیں ملتے اور نہ تو ان کے سنہ وفات کا علم ہو سکا، میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ بدرالدین عینی سے چھوٹے تھے، اور ان کے بعد ہی وفات ہوئی، اسی لئے عقد الجمان میں ان کے حالات نہیں لکھے، اگر ان سے پہلے وفات ہوئی ہوتی، تو بدرالدین ان کا تذکرہ ضرور کرتے۔

احمد کے ایک صاحبزادے قاسم نامی تھے، جو ۷۹۶ھ میں پیدا ہوئے تھے اور بہت چالاک، ذہین اور بہت اچھے تیر انداز تھے، نیز حساب و ہندسہ، نحو و صرف میں بھی ممتاز تھے، وہ اپنے والد کی حیات ہی میں ۸۱۴ھ میں طاعون کی بیماری میں انتقال فرما گئے۔ اور اپنے چچا کے مدرسہ میں مدفون ہوئے

---

[1] علامہ عینی ۷۷۵ھ کے واقعات کے سلسلہ میں عقد الجمان میں رقم طراز ہیں، شام و حلب میں قحط سالی ہوئی خاص طور پر شام کے شمالی علاقوں عین تاب وغیرہ میں۔ قحط سالی اتنی سخت تھی کہ لوگ مردہ بلیاں اور کتے کھانے پر مجبور ہوئے، عینی فرماتے ہیں کہ میں نے خود لوگوں کو گدھے اور کتے کا گوشت کھاتے دیکھا اور لوگ مذبح سے خون لاکر آگ پر بھون کر کھاتے تھے۔ ۱۲

بدرالدین عینی کی شادی

عینی نے ام الخیر سے شادی کی تھی جن کی وفات ربیع الاول ۸۱۹ھ میں ہوگئی اور قاہرہ میں عینی کے مدرسہ ہی میں سپرد خاک کی گئیں، ان سے کئی اولادیں ہوئیں، کتابوں میں مندرجہ ذیل نام ملتے ہیں۔ عبدالعزیز م ۸۱۸ھ، عبدالرحمٰن جن کا طاعون کے مرض میں ربیع الآخر ۸۲۲ھ میں وفات ہوئی، اسی طرح ابراہیم، علی، احمد اور فاطمہ ۸۳۳ھ کی طاعونی وبا میں انتقال فرماگئے اور اپنے والد کے مدرسہ میں دفن ہوئے۔

ان کے ایک اور صاحبزادے جن کا نام عبدالرحیم ہے اور جن کے لڑکے امیر شہابی احمد کی طرف قاہرہ کا مشہور قصر عینی منسوب ہے، ان کا مختصر تذکرہ ہدیۃ العارفین میں موجود ہے[1] اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی ایک شرح بخاری اور ایک شرح کنز الدقائق ہے، اور ان کی وفات ۸۶۴ھ میں ہوئی ہے۔

لڑکیوں میں فاطمہ کے علاوہ زینب بھی ہے جو صفر ۸۴۹ھ میں واصل بحق ہوئیں اور والد کے مدرسہ میں دفن کی گئیں، ان کے علاوہ اور بھی صاحبزادیاں تھیں، کتابوں میں ان کے نام نہیں ملتے مگر محمد بن ابوبکر بن محمد ابوالوفار المقدسی الشافعی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے بدرالدین عینی کی صاحبزادی سے نکاح کیا تھا، اسی طرح محمد بن علی بن حسن شمس الدین القاہری م ۸۶۷ھ کی بدر العینی سے مصاہرت کا تعلق تھا جو اجناس میں ان کے پاس کام کرتے تھے۔

ان تمام باتوں سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بدرالدین عینی کی ایک سے زائد بیویاں تھیں اور یہ کہ انھوں نے ام الخیر کی وفات کے بعد اور شادی کی ہوگی، اس لئے کہ ان کے داماد ابوالوفار ۸۴۱ھ میں پیدا ہوئے ہیں اسلئے یہ بات ناقابل فہم ہے کہ انھوں نے ۸۱۹ھ میں پیدا شدہ لڑکی سے شادی کی ہو۔ یہ ہے عینی کا خاندان۔

---

[1] ہدیۃ العارفین ج ۱ ص ۵۶۲۔

تعلیم وتربیت

عینی علم و دیانت، تقوی وصلاح والے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، ان کے والد صاحب نے سب سے پہلے اس زمانہ کے علماء کے طریقہ کے بموجب بچپن سے ہی طلب علم اور حفظ قرآن کی طرف متوجہ کیا، سب سے پہلے ان کو شیخ محمود بن احمد بن ابراہیم القزوینی کی خدمت میں حاضر کیا، شیخ محمود حسن خط میں بے نظیر تھے، عینی کی عمر اس وقت سات سال کی تھی، محمود کے پاس انھوں نے کچھ مدت مشق کی، قرآن مجید کی تعلیم شارح مصابیح محمد بن عبید اللہ م ۷۹۳ھ سے شروع کی، ان سے معوذتین اور پاؤ پارہ پڑھا، اس کے بعد عین تاب میں حفظ کرنا شروع کیا وہاں انھوں نے حفص کی روایت میں معز الحنفی سے قرآن مجید مکمل حفظ کیا، اور شاطبیہ کی سماعت کی اور ان کے والد ابوالعباس کے پاس فقہ کی کتابیں پڑھیں اس کے بعد شمس محمد الراعی سے صرف ونحو عربی زبان اور منطق کے اسباق لئے، حکمت میں آمدی (۶۳۱ھ) کی رمز الکنوز پڑھی، اور قطب الدین رازی تحتانی م ۷۶۶ھ کی شرح مطالع الانوار، ایوب رومی کی قرأۃ سے سُنی، صرف میں احمد بن علی بن مسعود کی مراح الارواح، قطب الدین رازی کی شرح شمسیہ منطق میں جاربردی (م ۷۴۶ھ) کی شرح شافیۃ صرف میں پڑھی، اس کے بعد زمخشری (۵۳۸) کی مفصل نحو میں صدر الشریعہ محبوبی (۷۴۷ھ) کی توضیح علی متن التنقیح جبرئیل بن صالح بغدادی (۷۹۴ھ) سے حاصل کی، کشاف اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب مجمع البحرین بھی ان سے حاصل کی، نیز صاغانی کی شرح مشارق کی اجازت بھی حاصل کی، فن نحو میں مطرزی (م ۶۱۰ھ) کی المصباح خیر الدین القصیر (۷۹۲ھ) سے اور اسفرائنی (م ۶۸۴ھ) کی ضوء المصباح، ذوالنون سرباری (۷۷۰ھ) سے پڑھی۔ میکائیل بن حسین بن اسرائیل ترکمانی (م ۷۹۸ھ) سے فقہ حنفی کی مشہور کتاب قدوری اور نسفی کی خلافیات میں نظم اور مجمع البحرین ابن ساعاتی (۶۹۴ھ) حاصل کی، حسام الدین رہاوی سے ان کی کتاب البحار الزاخرۃ فی الفقہ علی المذاہب الاربعۃ پڑھی

عیسیٰ بن الخاص سُرماری (۸۸۰) سے طیبی کی التبیان فی المعانی والبیان اور کشاف کا ایک معتدبہ حصہ، نیز متن الزہراوین اور مفتاح العلوم سکاکی کی بحث واتقان کے ساتھ پڑھی۔ ۸۰۱ھ میں تصریف العزی اور فرائض سراجیہ[1] وغیرہ محمود بن محمد عین تابی سے پڑھی، عینی نے ان تمام علوم میں مہارت حاصل کی، عہدۂ قضا میں اپنے والد کی نیابت کے فرائض انجام دیئے

عینی کے اسفار

عینی نے علم کے حصول کے لئے اپنے شہر وملک کے علماء پر اکتفار نہیں کیا، بلکہ ان کی علمی پیاس نے دوسرے ممالک کے سفر پر بھی آمادہ کیا، اس دور کے علماء ومحدثین وطلبہ کا یہی طریقہ تھا، امام شافعیؒ ایسے اسفار میں بہت فوائد محسوس کرتے تھے، اور فرماتے تھے۔

ساضربُ فی طول البلاد وعرضها: انالُ مرادی او اموتُ غریباً

فان تلفت نفسی فللّٰہِ دَرُّھا: وان سَلِمَت کان الرجوع قریباً

ترجمہ:۔ میں جلد ملک کے طول وعرض میں سفر کروں گا، یا تو مقصد حاصل کروں گا یا غریب الوطنی میں مروں گا۔ اگر میں ہلاک ہوگیا تو زہے نصیب! اور اگر سلامت رہا تو جلد لوٹ آؤں گا۔

یحیی بن معین فرماتے تھے کہ چار آدمیوں میں سمجھ وعقل پیدا نہیں ہوسکتی، ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اپنے ہی شہر میں علم حاصل کرے اور حدیث کی طلب میں دوسری جگہ کا سفر نہ کرے۔

عینی کے طلب علم کے لئے اسفار کی تفصیل تو معلوم نہ ہوسکی مگر یہ فطری بات ہے کہ ان کا پہلا سفر حلب کی طرف ہوا ہوگا جو ان کے شہر کے قریب ہے، چنانچہ ۷۸۳ھ میں حلب کا سفر کیا، اور وہاں جمال یوسف بن موسیٰ الملطی (۸۰۳ھ) کے پاس علم حاصل کیا، ہدایہ کا

---

[1] تصریف العزی یہ عزالدین ابراہیم بن عبدالوہاب (۶۵۵ھ) کی تصنیف ہے۔ فرائض سراجیہ۔ یہ سراج الدین سجاوندی کی تالیف ہے، چھٹی صدی کے اواخر میں وفات پائی۔ دیکھئے کشف الظنون ص ۱۱۳۸/۲۶

کچھ حصہ اور شرح اخسیکثی فقہ حنفی میں پڑھی۔

حیدر الرومی سے ان کی فرائض السراجیہ کی شرح حاصل کی اس کے بعد پھر اپنے شہر گئے کیونکہ ان کے والد اس کے بعد والے سال (۷۸۴ھ) میں وفات پاگئے تھے۔

اس کے بعد بہسنا[1] میں ولی الدین البہسنی سے، اور کختا[2] میں علاء الدین کختاوی سے، اور ملطیہ[3] میں بدر الدین کشانی سے علم حاصل کر کے وطن مراجعت فرمائی، اور اسکے بعد حج کا سفر کیا، حج سے واپسی پر دمشق آئے، تاریخی مصادر اس سے خاموش ہیں کہ علماء دمشق سے انھوں نے اس وقت کچھ پڑھا یا نہیں۔

پھر ۷۸۸ھ میں بیت المقدس کی زیارت کی، وہاں علاء الدین السیرامی (۷۹۰ھ) کی ملاقات سے مشرف ہوئے، موصوف بیت المقدس کی زیارت کی غرض سے تشریف لائے تھے، اس ملاقات کی تفصیل خود عینی نے اس طرح بیان فرمائی ہے۔

"جب علاء الدین سیرامی بیت المقدس پہنچے تو اسی زمانہ میں میں بھی زیارت کے لئے وہاں پہنچا، میری ان سے ملاقات ہوئی، میں نے شیخ کا شہرہ سنا تھا مگر زیارت نہیں ہوئی تھی، میرے دل میں ان سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا، میں ان سے ملا تو ان کو سب سے بڑا عالم، بہترین مہمان نواز اور بڑا بردبار پایا، ان کی مبارک صحبت نے میرے دل میں داعیہ

---

[1] بہسنا، باء اور سین کے فتحہ اور ہاء کے سکون کے ساتھ، عین تاب کے شمال مغرب میں ایک مضبوط قلعہ ہے، عین تاب سے دو دن کا فاصلہ ہے، وہاں باغ اور چھوٹی نہریں اور مسجد ہے ــــ [2] کختا۔ کاف کا زبر اور خا کا سکون، یہ بھی بلند قلعہ ہے ملک شام کی اہم اسلامی سرحد ہے، وہاں بھی باغات اور نہریں ہیں، ملطیہ اور اس شہر کے درمیان دو روز کا فاصلہ ہے۔ دیکھئے تقویم البلدان ص ۲۶۳ [3] ملطیہ میم اور لام کے زبر اور طاء کے سکون کے ساتھ، عوام یاء کو مشدد بولتے ہیں، شام کی سرحدی چوکیوں میں سے ہے باغوں اور نہروں والا شہر ہے۔

پیدا کیا کہ میں ان کے ساتھ مصر جاؤں اور ان کی خدمت میں رہوں، پہلے سے میرے دل میں یہ بات نہیں تھی، میری آمد کا مقصد محض زیارت تھی اور وطن واپس جانے کا ارادہ تھا مگر اس نئی صورت حال میں میں نے وطن اور گھر کا خیال ترک کر دیا اور بیت المقدس میں دس روز قیام کے بعد شیخ کے ساتھ مصر چلا گیا۔

دونوں حضرات بیت المقدس سے سفر کر کے قاہرہ تشریف لائے اور مدرسہ ظاہریہ برقوقیہ[۱] میں قیام فرمایا۔ سیرامی نے عینی کو مدرسہ کی خدمت میں لگایا۔ جس کے بارے میں عینی فرماتے ہیں۔

"جب ۷۸۸ھ کا رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوا تو شیخ نے مجھے طلب فرمایا، اور مجھ سے ارشاد فرمایا: اس مدرسہ میں خادم الخدم کا عہدہ قبول کرلو۔ میں نے عرض کیا: یہ نام میرے لئے سزاوار نہیں، انھوں نے فرمایا اگر یہ منظور نہ ہو تو آپ بطور میرے نائب کے خدمت کریں، میری جملہ مرویات کو بیان کریں۔ تو میں نے عہدہ کی وجہ سے نہیں بلکہ شیخ سے اکتساب فیض اور دن رات آپ کی صحبت میں رہنے کا موقع ملنے کے سبب سے اس خدمت کو قبول کرلیا۔"

عینی نے ابو العلاء سیرامی سے ہدایہ کا اکثر حصہ، کشاف کا ابتدائی حصہ تلویح شرح توضیح باب قیاس تک اور ان کی شرح تلخیص، تنقیح اور علم معانی و بیان کو حاصل کیا، سلاطین ممالیک کے دار السلطنت اور مرکز علماء و فضلاء قاہرہ میں عینی نے قیام کر کے

---

[۱] اس مدرسہ کو سلطان برقوق نے بنایا تھا، اور وہ اب تک آباد ہے، یہ مدرسہ جامع البرقوقیہ سے مشہور ہے، اس کا افتتاح ۷۸۸ھ میں ہوا تھا، علامہ سیرامی نے قاہرہ کے معزز لوگوں کی موجودگی میں سب سے پہلے اس میں درس دیا۔ ۱۲

وہاں کے کبار محدثین سے حدیث اور علوم حدیث کو حاصل فرمایا۔

چنانچہ احمد بن خاص الترکی (۸۰۹ھ) سے فقہ۔ سراج الدین بلقینی سے ان کی تصنیف محاسن الاصطلاح فی علم الحدیث۔ ۷۸۹ھ میں سراج قاری الهدایہ[1] کی قرأۃ سے سماعت کی، اسی طرح شاطبیہ فی القراءات ابوالفتح عسقلانی (۷۹۳ھ) سے شمس محمد بن علی الزراتیتی[2] کی قرأۃ سے سنی، زین العراقی (۸۰۶ھ) سے صحیح مسلم اور الالمام لابن دقیق العید اور شہاب الدین اشمونی کی قرأۃ سے قلعۃ الجبل میں صحیح بخاری کی سماعت کی۔

شیخ علی تقی الدین الدجوی (۸۰۹ھ) سے نسائی کے علاوہ جملہ کتب ستہ اور مسند احمد، مسند دارمی، مسند عبد بن حمید کی سماعت کی جس کا اختتام ۸۰۴ھ میں ہوا۔

قاضی عیاض کی الشفا مکمل، ابن الکوئیک (۸۲۱ھ) سے پڑھی، شعبان ۸۰۹ھ میں انھوں نے اپنی جملہ مرویات ومسموعات کی بھی اجازت مرحمت فرمائی، مسند ابی حنیفہ للحارثی کا جزء خامس بھی انھیں سے پڑھا۔

شیخ نورالدین الفوّی (۸۲۷ھ) سے ۸۰۵ھ میں سنن دارقطنی، سنن کبریٰ للنسائی اور تسہیل ابن مالک ۸۲۸ھ میں پڑھی۔

شیخ تغری برمش ترکمانی (۸۲۳ھ) سے شرح معانی الآثار اور بغوی کی مصابیح السنۃ اور سراج الدین عمر، اور حافظ نورالدین الهیثمی سے جوہری کی الصحاح سنی۔

---

[1] ان کا نام عمر بن علی بن فارس الحسینی حنفی ہے جو قاری الهدایہ سے معروف ہوئے اس لئے کہ انھوں نے اپنے استاد سے ہدایہ تین مرتبہ پڑھی، وہ اپنے دور کے ابوحنیفہ تھے، م ۸۲۹ھ

[2] ان کا نام شمس الدین محمد بن علی بن محمد الزراتیتی ہے، علم کا مشغلہ تھا اور علم قرات کی طرف خصوصی توجہ کی، مصر میں صائغ کے تلامذہ سے قرأت کو روایت کرنے والوں میں یہ سب سے آخری ہیں، ۷۴۸ھ م ۸۲۵ھ - ۱۲

ربیع الاول ۷۹۴ھ میں دمشق آئے تو نجم ابن الکشک حنفی (۷۹۹ھ) سے صحیح بخاری کا کچھ حصہ مدرسہ نوریہ[1] دمشق میں رہ کر پڑھا، یہ واقعہ قاہرہ میں ان کے ابتلاء کے بعد کا ہے جس کا آئندہ ذکر کیا جائیگا۔

عینی کے اس کے علاوہ بھی علم کے سفر ہیں مگر ہم کو اس کی تفصیلات معلوم نہ ہو سکی البتہ انھوں نے مقدمہ عمدۃ القاری میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں

ثم انی لما رحلت الی البلاد الشمالیہ الندیۃ قبل الثمان مائۃ من الھجرۃ الاحمدیۃ مستصحباً فی اسفاری ھذا الکتاب (یقصد البخاری) لنشر فضلہ عند ذوی الالباب ظفرت ھناک من بعض مشائخنا بغرائب النوادر وفوائد کاللآلی الزواھر مما یتعلق باستخراج ما فیہ من الکنوز واستکشاف ما فیہ من الرموز۔

پھر جب میں نے آٹھویں صدی ہجری سے پہلے اپنے ساتھ بخاری شریف لئے ہوئے علماء میں اس کے علوم کو عام کرنے کے ارادہ سے ملک کے شمالی سرسبز و شاداب حصہ کی طرف سفر کیا تو وہاں ہمارے ایک شیخ سے بخاری شریف کے رموز و حکم سے متعلق عجیب و غریب نوادر اور انوکھے قیمتی ہیرے جواہر حاصل ہوئے۔

اسی طرح عینی نے اپنی کتاب کشف[2] القناع المرنی میں ذکر کیا ہے کہ میں نے جلال الدین القونوی (۶۶۲) کی قبر کی زیارت قونیہ شہر میں کی جو بلادِ روم میں واقع ہے

---

[1] مدرسہ نوریہ دمشق میں سب سے پہلی حدیث شریف کی درسگاہ ہے، سلطان نور الدین زنگیؒ نے اس کو تعمیر کیا تھا حافظ ابو القاسم ابن عساکر اسکے شیخ الحدیث مقرر ہوئے، ابن عساکر ۵۷۱ھ ان کے فرزند قاسم کی وفات ۶۰۰ھ میں ہوئی، نیز ان کے بھتیجے زین الامناء ابن عساکر نے ۶۲۷ھ میں وفات پائی اس مدرسہ میں علم الدین برزالی وغیرہ نے درس دیا ہے اور اس وقت جامع مسجد ہے وہاں سلطان نور الدین زنگیؒ کی قبر ہے، رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً ۱۲

[2] کشف القناع المرنی عن مہمات الاسامی والکنی ۹۸ اس کتاب کی شیخ احمد خطیب نے تحقیق کر کے جامعہ الملک عبدالعزیز سے ایم، اے کی سند حاصل کی ہے۔

بدرالدین عینی کے علمی اسفار اور جو کچھ انھوں نے اس دور کے علمار سے مختلف علوم وفنون حاصل کئے ہیں اس کے بارے میں یہی مذکورہ معلومات ہم جمع کرسکے ہیں اور اس سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ عینی نے اس دور کی ثقافت میں کتنی مہارت حاصل کی، ان تمام اسفار میں عینی کے احوال مشقتوں کے برداشت کرنے میں دور اول کے طلبار کے احوال کے مطابق تھے۔ ہمارے سامنے تاریخ کی جو کتابیں ہیں وہ بتاتی ہیں کہ عینی کی مدرسہ برقوقیہ سے بعض فقہار کے حسد کے سبب علیٰحدگی کے بعد کافی آزمائش ہوئی، یہاں تک کہ شیخ الاسلام بلقینی کو عینی کی سفارش کرنی پڑی، عینی نے اس واقعہ کو کچھ تفصیل سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں۔

"میں نے یہ خدمت شیخ علار السیرمی کی وفات تک بہترین طریقہ سے انجام دی، مگر جب ان کی وفات ہوگئی تو میں نے وہاں سے نکل جانے کا ارادہ کیا، مگر جرکس خلیلی[1] رحمہ اللہ نے مجھے یہ کہہ کر روک لیا کہ جب دوسرا استاذ آجائیں تو آپ کو اختیار ہوگا، چنانچہ دو ماہ تک میں یہ خدمت انجام دیتا رہا یعنی علار الدین سیرمیؒ کی جگہ درس دیتا رہا، مگر بعض کم ظرف، کمینہ طبیعت خدام کو میرا یہ قیام ناگوار گذرنے لگا تو انھوں نے خلیلی کے سامنے اِدھر اُدھر کی باتیں پیش کیں، جس کے نتیجہ میں خلیلی کے ساتھ میرا محبت ومودت کا تعلق منقطع ہوگیا اور انھوں نے میری مدرسہ سے علیٰحدگی بلکہ مصر سے اخراج کا فیصلہ صادر کردیا، اس وقت شیخ العلامہ سراج الدین بلقینی رحمہ اللہ نے ان کو پیغام بھیجا کہ

---

[1] جرکس بن عبداللہ الخلیلی ناصری کی لڑائی میں مقتول ہوئے، ۷۹۱ھ، بڑے عاقل عارف باللہ باوقار شخص تھے، قاہرہ میں ان کے نام سے ایک سرائے موسوم ہے مکہ والوں پر خرچ کے لئے اس کی آمدنی وقف کی ہے، دیکھئے، السلوک لمعرفۃ دول الملوک للمقریزی ج ۲ ص ۶۸۵۔

مدرسہ سے علٰحدگی جو بعض شیاطین الانس کی ریشہ دوانی کے سبب ہوئی ہے وہ تو منظور ہے اور عینی خود اس سے قبل علٰحدگی چاہتے تھے مگر مصر سے اخراج، تو یہ ممکن نہیں، اس لئے کہ سلاطین کا شیوہ بڑے علماء کو باہر سے بلاکر اپنے ملک میں علم پھیلانے اور ان سے فوائد حاصل کرنے کا رہا ہے، اور تم لوگ علماء کو دور کرتے ہو، اور ان کو تنگ کرتے ہو — شیخ الاسلام کی اس تنبیہ کے بعد خلیلی نے اپنی بات معذرت کے ساتھ واپس لی۔"

عینی نے کنز الدقائق کی شرح کے مقدمہ میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ ان حالات میں دنیا باوجود اپنی وسعت کے ان پر تنگ ہوگئی تھی، اور ان کے سب عزیز دوست سب سے بڑے دشمن بن گئے تھے اور دنیا ان کو تاریک نظر آنے لگی، ان سب آزمائشوں کے باوجود فرماتے تھے۔

فانی ان کنت عند اللہ مرضیا	اگر میں اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ہوں
فانا راض، فخوض الناس بالقیل	تو لوگوں کی چہ میگوئیاں مجھ پر اثر انداز نہیں
والقال غیر نافذ ولا ماض "	ہوسکتیں۔

اس حادثہ کے بعد اور اس مخالفانہ فضا میں عینی قاہرہ میں زیادہ نہ ٹھہر سکے، کچھ مدت قیام کے بعد اپنے وطن عین تاب کی طرف مراجعت فرمائی، البتہ عینی نے قاہرہ واپس نہ آنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھا تھا، عین تاب کا یہ سفر اہل وعیال، رشتہ داروں کی ملاقات، اور پریشان طبیعت کو تھوڑی راحت پہنچانے کے لئے تھا، مگر عین تاب کی فضا بھی سازگار ثابت نہ ہوئی، اس لئے بہت جلد قاہرہ واپسی کا قصد کرلیا۔

عین تاب میں بے اطمینانی کا سبب دوسرے مؤرخین نے تو ذکر نہیں کیا مگر خود عینی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب وہ وطن واپس تشریف لائے تو جمعہ کے روز لوگوں کو

وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع فرمایا، ادھر ۷۹۲ھ میں منطاش اشرفی نے سلطنت برقوق کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا، اور نافرمانی کا اعلان کر دیا، بعض نواب ان کے ساتھ بغاوت کے لئے آ گئے، اور عین تاب کا محاصرہ کر لیا گیا، عینی شہر میں موجود تھے مگر انھوں نے بھاگنے کے بجائے شہر میں ہی قیام کا ارادہ کر لیا، مگر ان کے بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ یا تو دوسرے شہر چلے جائیں یا قلعہ میں داخل ہو جائیں، کیونکہ وہ جمعہ کے خطبہ میں سلطان ظاہر برقوق کے لئے دعائے خیر اور ان کے مخالفین دشمنوں اور منطاش کے لئے بددعا کرتے تھے، اور اس کی اطلاع منطاش کو پہنچ گئی تھی، منطاش کو یہ بھی باور کرایا گیا کہ اگر عینی نہ ہوتے تو عین تاب والے آپ کے ساتھ ہوتے، اور یہ کہ عینی آپ کیلئے روزانہ بددعا کرتے ہیں اور یہ کہا کرتے ہیں کہ منطاش نافرمان اور مفسدوں میں سے ہے جو واجب القتل ہے ، ان سب اطلاعات کے سبب منطاش نے ان کے قتل کی دھمکی دی تھی۔

شہر کے محاصرہ کے سبب عینی باہر تو نہیں نکل سکے مگر قلعہ میں داخل ہو گئے، عین تاب کا سقوط ہو گیا اور منطاش نے وہاں کے باشندوں کے ساتھ بھرپور انتقامی کاروائی کی، پھر قلعہ کا محاصرہ کیا مگر اسی دوران سلطان برقوق کا لشکر عین تاب پہونچ گیا، اور منطاش بھاگنے پر مجبور ہو گیا اور اس طرح قلعہ میں محصور لوگوں کی مصیبت دور ہوئی، یہ واقعہ ۷۹۳ھ کا ہے، اس کے بعد عینی اپنے بھائی احمد کے ساتھ حلب کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں سے مصر کا سفر فرمایا۔

مناصب و عہدے جس پر عینی فائز رہے

عینی بے سروسامانی کی حالت میں قاہرہ لوٹے وہ مختلف کاموں میں مشغول رہے نیز اکابر علماء کی خدمت میں آنا جانا ہوتا رہا خصوصاً امیر جکم من عوض

لہ یہ ایک شاہی اصطلاح ہے جو ایسے مملوک کو کہا جاتا تھا جس کا استاذ نا معلوم ہو اور سلطنت کے کسی امیر نے بطور شراء یا تربیت یا اپنے نام کی طرف اس زمانہ کی عادت کے مطابق منسوب نہ کیا ہو اس لئے ایسا غلام اس کے اس تاجر کی طرف منسوب ہوتا تھا جو اس کو مصر یا شام لایا ہے۔

امیر قلمطائی الدوادار،[1] اور تغری بردی القرذمی وغیرہ، پھر جب شوال ۸۰۱ھ میں سلطان ظاہر برقوق کا انتقال ہوگیا، تو ان کے دوستوں نے منصب احتساب پر قائم کروا دیا، چنانچہ ، رذی الحجہ کو ان کو یہ منصب تقی الدین مقریزی کی جگہ پر سپرد کیا گیا، اور یہ سب سے پہلا سرکاری عہدہ تھا جو ان کو ملا۔ مگر ہم ان کے سرکاری مناصب کے ذکر کرنے سے پہلے ان کی تعلیمی زندگی کے بارے میں کچھ عرض کریں گے۔

عینی نے اپنی باقی زندگی قاہرہ میں تصنیف و تالیف اور تدریس کے ساتھ حکومت کے مختلف شعبوں میں خدمت قبول کر کے پوری کی، چنانچہ انھوں نے ۸۱۹ھ میں جب مدرسہ مؤیدیہ[2] میں شعبۂ حدیث شریف کا افتتاح ہوا، حدیث شریف کا درس شروع کیا اور یہ درس حدیث ۸۵۵ھ میں ان کی وفات تک جاری رہا، اسی طرح مدرسہ محمودیہ[3] میں فقہ کے اسباق پڑھائے، کچھ مدت کے بعد یہ درس بدر محمود بن عبید اللہ الاردبیلی (۸۷۵ھ) کے سپرد کر دیا۔

عینی کے ان شاگردوں کے احوال کے مطالعہ کے ذریعہ جنھوں نے ان سے کسب فیض کیا ہم ان مضامین کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو عینی کے زیر درس رہے، علم حدیث میں انھوں نے بخاری شریف، مسلم شریف، مصابیح، شرح البخاری، علوم الحدیث کی بعض کتابیں پڑھائی، فقہ حنفی میں عینی کی اپنی شرح مجمع البحرین کا درس دیا، نحو میں شرح

---

[1] پہلے دال کے ضمہ یا فتحہ کے ساتھ، اس کا معنی بادشاہ کا کاتب ہوتا ہے، دَواۃ داری سے معرب ہے یعنی دوات رکھنے والا۔ دیکھئے الالفاظ الفارسیہ المعربۃ، جو سید ادی شیر کی کتاب ہے۔ [2] مؤیدیہ۔ اس کے بانی سلطان مؤید شیخ کی طرف منسوب ہے اس مدرسہ پر ۴ ہزار دینار صرف ہوئے اور وہ اس وقت مصر کی مشہور ترین مساجد میں ہے۔ [3] مدرسہ محمودیہ جو اس وقت جامع کردی سے مشہور رہے، اس کو ۷۹۷ھ میں امیر محمود بن علی الاستادار نے تعمیر کرایا اور وہاں درس کا انتظام کیا، اور وہاں ایک بے نظیر کتب خانہ قائم کیا، بانی کی قبر اسی مدرسہ میں موجود ہے۔ دیکھئے خطط توفیقیہ ۱۳۴، درر کامنہ ۹۷ ج ۵۔

شواہد کبریٰ، اور صغریٰ کا درس دیا، صرف میں تعریف العزیٰ، ادب میں مقامات حریری اور اس پر اپنے حواشی، اسی طرح بعض کتب تاریخ بھی پڑھائیں، بہت سے طلبہ نے آپ سے باقاعدہ پڑھا اور بعض کو اجازت مرحمت فرمائی، جنھوں نے اجازت طلب کی، رہے مناصب حکومت تو عینی نے حسبۃ، نظر الاحباس۔ قضاء کے عہدے سنبھالے یہ تینوں دینی منصب ہیں قلقشندی نے اپنی کتاب صبح الاعشیٰ میں ان تینوں عہدوں کی یوں تعریف لکھی ہے

حسبۃ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ایک مہتم بالشان اور بڑا منصب تھا جس کا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اور معیشت و کاریگری میں حد سے تجاوز کرنے والوں سے باز پرس کرنا تھا

الاحباس :- کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ بلند مرتبہ عہدہ ہے، جس کا موضوع مساجد، رباطین، خانقاہوں اور مدارس کی تنخواہوں، موقوفہ جائیدادیں سے مقرر کرنا یا بعض اوقاف کا صحیح انتظام کرنا ہوتا ہے اور اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ لیث بن سعد نے زمینوں کے چند قطعات خرید کر اس کو خیراتی کاموں کے لئے وقف کر دیا تھا جس کا نام دیوان الاحباس رکھا گیا، آج کل ہم اس شعبہ کو وزارۃ الاوقاف کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

قضاء القضاۃ :- کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا موضوع احکام شرعیہ میں گفت گو کرنا اور شرعی فیصلوں کو نافذ کرنا، مختلف فریقوں میں شرعی فیصلہ صادر کرنا اور قائم مقام قاضیوں کا تقرر کرنا وغیرہ اور یہ عہدہ دینی عہدوں میں سب سے بلند مرتبہ تھا۔

لیکن ان عہدوں پر بسا اوقات لوگ رشوت دے کر قابض ہو جاتے تھے جو شخص اس دور کے کتب تراجم کا مطالعہ کرتا ہے اس کو ایسے قاضیوں اور محتسبوں کے نام ملتے ہیں جو مال خرچ کر کے ان مناصب کو حاصل کرتے تھے، مثال کے طور پر شمس الدین الاسلمی

(۸۰۴ھ) دمشق کے منصب قضا پر ظاہر کی حکومت کے اواخر میں قرض کے مال سے رشوت دے کر اس عہدہ پر فائز ہوئے، کچھ مدت اس کام کو انجام دیا مگر کامیابی نہیں ملی، اسی طرح محمد الشاذلی (۸۱۰ھ) قاہرہ کے منصب حسبہ پر کئی مرتبہ بیبرس الدوادار کے ذریعہ رشوت دے کر فائز ہوئے، حالانکہ یہ شخص علم سے کورا تھا۔

شمس الدین الاخنائی (۸۱۶ھ) یہ فوج کے عہدہ نظارت پر ۷۹۶ھ میں دمشق میں بہت سا مال خرچ کر کے مقرر کئے گئے، عمر بن موسیٰ بن حسن السراج القرشی جو ابن الحمص (۸۶۱) کے نام سے معروف ہیں ۸۳۸ھ میں چار ہزار دینار کی رشوت سے دمشق کے منصب قضا پر آئے۔ عماد الدین بن القصاص نے نائب الشام نوروز پر کافی خرچ کیا تو اس نے ان کو قاضی مقرر کر دیا۔ جلال الدین بن بدر الدین بن مزہر مصر میں اپنے والد کی جگہ ایک لاکھ دینار دے کر مقرر ہوئے، حالانکہ یہ نوعمر تھے، ان کی عمر پندرہ سال سے زائد نہ تھی، اس سلسلہ میں آپ وہ تصریح پڑھیں جو علی بن داؤد صیرفی نے اپنی کتاب نزہۃ النفوس والابدان میں ۸۲۳ھ کے واقعات کے ضمن میں کی ہے، وہ لکھتے ہیں۔

" رہا حسبہ کا عہدہ تو جب وہ خالی ہوا تو بعض نے رشوت اور غلط وعدے کر کے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کی، تو سلطان نے کہا اس عہدے کے اصل مالک عنقریب آنے والے ہیں (سلطان کی مراد صاحب وظیفہ سے علامہ عینی تھے جو سلطان کی طرف سے بطور سفیر بلاد قرمان گئے تھے جہاں سے سلطان کو قریب میں ان کی آمد کے متعلق ان کا ایک اطلاعی خط ملا تھا) جب ابن بارزی[۱] نے سلطان کا یہ جواب سنا تو اس پر بہت ہی شاق گذرا، پھر اس نے متعلقین سلطان سے کسی ایسے آدمی کا پتہ لگانے کے

---

[۱] ان کا نام محمد بن محمد بن عثمان بن البارزی ناصر الدین ہے، ۷۶۹ھ میں پیدا ہوئے اور مختلف عہدوں پر فائز رہے اور سلطنت مؤیدیہ کے مدار المہام رہے، ان کے انتقال کے بعد ان کے گھر سے کافی مال برآمد ہوا سلطان نے اس کے اکثر حصہ کو اپنی ملکیت میں لے لیا، م ۸۲۳ھ، الضوء اللامع ص ۱۳۷ ج ۹

بارے میں کہا جو بادشاہ سے اس کو یہ وظیفہ دلانے کے بارے میں کوشش اور سفارش کر سکے، تو بعضوں نے ابراہیم بن حسام جندی کا پتہ دیا، ابن بارزی نے ابراہیم سے کہا آپ مجھے حسبۃ کا عہدہ دلانے کے لئے کوشش کریں تو اس نے ابن بارزی کی طرف سے کوشش کی، ابن بارزی نے اس کو دوسو دینار دیئے، اور بادشاہ کیلئے بھی ایک ہزار دینار کا چیک لکھدیا، اس طرح ابن بارزی نے ابراہیم کی مدد سے پھر کوشش کی، سلطان نے پھر وہی جواب دہرایا تو ابراہیم نے یہ کہہ کر سفارش کی کہ عینی کو طویل استراحت کی ضرورت ہوگی، جب وہ آرام کرلیں گے تو اس کے بعد ہم پھر انھیں یہ عہدہ سپرد کردیں گے، یہ سنکر سلطان چپ ہوگیا، خاص طور پر جب رشوت دیئے جانے کے متعلق سنا، اس طرح پھر ابن بارزی کو ۲۰ رجب المرجب جمعرات کے بعد محتسب مقرر کیا۔"

مگر بدرالدین عینی کے بارے میں کہیں یہ تذکرہ نہیں آیا کہ کسی منصب کے لئے رشوت دے کر اسے حاصل کرنے کی سعی کی ہو، حالانکہ عینی حسبۃ، قضا اور الاحباس کے عہدوں پر کئی مرتبہ مقرر ہوئے، اور کئی مرتبہ معزول بھی ہوئے، نیز ان سے پہلے کسی شخص کو ایک ساتھ یہ مناصب نہیں ملے۔

عینی جیسا علم وصلاح و دیندار گھرانے میں پروردہ عالم دین واخلاق کے خلاف کس طرح مال دے کر ان عہدوں پر پہنچنے کی سعی کرتا، عینی خود فرماتے تھے

"وھذہ ثلمۃ فی الاسلام وما ذالک الا من اشتراط الساعۃ وقد لعن صاحب الشرع الرشاۃ فی الامور الدینیۃ۔"

(ترجمہ) رشوت ستانی اسلام میں ایک رخنہ ہے، اور یہ چیز قیامت کی نشانی ہی ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی کاموں میں رشوت بازوں پر لعنت فرمائی ہے اور اگر عینی رشوت دے کر ایسے مناصب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تو

ابن حجر اور مقریزی جیسے معاصرین جن کی عینی کے ساتھ معاصرانہ منافست تھی قطعاً خاموش نہ رہتے اور یقیناً ان حضرات کو عینی کی قدر گھٹانے اور طعن کرنے کا موقع ہاتھ آجاتا۔

عینی سب سے پہلے ۸۰۱ھ میں منصب حسبہ پر مقریزی کی جگہ پر مقرر ہوئے، جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے، پھر ایک ماہ بعد معزول ہوئے اور سب سے آخر میں ۸۴۶ھ میں تقرر ہوا ۸۴۷ھ میں الگ کیے گئے۔

الاحباس کے منصب پر سب سے پہلے ۸۰۴ھ میں مقرر ہوئے اور اسی سال علیحدہ ہوئے، پھر ۸۱۹ھ میں دوبارہ تقرر ہوا اور ۸۵۳ھ تک اس پر قائم رہے۔

اور قضا کا عہدہ دو مرتبہ ملا، پہلا ۸۲۹ھ سے ۸۳۳ھ تک اور دوسری بار ۸۳۷ھ سے ۸۴۲ھ تک۔ ذیل کا نقشہ ان کے مناصب پر تقرر و عزل کو بتاتا ہے۔

۸۰۱ھ یکم ذوالحجہ، حسبہ کے عہدہ پر مقریزی کے عوض میں تقرر ہوا

۸۰۲ھ ۲ر محرم الحرام، جلال الدین هنبدی کے حق میں اس کو چھوڑ دیا

۸۰۲ھ ۱۴ر ربیع الآخر، پھر اس منصب پر تقرر ہوا

۸۰۲ھ ۱۶ر جمادی الآخر، خود مستعفی ہو گئے اور یہ عہدہ مقریزی کو دیا گیا

۸۰۳ھ ۱۴ر ربیع الآخر۔ ابن البجانسی کی جگہ پر پھر عینی کا تقرر اسی عہدہ پر ہوا

۸۰۳ھ ۷ر جمادی الآخر۔ ابن البجانسی کو سپرد کر دیا گیا

۸۱۹ھ ۵ر محرم الحرام۔ دوبارہ تقرر ہوا

۸۱۹ھ ۱۴ر ربیع الآخر۔ محمد بن شعبان[1] کے حق میں چھوڑ دیا

۸۲۵ھ ۱۲ر شعبان۔ عینی کو صدر الدین بن عجمی[2] کی جگہ پھر مقرر کیا گیا

---

[1] محمد بن شعبان ولادت ۷۸۰ھ جو اخلاق سے بالکل کورے تھے، تقریباً ۲۰ مرتبہ سے زائد رشوت دے کر حسبہ کے عہدے پر فائز ہوئے م ۸۴۳ھ۔ — [2] احمد بن محمود بن محمد القیصری ابن عجمی سے معروف ہوئے ولادت ۷۷۷ھ حسبہ جیسے چند عہدوں پر فائز ہوئے جیسے حسبہ، نظر الاحباس، نظر الجیش اور شیخونیہ کی صدارت وغیرہ م ۸۳۳ھ۔ الضوء اللامع ج ۲ ص ۲۲۳۔

۸۲۹ھ	۱۱ر محرم الحرام	اینال الششمانی[1] کے حق میں ترک کر دیا
۸۳۳ھ	۱۴ر ربیع الآخر	پھر عینی کو سپرد کیا گیا
۸۳۵ھ	یکم رجب	مستعفی ہو گئے اور ان کی جگہ پر بدرالدین ابن نصر اللہ[2] کا تقرر ہوا۔
۸۴۴ھ	۷ر ربیع الآخر	پھر اس عہدہ پر تقرر ہوا۔
۸۴۵ھ	۳ر ربیع الآخر	علی یار الخراسانی[3] کے حق میں مستعفی ہوئے
۸۴۶ھ	۲۹ر شوال	علی یار الخراسانی سے پھر ان کے پاس منتقل ہوا۔
۸۴۷ھ	۱۲ر صفر	علی یار خراسانی کو سپرد کیا گیا۔

اس نقشہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ منصب حسبہ پر عینی کے بار بار تقرر کے باوجود اس پر زیادہ مدت قائم نہ رہ سکے، اس منصب پر زیادہ تر مدت ایک سال تک رہتے تھے، ان کا اس منصب پر طویل دور ۸۲۵ھ تا ۸۲۹ھ رہا ہے۔ مگر نظر الاحباس کے محکمہ پر مسلسل ۲۴ سال فائز رہے، البتہ قاضی القضاۃ کے عہدہ پر دوبار تقرر ہوا پہلی بار ۴ر سال تک اور دوسری مرتبہ تقریباً ۷ر سال۔

حسبہ کی محکمہ میں بار بار کی تقرری اور علیحدگی کا سبب یہ ہے کہ اس کا تعلق عوام الناس کے معاشی انتظام اور ان کی مشکلات کے حل کے ساتھ ہے اور عوام کی تنقید ول سے بہت کم لوگ بچ سکتے ہیں اس لئے صرف عینی ہی نہیں بلکہ جو بھی اس عہدہ پر فائز ہوتا

---

[1] اینال الششمانی الناصری حسبہ کے عہدہ پر کئی سال فائز رہے اور حکومت کے دیگر مناصب پر بھی رہے، ۸۵۱ھ میں وفات پائی۔ الضوء اللامع ج ۲ ص ۲۲۷۔

[2] بدرالدین حسن بن نصر اللہ بن حسن الفوی قاہرہ میں پرائیویٹ سکریٹری اور لشکر کے نگراں رہے نیز حسبہ کے عہدہ پر بھی فائز رہے، علم و دین میں معروف نہیں تھے، م ۸۴۲ھ، النجوم الزاہرہ ۱۵/۱۹۲

[3] علی بن نصر اللہ العجمی الخراسانی الطویل جو قاہرہ کے محتسب تھے، بڑے بد اخلاق و بد باطن تھے، حسبہ کے عہدے پر فائز ہوئے اور اس میں بدترین نمونہ چھوڑا۔ م ۸۶۲ھ نجوم الزاہرہ ۱۶/۱۹۴

وہ زیادہ مدت قائم نہ رہ سکتا تھا اس کو یا تو عوام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے معزول کیا جاتا یا وہ خود مشکلات سے تنگ ہو کر چھوڑ دیتا، اس زمانہ کی تاریخ پر نظر ڈالنے والے کو اس کی تصدیق ہو جائے گی۔

عینی کا مدرسہ

عینی نے اپنی تصنیفات کے علاوہ مدرسہ بھی یادگار چھوڑا ہے جس کی عمر جامع ازہر کی عمر کے قریب ہے۔ عینی جامع ازہر میں نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ اس کا وقف کنندہ سبّ صحابہ کا قائل رافضی تھا، عینی نے اپنا مدرسہ ۸۱۴ھ کے اوائل رمضان المبارک میں شروع کیا، اور بہت سی کتابیں اس مدرسہ کے طلبہ کے لئے وقف کر دیں، اس مدرسہ کی امامت کے منصب پر حسن بن قلقیلۃ الحنفی (۸۲۰) اور اس کے خطیب محمود بن عمر القرمی (۸۲۵) رہ چکے ہیں۔ یہ مدرسہ طلبار کا ماوی رہا ہے اور آج تک اس میں بعض ازہری علمار تعلیم دے رہے ہیں، اب یہ مدرسہ مسجد میں بدل چکا ہے۔

عینی اپنی آخری عمر میں معاشی تنگی میں مبتلا ہو گئے تھے چنانچہ وہ اپنی غیر موقوفہ کتابیں و دیگر مملوکہ اشیار فروخت کرتے رہے، اور ان کتابوں میں جو باقی رہ گئی تھیں اس کو دار الکتب المصریہ میں منتقل کر دیا گیا۔

وفات

عینی ۹۳ سال کی عمر تک زندہ رہے، اس طویل عمر میں باوجود دیگر مشاغل کے وہ تصنیف و تالیف اور تدریس کے کاموں میں مشغول رہے، ان کی وفات منگل کی شب ۴ ذوالحجہ ۸۵۵ھ میں ہوئی، جامع ازہر میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور اپنے ہی مدرسہ میں مدفون ہوئے۔[1]

---

[1] کچھ مدت کے بعد ان کے پہلو میں شارح بخاری علامہ قسطلانی بھی ۹۲۳ھ میں مدفون ہوئے۔ الکواکب السائرہ۔ ج ۱ ص ۱۲۷۔

علینی کے بارے میں علماء کی رائیں

بہت سے علماء نے علینی کی تعریف کی ہے، مثلاً ابن تغری بردی نے فرمایا۔

"(علینی) بہت سے علوم میں ماہر تھے، خصوصاً فقہ، اصول فقہ، صرف ونحو اور لغت اس کے علاوہ دیگر علوم میں بھی بہترین واقفیت رکھتے تھے نادرۂ روزگار اور شیریں بیان تھے ملک ظاہر کے علاوہ بادشاہوں اور امراء کے منظور نظر تھے، معقول ومنقول میں وسیع معلومات رکھتے تھے حاسد کے علاوہ کوئی ان کی تنقیص نہیں کرسکتا۔"

لیکن ابن تغری بردی نے اپنی کتاب حوادث الدہر میں لکھا ہے کہ علینی کا کبرسنی میں حافظہ خراب ہوگیا تھا، اسی لئے وہ وہم وخطار میں مبتلا ہوجاتے تھے۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں:

"وكان اماماً عالماً علامةً عارفاً بالتصريف والعربية وغيرها حافظاً للتاريخ واللغة كثير الاستعمال لها ومشاركا في الفنون لا يمل من المطالعة والكتابة"

آپ امام، عالم، علامہ تھے، فن صرف، فن عربیت اور دیگر فنون سے واقف تھے تاریخ اور لغت کے حافظ تھے، لغت کا بکثرت استعمال کرنے والے اور دیگر بہت سے فنون کا ذوق رکھنے والے تھے مطالعہ اور کتابت سے کبھی نہ اکتاتے تھے۔

ابن خطیب الناصریہ سے منقول ہے۔

"هو امام فاضل مشارك في علوم وعنده حشمة ومروءة وعصبية وديانة"

وہ ایک فاضل امام کئی علوم کا ذوق رکھنے والے تھے، ان میں عزت ووقار، انسانیت عصبیت، اور دینداری تھی۔

ابن ایاس الحنفی فرماتے ہیں۔

كان علامة نادرة فى عصره عالماً فاضلاً. له عدة مصنفات جليلة. وكان حسن المذاكرة، جيد النظم، صحيح النقل فى التواريخ وكان رئيساً حشماً۔	آپ اپنے وقت کے علامۂ نادر، عالم، حافظ فاضل تھے، آپ کی جلیل القدر تصنیفات ہیں، آپ اچھے مباحث، عمدہ نظم کہنے والے، تاریخ میں صحیح روایت والے، پروقار رئیس صفت انسان تھے۔

نیز متاخرین میں احمد بن مصطفےٰ جو طاش کبریٰ زادہ سے مشہور ہیں فرماتے ہیں۔

وكان اماماً، عالماً، علامة عارفا بالعربية والتصريف وغيرهما حافظاً للغة كثير الاستعمال بحواشيها۔

ابو المعالی الحسینی فرماتے ہیں

وهو الامام العالم العلامة الحافظ المتقن المنفرد بالرواية والدراية، حجة الله على المعاندين وايته الكبرى على المبتدعين ۔	آپ امام، عالم، علامہ، حافظ، متقن، روایت اور درایت میں یکتا، معاندین کے خلاف اللہ کی حجت اور مبتدعین کے خلاف اسکی ایک نشانی تھے۔

اسکے بعد فرماتے ہیں:

وبالجملة كان رحمه الله من مشاهير عصره علماً وزهداً وورعاً، وله اليد الطولى فى الفقه والحديث، وقد اسف المسلمون على فقده ۔	مختصراً یوں سمجھئے کہ آپ اپنے زمانہ کے علم و زہد کے مشاہیر میں سے تھے، آپ پرہیزگار، فقہ و حدیث میں دسترس رکھنے والے تھے، مسلمانوں نے ان کی وفات پر افسوس کیا۔

عربی شاعر نواجی نے کہا:۔

لقد حزت يا قاضى القضاة مناقباً ٭ يقصر عنها منطقى وبيانى

واثنی علیك الناس شرقاً و مغرباً ⁂ فلا زلت محموداً بکل لسانی

اے قاضی القضاۃ آپ نے بہت سے مناقب حاصل کرلئے ہیں، جس کے بیان سے میری زبان و بیان قاصر ہے۔ مشرق و مغرب میں لوگ آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، آپ ہر زبان میں ہمیشہ محمود ہیں۔

جہاں بہت سے علماء نے ان کی تعریف کی، بعضوں نے آپ پر جرح و تنقید بھی کی ہے، ہم اس کو "ہمعصروں سے تعلقات" کے باب میں ذکر کریں گے۔

فصل دوم

عینی کی تالیفات

علامہ عینی کی معلومات و ثقافت، تدریس و تعلیم اور تالیفات ان کے دور کی ثقافت کی نمائندگی کرتی ہیں، وہ دور کثرت تصانیف و تالیفات کا دور تھا، چنانچہ عینی کی تالیفات بھی بہت ہیں، ان کی تالیفات کا عمومی رنگ اپنے دور کے رواج کے مطابق شرح و اختصار ہے۔ سخاوی فرماتے ہیں۔

وصنف الکثیر بحیث لا اعلم بعد شیخنا اکثر تصانیف منہ[1] اور ان کی تصانیف کا ذکر کرنے کے بعد لکھا" وما لا انہض لحصرہ" تو جب ان کے معاصر ان کی تصنیفات کے استقصار سے تھک گئے تو بعد والوں کے لئے اس کا شمار دشوار ہی ہوگا، البتہ میں نے کوشش کی ہے کہ ان کی تصانیف میں سے بڑی تعداد کو کتب تراجم و تاریخ اور مخطوطات کی فہرستوں اور عینی کی اپنی کتاب "کشف القناع المرنی" کو سامنے رکھ کر جمع کر دوں۔

علامہ عینی جید الخط اور سریع الکتابۃ مصنف تھے، مشہور ہے کہ انھوں نے فقہ

---

[1] سخاوی نے اگر اکثر سے مراد عدد کی کثرت لی ہے تو انھوں نے قاسم بن قطلوبغا کی تصانیف کا عدد الضوء اللامع میں ۱۸۰ شمار کرایا ہے، اور علامہ عینی کی تصنیفات اس عدد تک نہیں پہنچیں اور کثرت سے مراد مؤلفات کی ضخامت ہے تو عینی کی کتابیں اس اعتبار سے واقعی بڑی ہیں۔

حنفی کی معروف کتاب قدوری ایک رات میں مکمل لکھ ڈالی، ان کے مسودات کی تبییض کی ضرورت نہیں رہتی تھی۔ انھوں نے نظم ونثر دونوں میں طبع آزمائی کی ہے مگر نظم کا حصہ نثر کے مقابل تھوڑا ہے، بلکہ ان کی بعض نظموں پر نقد بھی کیا گیا ہے۔ انھوں نے سلطان مؤید کی سیرت منظوم لکھی تو ابن حجرؒ نے اس کے بہت سے اشعار کو تنقید کا نشانہ بنایا، بہرحال ابن تغری بردی کے قول کے مطابق کہ ان شعرہ لیس بقدر علمہ ۔ اور بقول سخاوی منہ المقبول ومنه غیر المقبول ۔ اور بقول سیوطی اما نظمه فنحط الی الغایة وربما یاتی به بلا وزن۔ حق یہ ہے کہ ان کی بعض نظمیں مقبول ہیں اور بعض غیر مقبول۔

عینی پر ایک نقد یہ کیا گیا ہے کہ وہ بعض مرتبہ ایسے غیر مانوس الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ شاید اس میں سے ایک کلمہ بھی سمجھ میں نہیں آسکتا، یہ بات ایک حد تک صحیح ہے مگر ایسا کلام بہت تھوڑا ہے۔ عینی نے اپنی کتابوں کے مقدمہ میں غیر مانوس وغیر مستعمل الفاظ لکھے ہیں جیسا کہ الردّ الوافر کی تقریظ میں ابن تیمیہ کی مذمت کرنے والوں کے بارے میں لکھا۔

لیس لهم سجیة نقّادة ولا رَوِیّة وقّادة وماهم الا صَلْقَعٌ بَلْقَعٌ سَلْقَعٌ، والمکفر منهم صَلْمَعَةُ بن قَلْمَعة، وهیان بن بیان وهی بن بی وضلّ بنُ ضل .... الخ "

اسی طرح اپنی کتاب فرائد القلائد کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

حمدًا ناصعًا ضافیًا شرجعًا شعلعًا وشکرًا هامیًا سامیًا مکمیًا شَبذ عَالمن اما می رباع المجدین دفعة وترفعًا بکل کایع لیس ضعضعًا ولا فعفعًا... الخ

صاحب " روضات الجنات " نے مذکورہ بالا عبارتیں نقل کی ہیں اور اس پر

پہ تعقب کیا ہے۔

" وھو کما تری یشبہ کلام المجانین والسفھاء وارباب الھزل والھجاء دون اصحاب المعرفۃ باللغات والمعدودین فی زمرۃ البلغاء..."

مگر صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوانساری مصنف " روضات الجنات " جو شیعی ہے عینی سے انتقام لینے کے لئے ایسی سخت بات لکھ رہا ہے، کیونکہ عینی ازہر کے وقف کنندہ کے رافضی ہونے کے سبب اس میں نماز مکروہ کہتے تھے، اس لئے موقع پا کر اس نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔

البتہ یہ حقیقت ہے کہ اس قسم کے الفاظ کے استعمال کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ نثر کی گھٹیا قسم ہے۔

سخاوی نے عینی پر ایک نقد یہ کیا ہے کہ ان کی تحریروں میں بعض اسماء ساقط ہو جاتے ہیں اور بعض کلمات بھی غلط ہو جاتے ہیں۔ اس پر تقی الدین التمیمی نے سخاوی کو جواب دیا ہے کہ

لیس ھذا فی شان العینی مما یعاب بالنظر الی کثرۃ مؤلفاتہ التی لو کتبھا السخاوی من الاصول الصحیحۃ المقابلۃ المضبوطۃ لوقع فی خطہ مالا یحصی من ھذا القبیل وکتابہ الضوء اللامع الذی علیہ خطہ وقع فیہ مالا یحصی من ھذا النوع فان الانسان محل النسیان والقلم لیس بمعصوم من الطغیان، فکیف بمن جمعھا من اماکنھا المتفرقۃ وضم شواردھا المتحرفۃ، ولیس کل کتاب ینقل منہ المصنف ویروی عنہ مبرأ من السقم سالما من العیب محفوظا لہ عن ظھر الغیب حتی یلام علی خطئہ ویوخذ علی تقصیرہ وقد وقفت علی کتاب للبدر الزرکشی وما ادراک ما البدر الزرکشی؟ بخطہ سماہ عقود الجمان، لم تخل منہ

صفحة عن تصحیف ولا حروف ورقة منه عن تحریف وکان هو ایضا کالبدر
فی سرعة الکتابة، ولو روجع کل منهما فیما وقع لہ من ذلک لعلم صوابہ
من خطئہ وصحتہ من سقمہ بادنی لمحة منہ، ولکنہ حملہ علی ذلک
التعصب الذی تلقاہ عن شیخہ الحافظ ابن حجر فی حق البدر العینی

علامہ کوثری نے تمیمی کا کلام عمدۃ القاری کے مقدمہ میں نقل کیا ہے اور مزید لکھا ہے۔ ولو وقف علی کتاب الزرکشی المذکور لأتی عنہ باجوبۃ شتی واعذار مختلفۃ ورحم اللہ الجمیع فانهم کانوا جامعین لشمل العلم۔

اور حقیقت یہ ہے کہ مذہبی تعصب کے سبب بہت سے مصنفین علماء نے اپنی تاریخ اور تراجم میں اپنے مخالف مذہب ومسلک علماء پر نقد کیا ہے، اگر یہی غلطی اپنے ہم مسلک سے ہوتی تو اس کی تاویلیں کی جاتیں اور جوابات دیئے جاتے اور اس غلطی سے تاریخ وتراجم کی شاید ہی کوئی کتاب خالی ہو، اس لئے محقق کا کام یہ ہے کہ کسی آدمی کے طعن کو دوسرے علماء کی رائے معلوم کئے بغیر قبول نہ کرے بلکہ اس کو چاہئے کہ مدح وطعن کے اسباب کو معلوم کرے،

عینی کی تالیفات کی کثرت کے باوجود ان کے مقدمات ایک دوسرے سے کافی مشابہ ہیں، چنانچہ بعض مقدموں میں وہ زمانہ کی شکایت ومصائب وآلام اور دشمنوں کے حسد اور ریشہ دوانیوں کا شکوہ کرتے ہیں تو بعض میں وہ رواجی باتیں تحریر کرتے ہیں کہ اس کتاب کی تالیف کا سبب بعض تلامذہ کا اصرار ہوا کہ فلاں فن میں ایک کتاب لکھی جائے یا اس کی شرح واختصار کیا جائے، اور عینی اپنے زیادہ تر مقدموں میں ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ کتاب پر انصاف کی نظر ڈالیں اور اگر اس میں کچھ نقص ہو تو اصلاح فرمادیں فان للجواد کبوۃً وللعالم زلۃً۔

اور یہ معلوم ہو جانے پر کہ دوسرے کی رائے درست ہے اور وہ غلطی پر ہیں تو

اس کو قبول کر لیتے تھے، اور یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عینی کشادہ قلب تھے جو حق کی طرف رجوع کرنے اور اس کو اختیار کرنے میں کوئی جھجھک محسوس نہ کرتے۔

اس کی تائید میں ہم اس قصہ کو نقل کر سکتے ہیں جو سخاویؒ نے محمد بن زین بن محمد ابو عبداللہ الطفدائی (م ۸۴۵ھ) کے ترجمہ میں لکھا ہے، انھوں نے ایک شعر کہا جس کا یہ مفہوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کفار کے کفر پر راضی ہیں، عینی نے اس کو ناپسند کیا اور ان سے رجوع کرنے کے لئے کہا، محمد بن زین نے کہا کہ علمار کا ایک گروہ عباد سے مومنین مراد لیتے ہیں، اور اس کو نوویؒ نے بھی الاصول والضوابط میں ذکر کیا ہے، چنانچہ تفسیریں منگوا کر دیکھا گیا تو حق ان کے ساتھ تھا، عینی نے قبول کر کے ان کا اکرام و اعزاز کیا، وہ شعر یہ ہے

ویرضی لاھل الکفر کفرا وان اَبَوْا ؛ وما کان مقدورا فلو یمحا الحذر

عینی کی شروحات چاہے وہ حدیث شریف کی ہوں یا اور کسی کتاب کی مضامین کو بہترین طریقہ سے جمع کرنے اور حسن ترتیب و تنسیق میں ممتاز ہوتی ہیں۔

ان کی کتاب پڑھنے کے بعد قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ اب اس کو کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے، نیز وہ کتاب کے شروع میں ماخذ اور جن سے اجازت ملی ہے اس کا بھی تذکرہ کر دیتے ہیں، احادیث احکام کی شرح کے وقت عینی کی مذہبی شخصیت کا مکمل ظہور ہوتا ہے، خصوصاً مسائل فقہ میں اپنے مسلک کی ترجیح میں زیادہ زور لگاتے ہیں اور متاخرین میں بہت کم لوگ اس عادت سے خالی ہوں گے علامہ عینی کی مطبوعہ کتابیں کم اور غیر مطبوعہ زیادہ ہیں، اسی طرح ان کی موجودہ کتب سے گم شدہ کتابوں کی تعداد زیادہ ہے۔

میں نے ان کی کتابوں کو تین طرح تقسیم کیا ہے۔

۱ :- مطبوعات

۲ :- وہ مخطوطات جس کا عالمی کتب خانوں کی فہرستوں میں ذکر ہے۔

(۳) وہ کتابیں جن کا مخطوطات کی فہرستوں میں ذکر نہیں ہے۔

مطبوعات کے سلسلہ میں تو کتاب کے سنہ طباعت اور اس کے مقام کا صرف ذکر کر دیا گیا ہے اور باقی دونوں قسموں میں اس کا بھی ذکر کیا ہے کہ عینی کے حالات لکھنے والوں میں کس نے اس کا ذکر کیا ہے اور اگر وہ مخطوطہ ہے تو کس جگہ پر پایا جاتا ہے۔

مطبوعہ کتابیں

اب ہم سب سے پہلے مطبوعات کا ذکر کریں گے۔

(۱) مقاصد النحویۃ فی شرح شواھد شروح الالفیۃ جو شواہد کبری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کتاب قاہرہ میں بغدادی کی خزانۃ الادب کے حاشیہ پر مطبع امیر بولاق سے ۱۲۹۹ھ میں چھپی ہے

یہ کتاب الفیہ کی شروحات کے شواہد کی شرح ہے، اور یہ شروحات ابن ناظم[1] ابن ام قاسم[2]، ابن ہشام[3] اور ابن عقیل[4] کی ہیں، عینی نے ان شواہد کا استخراج کر کے اس کے لغات کی تحقیق کی اور معانی بیان کئے اور ترکیب بتلائی ، اور ان میں اگر کوئی ابہام تھا تو اس کو دور کرنے کی کوشش کی ہے، اشعار کے قوافی اور ان کے اوزان

---

[1] محمد بن محمد بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن مالک صاحب الفیۃ کی اولاد میں ہیں، وہ فن نحو، بیان ومعانی، بدیع اور عروض میں امام تھے اپنے والد کی الفیۃ اور کافیہ، لامیہ کی شرح کی ۶۸۶ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ بغیہ الوعاۃ ج ۱ ص ۲۲۵۔

[2] حسن بن قاسم بن عبد اللہ بن ام قاسم سے معروف ہوئے، ام قاسم نے ان کو متبنی بنایا تھا اسی کی طرف یہ منسوب ہوئے، عربی زبان وغیرہ علوم میں ماہر ہوئے اور الفیہ و تسہیل کی شرح کی۔ م ۷۴۹ھ، درر کامنہ ج ۲ ص ۱۱۶۔

[3] عبد اللہ بن یوسف المصری عربی زبان میں مہارت حاصل کی اور اپنے دور کے علماء پر سبقت لے گئے ایک عظیم تعداد نے ان سے استفادہ کیا، و ۷۰۸ھ م ۷۶۱ھ، درر کامنہ ج ۲ ص ۴۱۵

[4] عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عقیل العقیلی جو قاضی القضاۃ تھے، عربی زبان میں کمال پیدا کیا، الفیۃ اور تسہیل کی شرح لکھی، م ۷۶۹ھ، درر کامنہ ج ۲ ص ۲۶۳۔

کے ذکر کے ساتھ حسب امکان اس کے قائل کا تعین کی ہے۔ اور ہر شعر کے شروع میں ایسے رموز لکھ دیئے ہیں جو اس کے قائل پر دلالت کرتے ہیں۔ عینی فرماتے ہیں

ثوانی بینت نسبة کل بیت	پھر میں نے ہر شعر کو اس کی طرف منسوب
الی من ذکرہ فی تالیفه	کیا جس نے اپنی تالیف میں اس کو ذکر کیا
برمز حرف من اشهر	ہے اس کے نام کے مشہور حروف میں سے
حروفه فان اتفقت الاربعة	کسی ایک حرف کا رمز دے کر پھر اگر چاروں
علی ذکر بیت منها رمزت	نے کسی شعر کو یکساں طور پر بیان کیا ہے تو اس
علیه هکذا (ظقهع) فالظاء	پر یوں (ظقہع) رمز لگایا، ظا ابن ناظم
لابن الناظم والقاف من ابن	کے لئے، قاف ابن ام قاسم کے لئے اور ہا
ام قاسم، والهاء من ابن	ابن ہشام کے لئے، اور عین ابن عقیل الامام کیلئے
هشام، والعین من ابن عقیل الامام	اور اگر ان میں سے کوئی بھی تین یا دو نے
وان کانت الثلاثة او الاثنان	ذکر کیا ہے تو اس کو بیان کیا اور ان کے
منهم مطلقا ذکرته ورمزت علیه	ناموں کو یوں رمز دیئے (ظقہ، ظقع، ظعن
علیه هکذا (ظقه وظقع وظهن	ظن، ظع، قہ، قع، ہع، اور اگر ان
وظن وظع، وقه، وقع وهع) وان	میں سے کسی نے منفرداً ذکر کیا ہے تو اس کا
انفرد واحد منهم رمز رمزہ المعاین	خاص متعین رمز ذکر کیا تاکہ متعین طور پر معلوم ہو جائے
لیعلو کل واحد منهم ویتبین"	

اس میں کوئی شک نہیں کہ عینی نے اس شرح میں بہت محنت کی ہے، اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا اس کو صاف محسوس کرسکتا ہے، چنانچہ وہ سب سے پہلے شعر ذکر فرماتے ہیں اور جس قصیدہ کا یہ شعر ہے اس کے بعض اشعار ذکر کرنے کے بعد مکان استشہاد کی طرف اشارہ کرتے ہیں، شاعر کی صحیح نسبت و نام کے ساتھ تعیین فرماتے

ہیں، اور اگر اس کی نسبت میں اختلاف ہو تو اس کو بھی بیان کرتے ہیں۔
اور شعر کا وزن اور وہ کس بحر سے ہے، اس میں کوئی کمزوری ہے تو اس کو بھی ذکر کرتے ہیں، پھر الفاظ شعر کے اختلاف کو واضح کرکے صحیح لفظ کی ائمہ لغت کے اقوال سے استشہاد کرکے تعیین کرتے ہیں، پھر شعر کی ترکیب بیان کرکے مکان استشہاد کا ذکر کرتے ہیں۔

اور یہ باتیں غیر ضروری طوالت کے بغیر کرتے ہیں، اور یہ چیز مصنف کی وسعت معلومات اور فن پر دسترس پر دلالت کرتی ہے، یہ کتاب لفظی تعقید اور غیر مانوس واجنبی الفاظ کے استعمال سے بھی مبرّا ہے، حتی کے مقدمہ بھی سجع کے تکلف سے خالی ہے۔

یہ کتاب بعد والے مصنفوں کے لئے مرجع بن گئی، بغدادی اپنی کتاب خزانۃ الادب کا مرجع اسی کو بناتے ہیں اور محمد بن محمد بن احمد المارداني (۹۰۷ھ) نے شرح شواہد التوضیح کی تجرید کی ہے۔

بعضوں نے اس کتاب پر نقد کرکے عینی کی گرفت بھی کی ہے، ان کے ایک شاگرد نے ان کے سامنے یہ کتاب پڑھی اور بہت سی اصلاحات کیں، اور سیوطی نے ایک کتاب "نکت علی شرح الشواہد" کے نام سے لکھی ہے۔

ڈاکٹر یوسف الضبع نے مجلہ کلیۃ الشریعہ مکہ مکرمہ میں اوہام فی الشواہد کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے، جس میں شواہد کے بعض اوزان پر استدراک کیا ہے اور اس میں بیس شعر ذکر کئے ہیں اور لکھا ہے کہ عینی نے ان اشعار کی بحور کی نسبت میں غلطی کی ہے اور بعض جگہ خاموشی اختیار کی ہے۔

ڈاکٹر یوسف نے حاشیہ صبان پر چھپی کتاب پر اعتماد کرنے کا ذکر کیا ہے۔ مگر ناقابل اعتبار منتخب کتاب پر اعتماد کرنے کے سبب کاتب مقالہ نے بہت سی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے (مصنف نے ان غلطیوں کے نمونے پیش کیے ہیں) اس کے بعد تحریر

فرماتے ہیں، ان تنقیدوں اور اصلاحوں کے باوجود آج تک یہ کتاب سند کا درجہ رکھتی ہے، اور عینی نے اس کتاب کے مقدمہ میں بلکہ اپنی اکثر کتابوں کے شروع میں لکھا ہے کہ

ان على الناظر فيه ان يصلح ما يحتاج الى الاصلاح اداء لحق الاخوة بالنصح والانتصاح، فان القلم له هفوة، والجواد له كبوة، والانسان غير معصوم من النسيان۔

عینی کتاب کے اخیر میں مراجع کے نام ذکر کرتے ہیں، چنانچہ انھوں نے ۱۷۵ کتابوں کے نام شمار کئے ہیں، بغداد کے مکتبۃ الاوقاف میں دو ورق کا ایک رسالہ ہے جو مخطوطہ ہے جس میں شواہد کے مراجع کے نام ہیں اور یہ بعینہ اسی طرح ہے جو مطبوعہ نسخہ کے اخیر میں موجود ہے۔

ان اشعار کی تعداد جن سے استشہاد کیا گیا ہے ۱۲۹۴ ہے ۸۰۶ھ میں کتاب کی تالیف سے فراغت ہوئی

(۲) فرائد القلائد فی مختصر شرح الشواهد جو شواہد صغری کے نام سے معروف ہے یہ کتاب ایک جلد میں مطبع کاستلیہ قاہرہ سے ۱۲۹۷ھ میں چھپی ہے، فرائد القلائد مقاصد النحویہ (جس کا نمبر (۱) میں ذکر ہے) کا اختصار ہے، مصنف نے مقدمہ میں لکھا ہے

فلخصت تفاوته وخلصت نقايته، مع بعض زيادة شريفة ونزر من نوادر لطيفة۔

(۳) رمز الحقائق شرح كنز الدقائق ۔ کنز الدقائق فقہ کی مشہور کتاب ہے جس کے مصنف عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی (۷۱۰ھ) ہیں، رمز الحقائق متن کے ساتھ دو جلدوں میں ۱۲۸۵ھ میں قاہرہ میں چھپی ہے، اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ بعض دوستوں کی ایذارسانی کا علاج کسی کتاب کی شرح میں مشغول ہو کر کرنا چاہتے تھے تاکہ دل کا بوجھ ہلکا ہوجائے، اس کتاب کی تسوید سے ۵ ربیع الآخر ۸۱۲ھ میں فارغ ہوئے ۔

کنز الدقائق کی ایک اور شرح تبیین الحقائق کے نام سے ہے جو زیلعی (۴۳ھ) کی تالیف ہے اور اس کی شرح عبدالمنعم بن محمد قلعی المکی الحنفی (م ۱۱۷۴ھ) نے رفع العوائق عن فہم رمز الحقائق کے نام سے کی ہے

(۴) البنایہ فی شرح الهدایہ :۔ یہ کتاب چار جلدوں میں ۱۲۹۳ھ میں لکھنؤ (ہند) سے چھپی ہے علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی المرغینانی (م ۵۹۳ھ) کی فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کی شرح ہے، ھدایہ پر علماء نے شرح، حواشی، تعلیق اور تخریج احادیث کے لحاظ سے بہت کام کیا ہے، بروکلمان نے اس کتاب کی ۴۰ سے زائد شرحوں کا ذکر کیا ہے۔

بنایہ کی تالیف کا کام یکم صفر ۸۱۷ھ میں شروع ہو کر ۲۰ محرم الحرام ۸۵۰ھ میں اختتام پذیر ہوا، یہ کتاب احادیث الاحکام اور اس کی تخریج اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کے بیان کرنے میں امتیازی درجہ رکھتی ہے، کتاب بہت سلیس اور رواں زبان میں لکھی گئی ہے،

(۵) عمدۃ القاری فی شرح الجامع الصحیح للبخاری :۔ یہ کتاب مطبعہ آستانہ ترکیا میں ۱۳۰۸ھ میں گیارہ جلدوں میں اور مصر میں بارہ جلدوں میں ادارہ الطباعۃ المنیریہ نے شائع کی ہے، اس کتاب پر ہم آئندہ تفصیلی کلام کریں گے۔

(۶) الروض الزاهر فی سیرۃ الملک الظاهر ططر :۔ یہ کتاب ۱۳۷۰ھ میں دارالانوار قاہرہ سے ۶۴ صفحہ کی ضخامت میں چھپی ہے، علامہ محمد زاہد الکوثری نے اس پر مقدمہ لکھا ہے اور دوسری بار ۱۹۶۲ء مطبعہ مصطفی البابی الحلبی سے ہانش ارنست کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوئی، عینی نے یہ کتاب ظاہر ططر (م ۸۲۴ھ) کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کے لیے لکھی، اس کتاب کو دس فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۷) السیف المهند فی سیرۃ الملک المؤید :۔ یہ کتاب ۱۹۶۶ء ۱۹۶۷ء میں دار الکتب العربی قاہرہ سے استاد فہیم محمد شلتوت کی تحقیق اور ڈاکٹر مصطفی زیادۃ

کی تقدیم کے ساتھ ایک جلد میں ۲۴۶ صفحات میں طبع ہوئی ہے، اس کتاب کی آخری فصلیں زیادہ اہم ہیں کہ ان میں بادشاہ وسلاطین کو مفید نصیحتیں ہیں، اور یہ کہ ان کو کیا کام کرنا چاہیے، اور کن چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے اور اپنے اور عوام کی بھلائی کے لئے کس قسم کے اشخاص کا انتخاب کرنا چاہیے، ان نصائح میں سے ایک یہ ہے کہ روم کا قاصد جب حضرت عمر بن الخطاب رض کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کو ایک درخت کے نیچے آرام کرتے دیکھا تو اس نے کہا:

عدلت فامنت فنمت، وملكنا يجور ولاجرم انه لايزال ساهراً

اور عینی نے یہ بھی نصیحت کی ہے کہ بادشاہ کو شہوات ولذات کا عادی نہیں بننا چاہیے بلکہ اس کو قناعت پسند رہنا چاہیے، نیز شریعت کی مخالفت کرکے عوام کی خوشنودی حاصل کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے اور یہ کہ سلاطین کو چاہیے کہ اپنے عمال خدام اور ہم نشینوں کی اصلاح کی فکر کریں اور اپنے اوقات کو چار کاموں پر تقسیم کریں۔

(۱) طاعت وعبادت کیلئے (۲) سلطنت کے معاملات کی نگرانی کیلئے (۳) مظلومین کی دادرسی کے لئے (۴) مختلف ضروریات زندگی مثلاً کھانا، پینا، آرام، شکار وغیرہ کیلئے

(۸) ملاح الالواح فی شرح مراح الارواح:- اس کتاب کو مجلہ "المورد" نے جو عراق سے شائع ہوتا ہے اپنی جلد چہارم عدد ثانی ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء میں استاد عبدالستار جواد کی تحقیق کے ساتھ شائع کرنا شروع کیا اور جلد پنجم عدد رابع میں ۱۳۹۷ھ میں ختم کیا۔

عینی اس کتاب کی تالیف سے ربیع الآخر ۸۲۰ھ میں فارغ ہوئے، انھوں نے خود اس کی تصریح کتاب کے آخر میں ان الفاظ سے کی ہے۔ "فی العشر الاول من شهر ربيع الآخر سنة ۸۲۰ھ وانا ابن احدى وعشرين سنة" مراح الارواح احمد بن علی بن مسعود کی علم صرف میں مشہور کتاب ہے جو نافع اور متداول ہے۔

(۹) کشف القناع المرنی عن مہمات الاسامی والکنی :-

عینی کے حالات لکھنے والوں میں سے کسی نے اس کتاب کا ذکر نہیں کیا، مگر اس کتاب کا ایک نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں نمبر ۱۴۸۱ پر ہے، اس کے اوراق کی تعداد ۱۱۴ ہے، ابتدا کا ایک ورق ناقص ہے، ماضی قریب یعنی ۱۱۳۵ھ میں لکھا گیا ہے۔ شیخ احمد الخطیب نے اس پر تحقیق کر کے جامعہ ملک عبدالعزیز سے ایم، اے کی سند حاصل کی ہے اور جامعہ ملک عبدالعزیز نے اس کی طباعت واشاعت کی ہے، یہ کتاب تاریخ وتراجم اور کتب مصنفہ کے ناموں کے تذکرہ پر مشتمل ہے اس کے مضامین کا اندازہ مندرجہ ذیل عناوین سے ہو جائے گا۔

۱ :- فصل اوّل بعض صحابہ کی کنیتوں کے بیان میں

۲ :- فصل ثانی بعض صحابیات کی کنیتوں کے بیان میں

۳ :- فصل ثالث بعض تابعین کی کنیت میں - ۴ :- فصل رابع ابو حنیفہ کے بعض تلامذہ کی کنیتیں۔ ۵ :- فصل خامس ائمہ ثلاثہ کے بعض شاگردوں کی کنیتیں - ۶ - فصل سادس متأخرین میں بعض کی کنیتیں، ۷ فصل سابع جو لوگ نسب سے معروف ہوئے - ۸ :- فصل ثامن جو امام سے معروف ہوئے - ۹ :- فصل تاسع جو شیخ کے لفظ سے مشہور ہوئے - ۱۰ :- فصل عاشر جو قاضی سے معروف ہوئے - ۱۱ :- فصل الحادی عشر: جو حافظ سے مشہور ہوئے - ۱۲ :- فصل الثانی عشر: جو ابن فلاں سے مشہور ہوئے، پھر کتب مصنفہ کے اسماء میں ہے، اور ان الفاظ کا ذکر ہے جن کو اہل شہر استعمال کرتے رہتے ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ الفاظ کلام عرب میں منقول ہیں یا نہیں؟ اور اشتقاق کی قسموں میں ان کا کوئی اشتقاق ہے بھی یا نہیں۔

عینی کی مخطوطہ کتابیں

جو دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں

۱ : عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان :

عینی کے ہر سوانح نگار نے اس کا ذکر کیا ہے، اور یہ کتاب ۲۴ جلدوں میں ولی الدین کے مکتبہ مسجد بایزید ترکی میں موجود ہے، نیز اس کے چند نسخے دار الکتب المصریہ میں ہیں اس میں ایک نسخہ ۲۸ جلدوں میں ہے جسکا نمبر ۸۲۰۳ ہے اور جو نمبر ۱۵۸۴ والے نسخہ سے نقل شدہ ہے۔

اس کے بعض نسخے مؤلف کے قلم سے اور بعض ان کے بھائی احمد کے قلم سے تحریر شدہ ہیں، یہ کتاب تاریخ وتراجم میں عینی کی اہم اور مشہور کتاب ہے خصوصاً اس دور کی تاریخ جو عینی کی معاصرت کا دور تھا، اس کتاب کا اہم مرجع ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ہے۔

عینی نے اپنی تاریخ کی ابتدا میں تاریخ کے بارے میں ایک مقدمہ لکھا ہے، اسی طرح عربی ورومی قبطی اور فرسی نجوم کے نام ذکر کئے ہیں، مختلف ستاروں پر گفتگو کی ہے پھر سب سے اول پیدائش پر کلام ہوا ہے، اور آسمانوں ستاروں، زمینوں اور مختلف ملکوں کے اقالیم اسکے حدود ان کے ناموں کے ساتھ ذکر کئے ہیں، اس کتاب میں ایسے اعلام کا ذکر ہے جس کو بعض اس دور کے مؤرخین نے مثلاً مقریزی، ابن حجر، ابن تغری بردی اور سخاوی وغیرہ نے چھوڑ دیا ہے۔ عینی کے بعد والے مورخین نے جیساکہ ابن الصیرفی نے نزہۃ النفوس والابدان میں ابن تغری بردی نے النجوم الزاہرۃ میں سخاوی نے الضوء اللامع میں اور ابن ایاس نے بدائع الزہور میں اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کے سبب عینی کا شمار صف اول کے مؤرخین میں ہونے لگا ابن تغری بردی نے النجوم الزاہرۃ میں تقی فاسی پر نقد کرتے ہوئے اور عینی اور مقریزی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"واعظم من رأيناه في هذا الشان۔ اى التاريخ والتراجم الشيخ تقي الدين المقريزي وقاضي القضاة بدر الدين العيني..... ولو اراد بذلك الحط على احد وانما الحق يقال على اى وجه كان وها هي مصنفات الجميع باقية فمن لم يرض بحكمي فليتأملها"

علامہ ابن حجرؒ نے عینی کی اس کتاب پر نقد کیا ہے، ابن حجرؒ نے اپنی کتاب انباء الغمر کے مقدمہ میں لکھا ہے" طالعت عليه۔ اى على انباء الغمر۔ تاريخ القاضي بدر الدين محمود العيني وذكر ان ابن كثير عمدته في تاريخه وهو كما قال ولكن منذ قطع ابن كثير صارت عمدته على تاريخ ابن دقماق حتى يكاد يكتب منه الورقة الكاملة متوالية وربما قلده فيما يهم حتى في اللحن الظاهر مثل، اخلع على فلان، واعجب منه ان ابن دقماق يذكر في بعض الحادثات مايدل على انه شاهدها فيكتب البدر كلامه بعينه بما تضمنه وتكون تلك الحادثات وقعت بمصر وهو بعيد في عين تاب ولو اشتغل بتتبع عثراته بل كتبت منه ماليس عندى مما اظن انه اطلع عليه من الامور التى كنا نغيب عنها ويحضرها"۔

عینی نے اس کتاب کا دومرتبہ اختصار کیا ہے، پہلا اپنی کتاب التاریخ البدری کے ذریعہ ۸ جلدوں میں اور دوسرا اختصار تین جلدوں میں ہے، سخاوی نے احمد بن اسد الامیوطی (۲، ۵۸) کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انھوں نے عینی کی تاریخ پر ذیل لکھنا شروع کیا تھا۔

۲ :- التاریخ البدری فی اوصاف اہل العصر :

یہ کتاب آٹھ جلدوں میں ہے، خود عینی ابن تغری بردی، سخاوی، تقی الدین التمیمی حاجی خلیفہ، شوکانی اور بروکلمان نے اس کا ذکر کیا ہے۔

اس کتاب کے دو جز تونس کے مکتبہ احمدیہ میں موجود ہیں، پہلا حصہ ۵، ۵ھ سے ۵۸۲ھ اور دوسرا ۵۸۲ھ سے ۵۸۷ھ ہے اسی طرح معہد جامعۃ الدول العربیہ میں دو جز ہیں، اس میں پہلا ہجرت کے دسویں سال پر ختم ہوتا ہے، اور دوسرا ہجری ۹۵ھ سے شروع ہوتا ہے، اور یہ نسخہ مکتبہ احمد الثالث ترکی کے نمبر ۲۹۱۱ ف ۹۵۸ والے نسخے سے مصوّر ہے۔

۳ تحفۃ الملوک فی المواعظ والرقائق :

اس کتاب کا سخاوی تمیمی، ابن العماد اور شوکانی نے تذکرہ کیا ہے، برلین کے کتب خانہ ۵۲۰۴/۱۴ نمبر پر اور مکتبہ الجزائر کے ۹۹۲ پر ذکر ہے۔

۴ الدرر الزاہرۃ فی شرح البحار الزاخرۃ :

یہ کتاب دو جلدوں میں مذاہب اربعہ کے فقہ میں ہے، خود عینی، سخاوی تمیمی، حاجی خلیفہ، شوکانی اور بروکلمان نے اس کو ذکر کیا ہے، عینی کے شیخ حسام الدین الرہاوی کی البحار الزاخرۃ فن فقہ میں ایک نظم ہے اس کا ایک نسخہ سرائے طوپکاپی کے میوزیم میں نمبر ۱۰۳۶/۱۰۳۷ پر اور ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں نمبر ۱۸۳-۱۸۴ فقہ حنفی میں ہے۔

عینی نے اس کتاب کے مشکل مقامات کو حل کیا ہے، ترکیب بیان کی، مسئلے کی صورتیں اختصار کے ساتھ ذکر کیں، اور مصنف نے جن بعض مسائل کو چھوڑ دیا تھا اس کو بھی نظم میں بیان کر دیا ہے

عینی اس کتاب کے پہلے حصہ کی تالیف سے جو تقریباً ۲۱۴ صفحات پر مشتمل ہے ۱۳ محرم الحرام ۸۲۲ھ میں فارغ ہوتے تھے جیسے کہ اس حصہ کے آخر میں اس کی وضاحت ہے اور دوسرا حصہ جو ۲۴۱ صفحات پر ہے اور ایک صفحہ کی مقدار ناقص ہے۔

(۵) رسائل الفئۃ فی شرح العوامل المائۃ :

اس کتاب کا عینی، ابن تغری بردی، سخاوی تمیمی، حاجی خلیفہ، ابن العماد اور بروکلمان نے ذکر کیا ہے، اس کا ایک نسخہ دار الکتب العربیہ میں نمبر ۴۶۲۳ پر ذکر ہے۔

العوامل المأتہ عبدالقاہر بن عبدالرحمٰن الجرجانی (م ۴۷۱ھ) کی نحو میں معروف کتاب ہے، علماء نے اس کتاب کو بہت اہمیت دی ہے، چنانچہ بروکلمان نے اس کی ۳۶ شرحوں کا ذکر کیا ہے اور بہت سے علماء نے اس کو نظم میں ڈھالا ہے۔

۶ :۔ شرح خطبۃ مختصر الشواہد :

سخاوی نے علی بن احمد الصوفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے، اسی طرح بروکلمان اور حاجی خلیفہ بھی اس کا ذکر فرماتے ہیں، یہ کتاب فرائد القلائد کی شرح ہے، اور اس کتاب میں عینی نے نامانوس الفاظ استعمال فرمائے ہیں، دارالکتب المصریۃ میں نمبر ۵۲م پر اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

۷ :۔ شرح قطعۃ من سنن ابی داؤد :۔

یہ کتاب دو جلدوں میں ہے، عینی، ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی، حاجی خلیفہ ابن العماد، بروکلمان اور الکتانی نے اس کا تذکرہ کیا ہے، دارالکتب المصریہ میں ۱۹۶۹ء اور نمبر ۲۸۶ حدیث پر نسخہ موجود ہے، آگے اس پر کلام کریں گے۔

۸ :۔ العلم الہیب فی شرح الکلم الطیب :۔

ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی، حاجی خلیفہ، ابن العماد، شوکانی، بروکلمان اور الکتانی نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

مؤلف کے قلم کا لکھا ہوا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ میں نمبر ۱۱۲ حدیث م پر موجود ہے، اس کتاب کے بارے میں بھی آئندہ صفحات میں کلام کریں گے (انشاء اللہ)

۹ :۔ مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار :

عینی، ابن تغری بردی، سخاوی، سیوطی، طاش کبری زادہ، تمیمی، حاجی خلیفہ عبداللطیف بن ریاضی زادہ، ابن العماد، شوکانی، لکھنوی، کتانی، سزکین نے اس کا ذکر کیا ہے، دارالکتب المصریۃ میں اس کتاب کا ایک ناقص نسخہ مؤلف کے خط سے چھ حصوں

میں نمبر ۴۹۲ حدیث پر موجود ہے، اور ایک نسخہ استنبول کے نمبر ۲۹۸۸۸ ب سے مصور ہے، جو مؤلف کے قلم سے پانچ اجزاء پر مشتمل ہے، اس کتاب کے کل گیارہ جز ہیں جیسا کہ انھوں نے اخیر میں ذکر کیا ہے، باب ثانی میں اس پر بھی انشاء اللہ کچھ کلام کریں گے۔

۱۰ :- **مجموع یشتمل علی حکایات وغیرہا :**

عینی کے تذکرہ نگاروں میں کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا، البتہ بروکلمان نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور مجلۃ المستشرقین ۶۵ کا حوالہ دیا ہے۔

۱۱ : **المسائل البدریۃ المنتخبۃ من الفتاوی الظہیریۃ :**

عینی ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی، حاجی خلیفہ، ابن العماد اور بروکلمان نے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے، اس کا ایک نسخہ مولف کے خط سے ایک جلد میں ہے جس کے ۱۱۹ صفحات ہیں، دار الکتب المصریہ نمبر ۴۲۸ فقہ حنفی میں موجود ہے، اسی طرح برٹش میوزیم کے ۵۵۷۹ میں موجود ہے۔

ظہیر الدین محمد بن احمد بن عمر بخاری المحتسب (م ۶۱۹ھ) کے فتاوی ظہیریہ سے مسائل کا انتخاب کیا گیا ہے، کتاب میں فقہ کے سارے مسائل کا احاطہ نہیں ہے بلکہ بقول مصنف " لخصتها وانتخبت منها ما یکثر الاحتیاج الیہ وحذفت ما کثر الاطلاع علیہ استغناء بما ذکر فی المختصرات واکتفاء بما دوّن فی شروحها من المطولات "

ترجمہ :- میں نے اس کا خلاصہ کیا ہے، اور ان میں سے جن کی اکثر ضرورت پڑتی ہے ان کا انتخاب کیا ہے اور جو بکثرت معلوم ہیں ان کو مختصرات میں ان کے مذکور ہونے کے سبب استغناء برتتے ہوئے اور مطولات کی شروحات میں ان کے مدوّن ہونے پر اکتفاء کرتے ہوئے انھیں حذف کر دیا۔

مگر عینی نے اس کتاب کے مقدمہ میں اس بات کا تذکرہ نہیں کیا ہے کہ کتاب کس

سے پڑھی ہے، اور کس کی طرف سے اجازت حاصل کی ہے، جیسا کہ ان کی عادت دوسری کتابوں کے مقدموں میں لکھنے کی ہے، اس کتاب کی تالیف سے عینی ۲ار جمادی الاولی ۸۴۸ھ میں فارغ ہوئے ہیں۔

۱۲:- المستجمع فی شرح المجمع والمنتقی فی شرح الملتقی:

عینی، سخاوی، سیوطی، طاش کبری زادہ تمیمی، حاجی خلیفہ، عبد اللطیف بن ریاضی زادہ ابن العماد، شوکانی، لکھنوی اور بروکلمان نے اس کا ذکر کیا ہے۔

اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں دو حصوں میں موجود ہے، پہلا حصہ ۳۵۰ صفحات پر مشتمل ہے جو نمبر ۱۸۱ فقہ حنفی میں ہے، اور دوسرا ۲۲۰ صفحات پر ہے، جس کا نمبر ۹۰، فقہ حنفی ہے

یہ کتاب احمد بن علی بن تغلب جو ابن الساعاتی (م ۶۹۴ھ) سے معروف ہیں کی فقہ حنفی کی کتاب مجمع البحرین و ملتقی النہرین کی شرح ہے، سخاوی نے ذکر کیا ہے کہ عینی نے ۲۱ سال کی عمر میں یہ شرح لکھی، ان کے بڑے اساتذہ اور شیوخ نے اس پر تقریظیں لکھی ہیں، مگر عینی دوسرے حصہ کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی تالیف سے ۸۰۵ھ میں فارغ ہوئے ہیں اور یہ کہ انھوں نے مجمع البحرین کو توعین تاب میں ۸۵ھ میں پڑھا ہے، اس کتاب کو دو سال میں ختم کیا ہے۔

عینی نے اس کتاب میں ائمہ ثلاثہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے اقوال اور ان میں اصح یا اضعف کو بیان کیا ہے، بعض جگہوں میں محدثین کی رائیں بھی بیان کی ہیں، مشکل ترکیب کو حل کیا ہے، اور بعض مشکل فروعات ومسائل کا ذکر کیا ہے۔

۱۳:- مغانی الاخیار فی رجال معانی الآثار :-

عینی، سخاوی، تمیمی، لکھنوی، کتانی، بروکلمان اور سزکین نے اس کا ذکر کیا ہے

دارالکتب المصریہ میں دو جلدوں میں ناقص نسخہ ہے، جس کا نمبر ۲، مصطلح ہے اور ایک مکمل نسخہ سرائے طوبکاپی، ترکی کے میوزیم میں تین جلدوں میں ہے، نمبر ۴۸۴ - ۴۸۵، ۴۷۷ ہے، شرح معانی الآثار، احمد بن محمد بن سلامۃ ابو جعفر الطحاوی م ۳۲۱ھ کی کتاب ہے ہم معانی الاخیار کے بارے میں بھی آئندہ صفحات میں کچھ ذکر کریں گے، انشاء اللہ۔

استاذ فہیم شلتوت نے السیف المہند کے مقدمہ میں عینی کی تصنیفات میں رحلۃ الطحاوی ایک جلد کا ذکر کیا ہے، شاید ان سے نام میں غلطی ہوگئی ہے، کیونکہ اس نام کی عینی کی کوئی کتاب نہیں ملتی، اور شلتوت کے سوا کسی نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ موصوف نے بروکلمان کا حوالہ دیا ہے، مگر مجھے بروکلمان کی کتاب میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں ملا، غالباً اس کا صحیح نام رجال الطحاوی ہے، ایک جلد میں ہے۔

۱۴:- المقدمۃ السودانیۃ فی الاحکام الدینیۃ:

عام تذکرہ نگاروں میں سے کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا، البتہ بروکلمان نے اس کا ذکر کیا ہے اور ترکی کے مکتبہ ایا صوفیا کے نمبر ۱۴۲۳ کا حوالہ دیا ہے۔

۱۵:- منحۃ السلوک فی شرح تحفۃ الملوک:

عینی، ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی، حاجی خلیفہ، ابن العماد، شوکانی، لکھنوی اور بروکلمان سب نے ذکر کیا ہے، اوقاف بغداد (عراق) کے خزینۃ الکتب میں اس کا ایک نسخہ ۱۳۱ اوراق میں ہے، جس کا ۳۷۲۹ اور دیگر پانچ نسخے بھی ہیں، ایک اور نسخہ مکتبہ حسن الانکرومی میں ہے ۱۳۸۲۹/۱۳ ہے، اس کے اوراق ۱۰۸ ہیں، ایک اور نسخہ تیونس میں ہے، ایک نسخہ مرکزی مکتبہ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں ہے، جو ۱۴۶ اوراق پر مشتمل ہے ۱۳۲۳، اور یہ نسخہ مؤلف کے قلم سے ۴ ذی قعدہ ۸۴۸ھ کا لکھا ہوا ہے،

تحفۃ الملوک فقہ حنفی کی کتاب ہے، جس کے مصنف ابوبکر محمد بن ابی بکر بن عبدالمحسن ہیں، جن کی وفات ساتویں صدی کے اواخر میں ہوئی ہے، اس کتاب میں فقہ کے دس ابواب

پر اکتفا کیا گیا ہے وہ یہ ہیں، الطہارۃ، الصلوۃ، الزکوۃ، الصوم، الحج، الجہاد، الصید مع الذبائح، الکراہیہ، الفرائض، الکسب مع الادب، عینی نے اس کی احادیث کی تخریج کی، اور اس میں دیگر فوائد کا اضافہ کیا، سخاوی نے لکھا ہے کہ عینی نے یہ کتاب ظاہر برقوق کے امراء میں سے ایک امیر شیخ صفوی (م ۸۰۱ھ) جو شیخ النحاسکی کے نام سے معروف ہیں کیلئے لکھی تھی۔

(۱۶) نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار:۔

اس کتاب کا ایک نسخہ مؤلف کے قلم سے لکھا ہوا آٹھ جلدوں میں دار الکتب المصریہ میں نمبر ۲۲ ۵ حدیث میں ہے، پہلا حصہ ۸۰۸ھ اور آخری حصہ ۸۱۹ھ میں مکمل ہوا ہے، اس کا ایک اور نسخہ بھی ۲۱۵۴۷ ب پر ہے اور ایک ناقص نسخہ سرائے طوبکاپی میں تین جلدوں میں ہے جس کے نمبر ۲/۶۵۳-۵/۶۵۳ ہیں، اور یہ دوسرا چوتھا اور پانچواں حصہ ہیں، علم حدیث میں عینی کے منہج کے باب میں ہم اس کتاب پر بھی کلام کریں گے، انشاء اللہ

۱۷۔ وسائل التعریف فی مسائل التصریف:

عینی کے تذکرہ نگاروں نے تو اس کا ذکر نہیں کیا مگر خود عینی نے کشف القناع المرنی میں ذکر کیا ہے، اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ ۳۲۲۳ میں موجود ہے، یہ نسخہ منصورہ کی بلدیہ کے قلمی نسخے سے مصور ہے، شاید وہ نسخہ مؤلف کے قلم سے لکھا ہوا ہے

۱۸۔ تکمیل الاطراف:

علامہ کوثری نے عمدۃ القاری کے مقدمہ میں اس کا ذکر کیا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کتاب ایک جلد میں ہے اس کا ایک نسخہ شہید باشا علی کے کتبہ ۲۸۷ پر ہے۔

دنیا کے مختلف کتب خانوں میں عینی کے مخطوطات کی تفصیلات کے بعد ایک بات کا یہ ذکر کروں گا کہ دار الکتب المصریہ میں ۶۰۲ پر ۵۸ صفحات کی ایک کتاب کا شرح شواہد القطر لبدر العینی کے نام سے ذکر ہے، میری تحقیق یہ ہے کہ یہ عینی کی کتاب

نہیں ہے، عینی اپنی دیگر تصنیفات میں تالیف سے فراغت کا سن وغیرہ ذکر کرتے ہیں نیز مقدمہ میں ان کا ایک خاص اسلوب اور مقدمہ کی بعض معروف باتیں ہوتی ہیں، مگر اس کتاب کا نہ تو مقدمہ ہے اور نہ سن فراغت اور یہ کتاب عربی کے اس شعر کی ترکیب سے شروع ہوتی ہے اذا قالت حذام فصدقوها

فان القول ما قالت حذام

اور اسماعیل پاشا بغدادی نے ہدیۃ العارفین میں ۴۲۰/۲ پر ذکر کیا ہے کہ عینی کی ایک کتاب شرح سیرت مغلطائی ہے، بہت تلاش و تتبع کے بعد بھی اس کا پتہ نہیں چل سکا اور خود بغدادی نے کشف الظنون کے ذیل میں اس کو ذکر نہیں کیا، اور نہ تو کشف الظنون میں اس کتاب کا تذکرہ ہے، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ بغدادی کے سہو سے یہ ذکر ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

تیسری قسم

ان کتابوں کے بارے میں جن کی نسبت عینی کی طرف کی گئی ہے مگر دنیا کے کتب خانوں میں اس کا وجود نہیں ہے

۱ ۔ تاریخ الاکاسرہ :۔ (ترکی زبان میں) اس کتاب کا سخاوی، تمیمی، حاجی خلیفہ اور شوکانی نے ذکر کیا ہے۔

۲ ۔ تذکرہ نحویۃ :۔ سخاوی اور تمیمی نے ذکر کیا ہے۔

۳ ۔ تذکرہ متنوعہ :۔ سخاوی اور تمیمی نے ذکر کیا ہے

۴ ۔ الجوهرة السنية في الدولة المؤيدية :۔ عینی، سخاوی، سیوطی، تمیمی اور حاجی خلیفہ نے ذکر کیا ہے، یہ کتاب سلطان المؤید کی سیرت میں منظوم ہے، ابن حجر نے اس پر تنقید کر کے کمزور ابیات اور ایسے اشعار کو جس کے اوزان میں نقص ہے الگ کیا ہے، جس کی تعداد

...۴ کے قریب ہے اور اس کتاب کا نام "قذی العین من نظم غراب البین" رکھا ہے۔

۵ ـــ حواشی علی تفسیر ابی اللیث :۔ سخاوی اور تمیمی نے ذکر کیا ہے، ابواللیث سے مراد نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی (م ۳۷۵ھ) صاحب تفسیر و تنبیہ الغافلین۔

۶ ـــ حواشی علی تفسیر البغوی :۔ سخاوی اور تمیمی نے ذکر کیا ہے، بغوی سے مراد امام التفسیر والحدیث حسین بن مسعود بن محمد البغوی (م ۵۱۲ھ) ہیں، ان کی کتاب تفسیر بغوی تفسیر خازن کے حاشیہ پر معالم التنزیل کے نام سے طبع شدہ ہے۔

۷ ـــ حواشی علی تفسیر الکشاف :۔ سخاوی اور تمیمی نے اس کا ذکر کیا ہے، تفسیر کشاف کے مصنف محمود بن عمر بن محمد زمخشری (م ۵۳۸ھ)

۸ ـــ الحواشی علی التوضیح :۔ عینی ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی، حاجی خلیفہ اور شوکانی نے اس کا ذکر کیا ہے، اور التوضیح سے مراد اوضح المسالک الی الفیہ ابن مالک ہے جس کے مصنف ابن ہشام (م ۷۶۱ھ) ہیں۔

۹ ـــ الحواشی علی شرح الالفیہ لابن المصنف :۔ ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی، حاجی خلیفہ، ابن العماد اور شوکانی نے اس کا ذکر کیا ہے، اور ابن المصنف سے مراد ابن صاحب الالفیہ (م ۶۸۶ھ) انھوں نے اپنے والد کی الفیہ کی شرح لکھی، اور بعض مقامات پر والد کی غلطیاں بیان کی ہیں، شواہد قرآنیہ بھی ذکر کئے ہیں، ابن مالک نے پہلے اپنی کتاب کا نام الخلاصہ رکھا تھا، مگر بعد میں وہ الفیہ سے مشہور ہو گئی۔

۱۰ ـــ الحواشی علی شرح الشافیہ للجاربردی :۔ عینی ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی حاجی خلیفہ اور شوکانی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ شافیہ ابن حاجب[۱] (م ۶۴۶ھ) کی فن صرف

---

[۱] عثمان بن عمر بن ابی بکر بن الحاجب الکردی المالکی، دنیا کے ذہین ترین انسانوں میں تھے نحو میں کافیہ لکھی اور پھر اس کی شرح کی اور پھر اس کو منظوم کیا، اسی طرح الوافیہ، شافیہ اور ان کی شروحات، بغیۃ الوعاۃ ج ۲ ص ۱۳۴۔

ہیں معروف کتاب ہے، بہت سے علماء نے اس کی شروحات لکھیں ان میں جار بردی[1] (م ۷۴۶ھ) بھی ہیں۔

۱۱۔ الحواشی علی المقامات:۔ اس کتاب کے بارے میں سخاوی نے علی بن احمد بن علی الدکماوی کے حالات میں ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں ولازم العینی حتی اخذ عنہ ماکتبہ علی المقامات مقامات ادب قصص میں حریری[2] کی مشہور کتاب ہے

۱۲۔ زین المجالس:۔ اس کتاب کے نام میں اضطراب واقع ہو گیا ہے، سخاوی الضوء اللامع میں فرماتے ہیں ولہ تحفۃ الملوک فی المواعظ والرقائق فی ثمان مجلدات سماہ مشارح الصدور ورأیت بخطہ انہ سماہ زین المجالس۔ اسی طرح التبر المسبوک میں بھی لکھا ہے "ولہ تحفۃ الملوک فی المواعظ والرقائق وکتاب فی ثمان مجلدات سماہ شارح الصدور ورأیت بخطہ انہ سماہ زین المجالس اور حاجی خلیفہ کشف الظنون میں رقم طراز ہیں۔ وزین المجالس وقیل اسمہ شارح الصدور نیز شوکانی کی البدر الطالع میں ذکر ہے" لہ تحفۃ الملوک وکتاب اخر فی المواعظ والرقائق فی ثمان مجلدات... تو سوال یہ ہے کہ کیا زین المجالس اور شارح الصدور ایک ہی کتاب ہے یا یہ دونوں الگ الگ کتابیں ہیں؟ عینی نے اپنی کتاب کشف القناع المرنی میں اس اشکال کو حل کر دیا ہے، چونکہ انھوں نے اس کے آخر میں اپنی چند کتابوں کا ذکر کیا ہے اس میں سے ایک زین المجالس فی

---

[1] احمد بن حسن الجاربردی الشافعی تبریز میں مقیم ہوتے تھے، وہ فاضل امام بہت دیندار اور ہمیشہ علم دین میں اور طلبہ کی تعلیم میں مشغول رہے، ان کی شافیہ کی شرح اور کشاف پر حواشی معروف ہیں۔ درر کامنہ ج ۱ ص ۱۳۲۔

[2] القاسم بن محمد البصری علم بلاغت کے ماہرین میں تھے، مقامات کے لکھنے میں بہت کامیابی حاصل کی، ان کے مقامات کے علاوہ اور بھی تصنیفات ہیں

(بغیۃ الوعاۃ ج ۲ ص ۲۵۷)

ثمان مجلدات" ہے، پھر چند کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے "وکتاب شارح الصدور"

السیف المہند کے تحقیق کنندگان ان دونوں کو دو مستقل تصنیف شمار کرنے میں

حق پر ہیں، البتہ ان کو یہ وہم ہو گیا ہے کہ شارح الصدور بھی آٹھ جلدوں میں ہے۔

۱۳۔ سیر الانبیاء:۔ سخاوی اور تمیمی نے اس کا ذکر کیا ہے۔

۱۴۔ سیرۃ الاشرف برسبائی:۔ سخاوی، تمیمی اور حاجی خلیفہ نے تذکرہ کیا ہے۔

۱۵۔ شرح تسہیل ابن مالک (مطول) ابن تغری بردی، سخاوی، اور ابن العماد نے ذکر کیا ہے

تسہیل ابن مالک کی فن نحو کی مشہور کتاب ہے، جو آج تک متداول و معروف چلی آ رہی ہے کئی

علماء نے اس کی شرح لکھی ہے۔

۱۶۔ شرح تسہیل ابن مالک (مختصر) ابن تغری بردی، عینی، سخاوی اور ابن العماد نے

اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتاب سابقہ شرح کا اختصار ہے

۱۷۔ الحاوی فی شرح قصیدۃ الساوی:۔ اس کتاب کا عینی، ابن تغری بردی

سخاوی، سیوطی، طاش کبری زادہ، تمیمی اور حاجی خلیفہ نے ذکر کیا ہے، مگر نام کی تصریح

عینی کے سوا کسی نے نہیں کی۔ قصیدۃ الساوی فن عروض میں صدر الدین محمد بن رکن الدین

بن محمد الساوی کی تصنیف ہے، اور لامیہ حاجبیہ کے مشابہ ہے

۱۸۔ شرح لامیہ ابن الحاجب:۔ عینی، سخاوی، حاجی خلیفہ تمیمی اور ابن العماد

نے اس کا ذکر کیا ہے، یہ کتاب علم عروض میں ایک قصیدہ ہے۔

۱۹۔ شرح المنار فی الاصول:۔ اس کا تذکرہ صرف سخاوی نے کیا ہے، منار عبداللہ

بن احمد بن محمود النسفی صاحب کنز الدقائق (م ۷۱۰ھ) کی اصول فقہ میں معروف کتاب ہے

۲۰۔ طبقات الحنفیۃ:۔ ابن تغری بردی، سخاوی، سیوطی، طاش کبری زادہ، تمیمی

حاجی خلیفہ، ابن الریاضی زادہ، ابن العماد، شوکانی، لکھنوی اور کتانی نے اس کا تذکرہ کیا ہے

۲۱۔ طبقات الشعراء:۔ عینی، ابن تغری بردی، سخاوی، سیوطی، طاش کبری زادہ

تمیمی، حاجی خلیفہ، ابن الریاضی زادہ، ابن العماد، شوکانی اور لکھنوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے

۲۲ — غرر الافکار شرح درر البحار :- مذاہب اربعہ کے فتاویٰ پر مشتمل ہے سیوطی تمیمی، ابن ریاضی زادہ اور لکھنوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ درر البحار شمس الدین محمد بن یوسف القونوی الدمشقی (م ۷۸۸ھ) کی فقہ حنفی کے مسائل کی کتاب ہے، اس کتاب میں مجمع البحرین اور ائمہ ثلاثہ کے مذاہب کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے

۲۳ — الفوائد علی شرح اللباب :- ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی، اور ابن العماد نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اللباب فن نحو میں ہے جس کے مصنف سید نقرا کار[1] ہیں۔

۲۴ — کشف اللثام عن سیرۃ ابن ھشام[2] :- عینی ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی، حاجی خلیفہ، شوکانی اور کتانی نے اس کا ذکر کیا ہے، یہ سیرۃ ابن ہشام کی شرح ہے مگر ناقص۔

۲۵ — مختصر تاریخ دمشق :- سیوطی، طاش کبریٰ زادہ، تمیمی، حاجی خلیفہ، ابن ریاضی زادہ اور لکھنوی نے تذکرہ کیا ہے، تاریخ دمشق ابن عساکر[3] (م ۵۷۱ھ) کی کتاب ہے، اسی کا یہ اختصار ہے۔

۲۶ — مختصر مختصر عقد الجمان :- ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی، ابن العماد اور شوکانی نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔

۲۷ — مختصر وفیات الاعیان :- عینی، ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی ابن العماد اور شوکانی نے اس کا تذکرہ کیا ہے، وفیات الاعیان ابن خلکان[4] کی تراجم میں معروف کتاب ہے۔

---

[1] عبداللہ العجمی السید النقرا کار ان کی شرح اللباب اور شافیہ کی شرح معروف ہے سیوطی فرماتے ہیں کہ میں ان کے حالات سے واقف نہیں ہو سکا تقریباً آٹھویں صدی کے علماء میں سے ہیں، بغیۃ الوعاۃ ج ۲ ص ۷۔

[2] عبدالملک بن ہشام بن ایوب المعافری جنہوں نے ابن اسحاق کی کتاب کی تہذیب کی ۲۱۸ھ میں وفات پائی، بغیۃ الوعاۃ ج ۲ ص ۱۱۵۔ [3] ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عساکر تاریخ و حدیث میں امام تھے اور ان کی کتاب تاریخ دمشق تراجم و حدیث کے اہم مراجع میں شمار ہوتی ہے، تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۳۲۸۔

[4] قاضی القضاۃ ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراہیم الاربلی ۶۰۸ھ میں ولادت ہوئی بہت ذکی اور لوگوں کے واقعات سے واقف کار تھے م ۶۸۱ھ

۲۸ ــ معجم الشیوخ :- ایک جلد میں ہے، عینی ابن تغری بردی، سخاوی، تمیمی ابن العماد شوکانی اور کتانی نے اس کا ذکر کیا ہے، علماء متقدمین کی یہ عادت رہی ہے کہ جن اساتذہ سے اخذ وسماع کیا اور جن شیوخ سے تلقی کی ہے ان کے نام ترتیب وار لکھتے تھے، عینی نے بھی اس میں اپنے شیوخ کا تذکرہ اور ان کے اسماء لکھے ہیں۔

۲۹ ــ مقدمہ فی التصریف :- سخاوی، تمیمی اور شوکانی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۰ ــ مقدمہ فی العروض :- سخاوی، تمیمی اور شوکانی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۱ ــ میزان النصوص فی علم العروض :- عینی اور حاجی خلیفہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۲ ــ التذکرۃ فی النوادر :- عینی نے اس نام سے اور سخاوی نے صرف النوادر کے نام سے تذکرہ کیا ہے۔

۳۳ ــ الوسیط فی مختصر المحیط :- دو جلدوں میں ہے، عینی، ابن تغری بردی، سخاوی تمیمی، ابن العماد، شوکانی اور بغدادی نے اس کا تذکرہ کیا ہے، المحیط فقہ حنفی کی کتاب ہے اس کے مؤلف[۱] نے اس میں مبسوط سرخسی اور محمد بن حسن کے مسائل کی تنقیح کی ہے، السیف المہند کے تحقیق کرنے والوں کو وہم ہو گیا، اور انھوں نے اس کو دو الگ الگ کتابیں سمجھ لیا۔

۳۴ ــ کتاب مجموع من احادیث متفرقۃ من ذلک احادیث الاحیاء للغزالی :- عینی نے اس کا تذکرہ کشف القناع المرنی ۱۱۲ ب میں کیا ہے و ذکر فی الاحیاء من الاحادیث الموضوعۃ ومالا یصح غیر قلیل وسبب ذلک علۃ معرفتہ بالنظر، وقد جمعت ذلک فی مجموع مختصر۔

۳۵ ــ کتاب المناسک

۳۶ ــ تتریک القدوری :- قدوری کا ترکی زبان میں ترجمہ ہے۔

۳۷ ــ ماہ رامہ فی تتریک شاہ نامہ :- شاہ نامہ فارسی زبان میں ابو القاسم حسن بن محمد

---

[۱] محمد بن محمد السرخسی رضی الدین دمشق میں ۵۴۴ھ میں وفات پائی۔ الجواہر المضیئہ ص ۱۲۸/۲۷

طوسی تقریباً (م سنہ ۴۱۱ھ) کی مشہور کتاب ہے ۳۰ سال کی مدت میں اس کو مکمل کیا تھا، یہ کتاب سلطان محمود بن سبکتگین کا تذکرہ ہے، عبدالوہاب عزام نے مقدمہ کے ساتھ عربی میں ۱۹۳۱ میں اس کو شائع کیا۔

۳۸۔ منتخب من مسائل روضۃ العلماء:۔ روضۃ العلماء شیخ ابو علی حسین بن یحییٰ بخاری زندویستی حنفی کی کتاب ہے۔۔ ان آخری پانچ کتابوں کا تذکرہ صرف عینی نے کشف القناع المرنی میں کیا ہے ۱۱۲ ب ۱۱۳۔ الف

۳۹۔ شارح الصدور:۔ ایک جلد میں ہے اور اسکے علاوہ اور کچھ کتابیں ہیں۔

عینی نے بہت سی کتابوں پر نظمیں لکھی ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) التقریظ علی الرد الوافر:۔

سخاوی نے اس کا ذکر کیا ہے، اور فرمایا "ھو غایۃ فی الانتصار لابن تیمیہ" الرد الوافر ابن ناصر الدین[۱] دمشقی کی کتاب ہے، العلاء[۲] بخاری نے ابن تیمیہ کی تکفیر کی تھی یہ کتاب اس کے رد میں ہے، عینی کے علاوہ دیگر علماء نے بھی اس پر تقریظ کی ہے جن میں ابن حجر بلقینی، التفہنی، باطی، محب بن نصر اللہ و دیگر علماء شامل ہیں، عینی کی یہ تقریظ غایۃ الامانی فی الرد علی النبہانی کے ضمن میں چھپی ہے، اس تقریظ سے ۱۸ ربیع الاول سنہ ۸۳۵ھ میں عینی فارغ ہوئے تھے اور یہ تمام تقاریظ "الرد الوافر علی من زعم ان من قال

---

[۱] محمد بن عبداللہ بن محمد بن ناصر الدین الدمشقی، دمشق میں سنہ ۷۷۷ھ میں پیدا ہوئے اور دمشق وحلب میں حدیث کا درس دیا سنہ ۸۴۲ھ میں دمشق میں ان کو زہر دیا گیا جس سے ان کی وفات ہوگئی، الضوء اللامع ج ۸ ص ۱۰۳

[۲] محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد العلا ابو عبداللہ البخاری سنہ ۸۴۱ھ میں مقام مزہ میں وفات پائی، ان کی کتاب فاضحۃ الملحدین ہے جس میں انھوں نے ابن عربی کے باطل نظریات پر نقد کیا ہے، وہ ابن عربی اور ابن تیمیہ کی تکفیر کرتے تھے نیز اس شخص کو کافر قرار دیتے تھے جو ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہتا تھا۔ الضوء اللامع ج ۹ ص ۲۹۱۔۲۹۴

ان ابن تیمیہ شیخ الاسلام فہو کافر" نامی کتاب میں چھپی ہے، عینی کی صفحہ ۱۵۷ تا ۱۶۵ ہے۔

(۲) التقریظ علی زہر الربیع فی البدیع:۔

سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ زہر الربیع فی البدیع ابن قرقماس[له] کی تصنیف بدیع کی شرح ہے، بدیع کی بہترین قسمیں بیان کیں، تقریباً ۲۰۰ نوع بیان کی ہیں، ہر نوع میں اس کے اشعار لکھے ہیں، اپنے باب میں اچھی کتاب ہے۔ مگر یہ کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کے نظم ونثر میں کافی غلطیاں ہیں، تحریف وترکیب کی غلطیاں بھی ہیں پھر اس کتاب کی ایک شرح بھی لکھی جس کا نام الغیث المریع ہے، ابن حجر نے بھی اس پر تقریظ لکھی ہے۔

(۳) التقریظ علی السیرۃ المؤیدیہ:۔

سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے، بہت سے علماء نے سلطان مؤید کی سیرت پر کتابیں لکھی، اس کتاب کے مصنف ابن ناہض[له] ہیں، بہت سے علماء نے اس کو نظم کیا ہے مثلاً (۱) محمد بن ابی بکر بن عبد العزیز الکنانی الحموی المعروف بابن جماعہ (۸۱۹ھ)۔ (۲) محمد بن محمد بن عثمان بن البارزی (۸۲۳ھ) (۳) محمد بن ابی بکر السکندری ابن الدمامینی (۸۲۷ھ) (۴) ابوبکر بن علی الحموی المعروف بابن حجۃ (۸۳۷ھ) (۵) عبد الملک بن ابی بکر الموصلی (م ۸۴۴ھ) (۶) ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ) (۷) محمد بن ابراہیم منتانی (۸۷۲ھ) وغیرہم اور یہ تقریظ رفع الاصر کے ذیل میں عینی کے ترجمہ کے ضمن میں چھپ گئی ہے۔

[له] محمد بن قرقماس بن عبد اللہ الاقتمری الحنفی ادب اور خط میں دلچسپی لی توان دونوں میں شہرت پائی، قاہرہ میں ایک مدرسہ کی تعمیر کی ۸۸۲ھ میں وفات پائی۔ الضوء اللامع ۸/۲۹۲

[له] محمد بن ناہض بن محمد الجہنی الکردی الحلبی قاہرہ میں قیام فرمایا اور علم ادب میں مشغول ہوئے اور اس فن میں نظم ونثر میں تصنیفات کیں ۸۴۱ھ میں وفات پائی۔

(الضوء اللامع ج ۱۰ ص ۶۷)

(۴) تقریظ علی کتاب للسخاوی :-

سخاوی نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور یہ تقریظ رفع الاصر کے ذیل میں لائے ہیں اور ان تقاریظ کے علاوہ عینی کا ایک فتویٰ تاریخ نویسی کے بارے میں ہے جس کو استاذ فواد سید نے مجلہ معہد المخطوطات العربیہ جلد ۲ سنہ ۱۹۵۶ء ص ۱۷۱، ۱۷۲ میں شائع کر دیا ہے، مقالہ کا عنوان ہے" شروط المؤرخ فی کتابۃ التاریخ والتراجم خمسۃ فتاویٰ لم تنشر لخمسۃ من اعلام القرن التاسع الھجری "، اور یہ فتاوی کتبخانہ آصفیہ حیدر آباد دکن، ہند میں ۲۴۲ میں ۱۱ صفحات پر مشتمل موجود ہے۔

بس یہ ہیں عینی کی تالیفات وتقاریظ جس کو میں نے بقدر استطاعت جمع کرنے کی کوشش کی ہے، مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ عینی کی صرف یہی تالیفات ہیں بلکہ ان کی کتابیں اس سے زیادہ ہیں، شاید مستقبل ہمارے سامنے ان کی اور تصنیفات کو ظاہر کرے، دنیا کے مختلف حصوں میں مخطوطات کا خزانہ ہے مگر ان کی فہرستیں دستیاب نہیں ہیں۔

ہم نے یہ بھی محسوس کیا کہ ان کی بعض کتابوں کا تذکرہ تراجم کی کتابوں میں نہیں ہے مگر مخطوطات کی فہرستوں سے اس کا علم ہوا، مثلاً کشف القناع المرنی، مقدمہ سودانیہ، وسائل التعریف فی مسائل التصریف، مجموع مشتمل علی الحکایات وغیرہ۔ ان تفصیلات کے بعد اب ہم عینی کے مشائخ وتلامذہ کا ذکر کریں گے۔

فصل سوم

عینی کے شیوخ واساتذہ

عینی کے وہ شیوخ جنکی خدمت میں وہ رہے اور ان کے علم سے متاثر ہوئے

عینی نے اپنے زمانہ کے بڑے بڑے مشائخ سے علم حاصل کیا تھا، عینی کی ثقافت مختلف علوم وفنون پر مشتمل تھی، اس لئے کہ ان کے اساتذہ بھی مختلف فنون کے ائمہ تھے ان میں بعض محدث تھے تو بعض مفسر، بعض لغوی یا نحوی تو بعض فقیہ وادیب تھے، ایک طرف فقہاء احناف سے استفادہ کرتے تو دوسری طرف دیگر مذاہب کے علماء سے بھی کسب فیض کرتے تھے۔

عینی کے اساتذہ کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اب اس کا احصار کرنا کسی کے بس کی بات نہیں، انھوں نے اپنے شیوخ کے ناموں پر ایک جلد تیار کی تھی مگر کتب تراجم وتاریخ کے مطالعہ اور سخت چھان بین کے بعد بھی ہم کو ان میں سے چند محدود علماء کے سوا کسی کا تذکرہ نہیں ملتا۔

ایک وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن حجر کا نام دیگر علماء کے مقابل اس قدر چھا گیا تھا کہ اس دور کے کسی بھی عالم کا تذکرہ دیکھئے تو اس میں یہ ملیگا کہ ابن حجر نے ان سے علم حاصل کیا تھا، یا انھوں نے ابن حجر سے استفادہ کیا تھا، اس لئے ابن حجر کے علاوہ دیگر علماء کو فراموش کردیا گیا۔

عینی کے شیوخ کے حالات میں ہم پائیں گے کہ عین تاب جیسا شہر بھی علم وتدریس کے حلقوں سے خالی نہیں تھا، کیونکہ عینی نے وہاں کے آٹھ اساتذہ سے علم حاصل کیا ہے اور عین تاب جیسے چھوٹے شہر میں اتنی تعداد بھی کافی سمجھی جائے گی، کیونکہ آٹھویں صدی سے پہلے کوئی مشہور عالم کی نسبت اس شہر کی طرف نہیں ملتی [۱]۔

اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ عینی کے بعض اساتذہ اپنے زمانہ کے ائمہ تھے پھر بھی ان کے حالات **عقد الجمان** کے علاوہ کہیں نہیں ملتے، اور بعض ایسے بھی ہیں جن کا کسی کتاب میں مطلق ذکر نہیں ہے۔

میں نے عینی کے دس اساتذہ کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور جہاں سے حالات لئے ہیں اس کا حوالہ دیا ہے، باقی اساتذہ کے صرف نام اور یہ کہ عینی نے ان سے کیا پڑھا ہے حوالہ کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے۔

عینی کے اساتذہ میں ہم سب سے پہلے اس دور کے امام ابو الفضل عراقی کا ذکر کرینگے۔

العراقی:۔ ان کا اسم گرامی عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن ابراہیم زین الدین ابو الفضل الکردی رازنانی الاصل، المہرانی المصری الشافعی، رازنان اربل ضلع کا شہر ہے۔

ان کی ولادت ۲۱ جمادی الاول ۷۲۵ھ میں قاہرہ میں ہوئی، انھوں نے سنجر جاولی اور تقی الدین اخنائی مالکی، عز بن جماعہ، ابن عدلان، تقی الدین سبکی اور علاء الدین ترکمانی وغیرہ علماء سے کسب فیض کیا، قراءات سبعہ حاصل کیں، اور فقہ، اصول، لغت، حدیث اور اس کے علوم میں مہارت حاصل کی، ابن دقیق العید کی الحاوی اور الالمام حفظ کیں غالباً ایک دن میں ۴۰۰ سطریں یاد کر لیتے تھے۔

---

[۱] علامہ سمعانی نے انساب میں کسی ایسے عالم کا تذکرہ نہیں کیا جو عین تاب کی طرف منسوب ہوں اسی طرح ابن العماد نے بھی شذرات الذہب میں آٹھویں صدی سے پہلے کسی ایسے عالم کا تذکرہ نہیں کیا جو عین تاب کیطرف منسوب ہو

بیت المقدس، دمشق، حلب، حماۃ، حمص، نابلس، صفد، غزہ، طرابلس، بعلبک اور اسکندریہ کا سفر کیا اور ان شہروں کے کبار مشائخ سے استفادہ فرمایا۔

کئی بار حج وزیارت کی سعادت حاصل فرمائی، مدینہ منورہ میں عہدۂ قضا، منصب خطابت پر بھی فائز ہوئے، پھر قاہرہ کی طرف مراجعت فرمائی اور طلبار کو احادیث کا املار ۷۹۵ھ سے وفات تک کراتے رہے، جامع ابن طولون میں کل ۴۱۶ املا کی مجلسیں منعقد ہوئیں، املار کے طریقہ کے بند ہونے کے بعد انھوں نے سب سے پہلے اس کو شروع کیا۔

بہت سے مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں مثلاً دار الحدیث کاملیہ، مدرسہ ظاہریہ قدیمہ قراسنقوریہ، فاضلیہ اور جامع ابن طولون وغیرہ۔

بہت سے علمار نے ان سے روایت کی، ان میں سے ان کے فرزند ابوزرعہ، ابن حجر ابن الفرات، قلقشندی، عینی ہیں، عینی نے ان سے صحیحین اور ابن دقیق العید کی الامام کی سماعت کی ہے۔

بہت ہی باوقار، کم گو، بے تکلف، تنگ عیش، طہارت میں بہت محتاط، اور خوش طبع تھے، ابن حجر فرماتے ہیں" لزمته مدة فلوارہ ترك قيام الليل"

علوم حدیث میں خصوصی مہارت حاصل کی، اور اس میں اتنی ترقی کی کہ علمائے عصران کے بیحد مداح ہو گئے، خصوصاً علامہ ہیثمی، جنھوں نے ان کو تخریج وتصنیف کا طرز سکھلایا تھا اور عزبن جماعہ نے فرمایا" كل من يدعى الحديث بالديار المصرية سواہ فهو مدع"

ان کی زندگی کے آخری ایام میں یہ واقعہ پیش آیا کہ دریائے نیل بے آب ہو گیا جسکے سبب مصر میں قحط سالی شروع ہو گئی، انھوں نے املار کی آخری مجلس صفر ۸۰۶ھ میں منعقد کی اور اس کا اختتام ایک قصیدہ پر کیا جس کا پہلا شعر یہ تھا

اقول لمن يشكو توقف نيلنا ؛ سل الله يمددہ بفضل وتاييد

اور آخری شعر اس طرح تھا۔

وانت فغفار الذنوب وساتر العیوب وکشّاف الکروب اذا نودی

پھر لوگوں کو صلوٰۃ استسقار پڑھائی اور ایک بلیغ خطبہ دیا، تو اس سال نیل خوب جاری ہوئی اور لوگوں نے اشیار کی بہتات وکثرت محسوس کی اور ملک میں بہت برکت ہوئی،

شب چہارشنبہ ۸ رشعبان ۸۰۶ھ میں حمام سے نکلتے ہی انتقال فرمایا، جنازہ میں خلق کثیر نے حصہ لیا۔ عراقی کی تصانیف بہت زیادہ ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں۔

۱ ۔ تخریج احادیث الاحیار (کبیر، متوسط، صغیر)

۲ ۔ الفیہ فی علم الحدیث اور اس کی شرح۔

۳ ۔ سیرت میں ایک نظم۔

۴ ۔ غریب القرآن میں ایک نظم۔

۵ ۔ ابن سید الناس کی شرح ترمذی کا تکملہ ۹ جلدوں میں مگر اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔

۶ ۔ نووی کی شرح مہذب کا تکملہ۔

۷ ۔ تاریخ تحریم الربا۔

۸ ۔ ابن دقیق العید کی الاقتراح کو نظم میں لانا۔

۲ ۔ بلقینی :۔ ان کا اسم گرامی عمر بن رسلان بن نصیر بن صالح بن شہاب بن عبدالخالق بن عبدالحق، سراج الدین ابو حفص الکنانی البلقینی[۱] ثم القاہری الشافعی ۱۲ رشعبان ۷۲۴ھ شب جمعہ میں مصر کے مغربی حصہ بلقینہ میں ولادت ہوئی، ۱۲ رسال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، نماز میں سنایا، اسی شہر میں المحرر، شاطبیہ، کافیہ، شافیہ حفظ کیں، ۱۲ رسال کی عمر میں ان کے والد قاہرہ لے کر آئے تو لوگ ان کے حافظہ وذکاوت کو دیکھ کر حیران ہو گئے، پھر وطن آئے اور دو سال کے بعد جب وہ قریب البلوغ تھے

---

[۱] بلقینی، بلقینہ کی طرف نسبت ہے با کا ضمہ اور قا کا کسرہ، مصر کے درمیانی علاقہ میں ایک قصبہ ہے جو بنا ضلع میں ہے اس کو بوب بھی کہا جاتا ہے۔ معجم البلدان ج ۱ ص ۴۸۹۔

قاہرہ دوبارہ آگئے انھوں نے ابن عدلان، شمس الدین اصبہانی، نجم الدین اسوانی تقی الدین سبکی، ابن القماح اور عزبن جماعۃ سے علم حاصل کیا، علامہ مزّی اور ذہبی نے بھی اجازت مرحمت فرمائی۔

۷۴۰ھ میں حج کی سعادت حاصل ہوئی پھر بیت المقدس کی زیارت فرمائی، وہاں سے دمشق حلب وغیرہ مقامات کا سفر کیا، جامع عمرو جامع ابن طولون، مدرسہ بدریہ، مدرسہ حجازیہ مدرسہ خروبیہ، مدرسہ بدریہ، مدرسہ ملکیہ، مدرسہ برقوقیہ وغیرہ مقامات پر درس دیا، دمشق میں ۷۶۹ھ میں قضاء کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

اپنے دور میں قاہرہ کے یکتا عالم تھے (کان علامۃ القاہرۃ علی الاطلاق) ان کے آخری دور میں علماء شوافع میں ان کے مقابل کا کوئی عالم نہیں تھا، ہر ایک کی نظریں انھیں کی طرف اٹھتی تھیں ہر محفل میں وہی مرکز توجہ تھے، حفظ ونقل میں ید طولیٰ رکھتے تھے، خصوصاً فروع، حدیث اور اسماء رجال میں ممتاز تھے، بہت بامروّت، بردبار، اور اپنے تلامذہ کے ساتھ شفقت اور سادگی کے برتاؤ کے باوجود باوقار تھے۔

بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی جن میں ان کے فرزند جلال، ابن حجر ابن الجزری، محب بن نصر اللہ اور سراج قاریٔ الہدایہ ہیں، ۷۸۹ھ میں عینی نے قاری الہدایہ سراج کی قرأت سے کئی مجالس میں محاسن الاصطلاح کا اکثر حصہ ان سے سنا یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے جرکس خلیلی کے سامنے عینی کے اخراج پر مداخلت کی تھی اور اسی واسطے عینی ان کا بہت اکرام کرتے تھے۔

۱۱ر ذی قعدہ ۸۰۵ھ جمعہ کے دن عصر سے کچھ پہلے قاہرہ میں وفات ہوئی، ان کے صاحبزادے جلال نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے ہی مدرسہ میں مدفون ہوئے، ان کی وفات پر تمام لوگوں نے افسوس ورنج کا اظہار کیا، انھوں نے اپنے پیچھے تصنیفات وتالیفات کا خزانہ چھوڑا جس میں سے چند یہ ہیں۔

۱ - محاسن الاصطلاح و تضمین علوم الحدیث لابن الصلاح ۔
۲ - شرح قطعۃ من صحیح البخاری دو جلدوں میں ۔
۳ - ترتیب کتاب الام للشافعی ۔
۴ - الفوائد المحضۃ علی الروضۃ یکمل نہ ہوسکی
۵ - شرح کشاف ۔ نامکمل رہی
۶ - شرح سنن الترمذی ۔ ناقص
۷ - الاجوبۃ المرضیہ عن المسائل المکیہ
۸ - التدریب فی فقہ الشافعیہ وغیرہ ۔

۳ - العلاء السیرامی :- ان کا اسم گرامی احمد بن محمد بن احمد السیرامی[1] ہے، متبحر عالم و امام تھے، خصوصاً علم معانی و بیان، فقہ اور اصول میں مہارت تامہ رکھتے تھے، بڑے بڑے مشائخ کو پایا، ملک کے مختلف مقامات میں درس و افتاء کی خدمات انجام دیں بہت صاحب خیر متقی اور عزلت پسند تھے، اہل حکومت سے دور رہنا پسند کرتے تھے، اہل علم اور طلبہ کو چاہنے والے انتہائی درجہ کے متواضع و بردبار عالم تھے ۔

شمالی علاقہ سے تشریف لاکر ماردین میں قیام پذیر ہوئے لوگ ان کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوئے، پھر وہاں سے نکل کر شام کا رخ کیا اور حلب میں ایک زمانہ قیام فرماکر طلبہ کو افادہ فرماتے رہے، پھر سلطان ظاہر برقوق کی طلبی پر مدرسہ ظاہریہ برقوقیہ میں شیخ الشیوخ مقرر ہوئے، مدرسہ کے افتتاح کے موقعہ پر قل اللہم مالک الملک الآیہ پر بلیغ تقریر فرمائی اس مجلس میں قاہرہ کے علماء، قضاۃ، امراء اور سرکردہ لوگ حاضر تھے ۔ ان کی بے حد تعظیم و تکریم ہوئی حتیٰ کہ سلطان نے بذات خود ان کے لئے مصلیٰ بچھایا، ان کو خلعت

---

[1] سیرام کی طرف نسبت ہے جو روم کا ایک شہر ہے، اسیرام کو ص سے بھی بولتے ہیں، سوائے تاج العروس کے اس کے حالات کسی جگہ نہیں ہیں ۔ تاج العروس ج ۸ ص ۳۳۵ ۔

سے نوازا اور ہدایا پیش کئے۔

شیخ عز بن جماعۃ ان کے بہت مداح تھے فہم و تحقیق میں ان کو بے مثال خیال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ انھوں نے سیرامی سے وہ علوم حاصل کئے جو کتابوں میں نہیں ملے، سیرامی علم و تقویٰ، دیانت، تواضع اپنی تقصیرات کے اعترافات وغیرہ بلند اوصاف پر زندگی بھر قائم رہے، ان کو پھیپھڑے کی خرابی اور ضیق النفس کی تکلیف تھی خصوصاً موسم سرما میں بہت تکلیف برداشت کرتے تھے، عینی ان کی خدمت میں دیگر مشائخ کی نسبت زیادہ رہے، حتیٰ کہ سیرامی نے ان کو برقوقیہ کی خدمت پر مامور فرمادیا، نیز ان کی غیر حاضری میں درس و تدریس میں نائب مقرر فرمایا، عینی وفات تک برابر ان کی خدمت میں لگے رہے۔ عینی نے ان سے ہدایہ کا اکثر حصہ، کشاف کا کچھ حصہ، شیخ سعد الدین تفتازانی کی شرح التنقیح باب القیاس تک اور ان کی شرح تلخیص کا درس لیا، چونکہ عینی کو ان سے بے حد لگاؤ و محبت تھی اپنے بھائی احمد کو عینتاب میں لکھا کہ وہاں سے شقائق النعمان کا پانی لے کر حاضر ہوں، چنانچہ وہ پانی لے کر آئے اور شیخ کو راحت ہوئی۔

اتوار کے روز ۳ر جمادی الاولیٰ ۸۰۵ھ ستر سے کچھ زائد عمر میں وفات پائی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۴۔ عیسیٰ بن الخاص :- اسم گرامی عیسیٰ بن الخاص بن محمود

السرماری[1] عینتابی جو فقیہ مفسر سے مشہور تھے، شرف الدین کنیت رکھتے تھے، علماء حنفیہ کے سربراہ عالم، فاضل، علامۂ زمان، مقتدائے دوران، تمام دینی فضائل کے جامع، شبہات سے پرہیز کرنے والے تھے، انھوں نے کسی قاضی، متولی یا امیر کا مال نہیں کھایا اور نہ کسی

---

[1] سرماری کی طرف نسبت ہے جو س کے ضمہ اور آخر میں الف مقصوری کے ساتھ، ایک بڑا قلعہ ہے اور یہ تفلیس اور خلاط کے درمیان ایک وسیع خطہ ہے اس کے اور بخاری کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے، معجم البلدان ج ۳ ص ۲۱۵۔

نوجی کے مال سے استفادہ کیا، بڑے بڑے علماء کا زمانہ پایا جیسا کہ شرف الدین الطیبی صاحب تبیان فی علم البیان وشارح کشاف شیخ فخرالدین الجابرتی شارح کشاف وشافیہ شیخ شمس الدین خلخالی، شیخ شمس الدین تکسیری شارح کتاب اللب فی النحو، اور اس جیسے دیگر علماء آذربیجان دیار بکر اور اطراف روم میں ان سے علمی استفادہ کیا۔

مختلف مشائخ کی خدمت میں رہ کر نو تفسیریں پڑھیں، جس میں کشاف خاص کر مرکز توجہ رہی، بغیر مطالعہ کشاف کا درس دیتے تھے، اس کے حقائق بیان کرتے اور غوامض کو حل کرتے تھے اور ایسے ایسے نکات بیان کرتے کہ اس دور کے فضلاء حیران ہوجاتے اسی طرح شروح کی مراجعت کے بغیر المفتاح کا درس دیتے تھے، علم معانی، بیان اور تفسیر میں یکتا تھے۔

دمشق تشریف لائے تو امیر طرنطاش کے پاس قیام فرمایا، ایک ایسی مجلس میں شرکت کی جس میں دمشق کے بڑے بڑے علماء موجود تھے، ان علماء میں شیخ برہان الدین بن جماعہ بھی موجود تھے، آیت یوم ندعوا کل اناس پر کلام شروع فرمایا تو اعجاز کی ستر نوع بیان فرمائی حاضرین مجلس ششدر رہ گئے اور بہت اعزاز واکرام سے نوازے گئے

عینی فرماتے ہیں۔

"میں کئی سال تک ان کے ساتھ رہا یہاں تک کہ ان سے بہت سے علوم حاصل کئے اور کتابوں کی ایک اچھی تعداد ان کے سامنے پڑھی یہانتک کہ مجھکو فتویٰ تدریس اور وعظ وتذکیر کی اجازت دی، اس کے بعد کہ میں نے خود ان کے سامنے پڑھا، یا دوسروں کی قراءت سے ان سے سنا، جن کتابوں کو میں نے ان سے پڑھا ان میں سے طیبی کی التبیان فی المعانی والبیان، سکاکی کی المفتاح، یہ کتاب بہت ہی جستجو، پختگی، تحقیق، تدقیق لکھ لکھ کر اور مشکل مقامات کو حل

کرتے ہوئے پڑھی، اور میں برابر ان سے لگا رہا یہاں تک کہ یہ کتاب ختم ہوگئی، منجملہ ان کتب میں سے تلخیص اور خلخالی کی شرح شیخ صفی الدین کی قرارت سے، امام عبدالعزیز کی کتاب الکشف الکبیر کا اکثر حصہ شیخ خواجہ احمد آذربیجانی حنفی کی قرارت سے، اصول فقہ میں شیخ سراج الدین ہندی کی شرح المغنی جمال الدین عین تابی کی قرارت سے، ابن حاجب کی شرح الشافیہ، فن صرف میں شرح ہارونیہ نور الدین عین تابی کی قرأت سے، خود اپنی قرأت سے زمخشری کی کشاف کی سورۂ فاتحہ، بقرہ، آل عمران کی پوری تفسیر اور اس کا اکثر حصہ علمار کی ایک جماعت کی قرارت سے ان سے حاصل کیا"

شیخ ۷۵۰ھ میں عین تاب شہر میں تشریف لائے اور وعظ وتفسیر کا درس شروع فرمایا، تین مرتبہ مکمل قرآن مجید کی تفسیر بیان فرمائی، چوتھی بار سورہ تبارک تک پہنچے تھے کہ اپنے رب سے جا ملے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ پرندے ان کی مجلس میں آتے اور منبر کے سامنے بیٹھ کر وعظ سنتے اور درس کے مکمل ہونے پر اڑ جاتے تھے، خود عینی نے یہ منظر دیکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

عینی نے اپنی کتاب عمدۃ القاری ۲/۱۴۱ پر ذکر کیا ہے: علامہ ابوالروح شرف الدین عیسی السرماری کے پاس میری طالب علمی کے دور میں اہل علم میں سے ایک شخص تشریف لائے، اور موصوف سے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواباً فرمایا کہ اس آیت میں خشیت کو علمار کے ساتھ خاص کیا گیا ہے، اور دوسری آیت میں جنت صاحب خشیت لوگوں کے لئے ہے اس کا بیان ہے ذلک لمن خشی ربہ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنت علمار کے لئے خاص ہے، حاضرین مجلس میں موجود علمار فضلار اور اذکیار پر خاموشی طاری ہوگئی، شیخ نے ان کی

حیرت کو محسوس کر لیا تو فرمایا کہ علماء سے مراد اس آیت میں موحدین ہیں اور مطلب یہ ہوا کہ جنت ان موحدین کے لئے ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

۲۷ر شوال المکرم ۶۸۸ھ کو مقام عین تاب میں وفات ہوئی، اور اپنے قائم کردہ مدرسہ کے احاطہ میں مدفون ہوئے، ان کے یہ حالات صرف عینی نے بیان کئے ہیں۔

۵ - ابن الکشک :- اسم گرامی احمد بن اسماعیل بن محمد بن ابوالفتح بن صالح بن ابی العز بن وہیب الحنفی الدمشقی نجم الدین جو ابن الکشک سے مشہور ہیں تقریباً ۷۰۲ھ میں ولادت ہوئی، حجار سے صحیح بخاری شریف کی سماعت کی، ابونصر شیرازی یحیی بن محمد بن سعد، قاسم بن المظفر ست الفقہاء بنت الواسطی احمد بن علی بن الزراد زینب بنت عمر بن سکر قاسم بن عساکر وغیرہم سے اجازت حاصل کی

کئی بار دمشق میں عہدۂ قضا پر فائق رہے، مختلف مقامات پر درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری فرمایا، حدیث وفقہ کے ماہر اور فروعات کے کثیر الاستحضار تھے۔

عینی نے ابوالعباس احمد بن ابی طالب حجاج کی روایت سے جو حسین بن المبارک الزبیدی سے روایت کرتے تھے صحیح البخاری کا ابتدائی حصہ سماعت کیا، اور یہ بات بھی کہ عینی عن ابن الکشک عن حجار عن زبیدی کا سلسلہ بھی ایک لطیفہ ہے کیونکہ چاروں حنفی ہیں۔

۷۹۹ھ میں ابن الکشک کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال کے قریب تھی، موت کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ ان کے ایک مجنون بھائی نے چھری ماردی اور وہ شہید ہوگئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۶ - تقی الدین الدجوی[۱] :- محمد بن محمد بن عبدالرحمن بن حیدرۃ بن محمد بن محمد بن موسی بن عبدالجلیل بن ابراہیم بن محمد تقی الدین ابوبکر الدجوی قاہری

---

[۱] دجوی کی طرف منسوب ہیں جو دال کے ضمہ اور جیم کے سکون کیساتھ بولا جاتا ہے، دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر مصر کا ایک قصبہ ہے، اور بعضوں نے اس کو دال کے کسرہ کے ساتھ بھی لکھا ہے۔

شافعی، ولادت ۷۳۰ھ میں ہوئی۔
مختلف علوم میں مہارت حاصل کی، خصوصاً فقہ میں، نیز عربی زبان، لغت غریب حساب
اور تاریخ میں بھی کافی درک رکھتے تھے، کثیر الاستحضار تھے خط بہت عمدہ اور باریک تھا۔
عرضی میدومی، مظفر الدین عطار وغیرہ مشائخ سے سماعت کی، اور فضلاء وعلماء کی ایک جماعت
نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا، جن میں قلقشندی، ابن حجر اور عینی وغیرہ شامل ہیں، ان کے
بارے میں ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔
"کان یستحضر الکثیر من ھذا الفن الا انه لیس له فیه عمل القوم ولا کانت
له به عنایة بالتخریج ولا معرفة النازل والعالی من الاسانید"
عینی نے ان سے نسائی کے علاوہ باقی کتب ستہ کی سماعت کی، بخاری شریف ابن
تقی کی قرآت سے مسلم شریف زین الدین طاہر بن حبیب الحلبی کی قرارت سے اور سنن ابی داؤد
ترمذی، ابن ماجہ خود کی قرآت سے پڑھی ہے اسیطرح امام دارمی مسند عبد ابن حمید کی سماعت کی ۱۸ر جمادی الاولی ۸۰۷ھ میں وفات ہوئی

۷۔ نور الدین الہیثمی :- اسم گرامی علی بن ابی بکر بن سلیمان
بن ابی بکر بن عمر بن صالح، نور الدین ابو الحسن الہیثمی الشافعی ہے ولادت ۷۳۵ھ میں ہوئی
بچپن میں شیخ زین الدین عراقی کی صحبت رفاقت نصیب ہوئی، ابتدائی
طالب علم ہی سے ان کے ساتھ رہ کر ابو الفتح المیدومی، ابن الملوک، ابن القطروانی، ابن
الخباز اور ابن الحموی وغیرہ سے سماعت کی، اپنے شیخ عراقی کے ہمراہ حج کا سفر بھی کیا
سفر وحضر میں عراقی کے ساتھ رہے، ان کی صاحبزادی سے عقد نکاح ہوا، اور حدیث بھی
انھی سے حاصل کی، عراقی کی اکثر تصانیف اور ان کی جملہ مجالس املاء کو لکھتے رہے۔
عراقی نے طبرانی کی معاجم ثلثہ، مسانید احمد، بزار، ابو یعلیٰ کی وہ روایتیں جو کتب
ستہ میں ہیں ان کو الگ کرنے کی ترتیب دی، تو سب سے پہلے زوائد احمد دو جلدوں میں
مرتب کی، اور باقی پانچ میں ہر ایک کی ایک مستقل کتاب تصنیف کی، البتہ طبرانی اوسط وصغیر کو ایک

جلد میں لائے پھر اسانید کو حذف کر کے ان تمام کتابوں کو جمع کر دیا اور مجمع الزوائد نام رکھا۔
ہیثمی سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے جن میں ابن حجر اور عینی بھی ہیں بڑے زاہد، امام وقت، عالم، حافظ، متواضع اور لوگوں میں محبوب شخص تھے عبادت گذار اور متقشف تھے، کبھی قیام اللیل ترک نہیں فرمایا، متون کا استحضار تھا، سرعت جواب کے سبب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عراقی سے حافظہ میں بڑھے ہوئے ہیں، شیخ کی وفات کے بعد ۸۰۷ھ میں وفات ہوئی ان کی بہت سی تصنیفات ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں

۱ - مجمع الزوائد ومنبع الفوائد
۲ - زوائد ابن حبان علی الصحیحین جس کا نام موارد الظمآن ہے
۳ - ابی نعیم کی احادیث حلیہ کی ابواب پر ترتیب
۴ - ترتیب الغیلانیات
۵ - ترتیب الخلعیات
۶ - ترتیب ابن حبان علی الحروف
۷ - بغیۃ الباحث عن زوائد الحارث
۸ - ترتیب ثقات العجلی علی الحروف

۸۔ قطب الدین الحلبی:- اسم گرامی عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم، لقب قطب الدین اصل وطن حلب اور بود و باش مصر میں تھی، ولادت ۷۳۶ھ میں ہوئی، قرآن کریم حفظ کیا اور حسن اربلی، احمد مستولی، ابن غالی، محمد بن اسمٰعیل ایوبی، اور عز بن جماعہ سے علم حاصل کیا، ابن خباز، ابو حیان مزی اور ذہبی وغیرہ نے اجازت عنایت فرمائی، عینی نے ان سے طبرانی کی معجم کبیر کا کچھ حصہ سنا ہے اور اکثر حصہ بطور مناولہ حاصل کیا ہے، ۸ رجب ۸۰۹ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

۹ - ابن الکویک:- اسم گرامی محمد بن محمد بن عبداللطیف بن احمد بن محمود بن ابی الفتح شرف الدین ابو طاہر بن العز الربعی التکریتی[1] سکندری، قاہری، شافعی ابن الکویک سے مشہور رہیں۔

ذوالقعدہ ۷۳۷ھ میں ولادت ہوئی، خوش حال، باعزت گھرانہ میں پرورش پائی

---

[1] تکریت کی طرف منسوب ہے جو جزیرہ کا آخری قصبہ ہے دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے وہ ایک قدیم اور بڑا خوبصورت بازاروں والا نیز بکثرت مساجد والا شہر ہے۔

۱۶ - **المعزالحنفی** :- حسین بن محمد بن اسرائیل بن میکائیل المعز مجد الدین الحنفی عین تابی، قراءات میں بہت ماہر تھے، عینی نے ان سے پورا قرآن مجید امام حفص کی روایت میں پڑھا، اور شاطبیہ کی بھی سماعت کی، ۷۹۲ھ میں انتقال فرمایا، صرف عینی نے حالات لکھے ہیں۔

۱۷ - **میکائیل** :- میکائیل بن حسین بن اسرائیل حنفی عین تابی شیخ حسین بن محمد (جن کا تذکرہ ۱۲ پر گذرا) کے صاحبزادے ہیں، عینی نے المغنی[1] اصول میں اور خلافیات میں المنظومہ، فقہ میں مختار و کنز ۷۸۰ھ کے قریب ان سے پڑھی ۷۹۸ھ میں انتقال ہوا۔

۱۸ - **جلال الدین التبانی** :- احمد بن یوسف بن طوع بن رسلان حنفی مدرسۃ الصرغتمشیہ کے شیخ تھے، عینی کو افتاء و تدریس کی اجازت دی، اور اپنی تمام عقلی و نقلی مسموعات کی اجازت مرحمت فرمائی، ۷۹۳ھ میں وفات پائی۔

۱۹ - **تغری برمش** :- تغری برمش بن یوسف ترکماتی، قاہری حنفی زین الدین کنیت ہے، عینی نے ان سے جلال خجندی کی روایت سے ۷۸۰ھ میں شرح معانی الآثار سماعت فرمائی، نیز بغوی کی مصابیح السنۃ بھی حاصل فرمائی۔

۲۰ - **احمد بن خاص الترکی** :- احمد بن خاص شہاب الدین حنفی ان کا زیادہ اشتغال حدیث و فقہ میں رہتا تھا، عینی نے ان سے بھی استفادہ کیا ہے ۸۰۹ھ میں وفات پائی۔

۲۱ - **احمد العینتابی** :- احمد بن خلیل بن یوسف بن عبد الرحمن عین تابی حنفی، جو کہ استاذِ قرآن تھے، عینی نے کئی بار قرآن مجید شروع سے آخر تک

---

[1] عینی نے اپنی کتاب کشف القناع المرنی میں ذکر کیا ہے کہ المغنی اصول فقہ میں جلال الدین خجندی کی تصنیف ہے، اصول فقہ میں یہ پہلی کتاب تھی جس کو عینی نے بڑے اساتذہ سے پڑھا۔
کشف القناع ص ۱۹۹

مزی، ذہبی، برزالی، زینب بنت الکمال اور علی بن عبدالمومن اور دیگر علماء سے اجازت ملی، نیز اسعردی، ابن جماعۃ والقلانسی وغیرہم سے سماعت کی، بڑی عمر پائی، حتی کہ اپنے اکثر مشائخ سے روایت میں تفرد حاصل ہوا، ابن حجر نے مشائخ سے اجازت اور عوالی السماع کی تخریج کی، طلباء ان سے اجازت حاصل کرنے اور علم حاصل کرنے میں منافست کرتے تھے۔ عینی نے ان سے قاضی عیاض کی شفا مکمل پڑھی اور انھوں نے اپنی تمام مرویات ومسموعات اور اپنے مشائخ کی اجازت کردہ سندوں کی اجازت دی، وہ اپنے مکان میں یکسو ہو کر حدیث کا درس دینے میں مشغول رہے حتی کہ ۸۲۱ھ ذوقعدہ میں وفات ہوئی۔

۱۰۔ الملطی: اسم گرامی یوسف بن موسیٰ بن محمد بن احمد بن ابی تکین بن عبداللہ جمال الدین الملطی الحنفی ہے، ۸۲۵ھ میں ولادت باسعادت ہوئی، اصلی وطن خرت برت[1] ہے، ملطیہ میں نشوونما ہوئی، حلب میں علمی اشتغال شروع فرمایا اور مختلف علوم میں مہارت حاصل کی پھر مصر کا سفر فرمایا، اور وہاں کے بڑے بڑے مشائخ مثلاً ترکمانی مغلطائی عز بن جماعۃ، ارشدالدین وغیرہم سے علوم حاصل کیا، پھر حلب کی طرف مراجعت ہوئی، ان کا شمار حنفیہ کے ائمہ میں ہونے لگا، طلبہ ان کی طرف کثرت سے رجوع کرنے لگے، انھوں نے ایک مدت تک درس وافتاء کی خدمات انجام دیں، کہا جاتا ہے کہ کشاف کے حافظ تھے، پھر ان کو ظاہر برقوق نے طلب فرما کر قاضی بنادیا، یہ بڑے صالح متقی عالم تھے، ہر روز ۲۵ درہم فقراء پر صدقہ کرتے تھے عینی نے ان سے بزدوی کی اصول فقہ پڑھی اسی طرح حسام الاخسیکتی کی منتخب الاصول اور مرغینانی کی ہدایہ سماعت کی، ۱۸ ربیع الآخر ۸۰۳ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمہ اللہ۔

---

[1] خرت برت (خا کے فتحہ اور راء کا سکون اور تاء کا فتحہ پھر باء مکسور) ایک قلعہ کا ارمنی نام ہے جو حصن زیاد سے معروف ہے، اس کے اور ملطیہ کے درمیان دو دن کا فاصلہ ہے ان دونوں شہروں کے درمیان دریائے فرات حائل ہے۔

۱۱- **الفُوّیؔ** :- اسم گرامی علی بن محمد بن عبدالکریم، نورالدین ابوالحسن الفوی ہے، قاہری وطناً، شافعی مذہباً، عینی نے ان سے نسائی کی سنن کبریٰ اور سنن دارقطنی کے بعض صفحات اور ابن مالک کی تسہیل کی روایت کی ہے، وفات ۸۲۷ھ میں ہوئی۔

۱۲- **ابوالفتح عسقلانی** :- محمد بن احمد بن محمد بن احمد، ابوالفتح العسقلانی مصری، عینی نے شیخ شمس الدین محمد بن علی زراتیتی کی قرأت سے موصوف سے شاطبیہ سنی۔ محرم ۷۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔

۱۳- **جبریل بن صالح البغدادی** :- جبرئیل بن صالح بن اسرائیل البغدادی عین تابی، عینی نے ان سے کشاف، مجمع البحرین، تنقیح اور اس کی شرح توشیح جو عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ کی تصنیف بتائی جاتی ہے پڑھی، انھوں نے عینی کو صاغانی کی شرح المشارق کی روایت کی بھی اجازت مرحمت فرمائی ۷۹۴ھ میں رحلت فرمائی ان کے حالات صرف عینی نے لکھے ہیں۔

۱۴- **ابن زین العرب** :- محمد بن عبداللہ بن احمد جن کے والد زین العرب سے مشہور ہیں، اور جو مصابیح کے شارح بھی ہیں، عینی نے ان سے قرآن مجید معوذتین سے ربع قرآن مجید تک پڑھا ۷۹۳ھ میں وفات ہوئی، ان کے حالات بھی صرف عینی نے بیان کئے ہیں

۱۵- **القزوینی** :- محمود بن احمد بن ابراہیم القزوینیؔ عمدگی خط میں اپنے دور میں بے نظیر تھے، عینی نے اپنے والد کے مشورہ سے ایک مدت تک ان کی صحبت اختیار کی اور کتابت کی مشق کی، ان کی وفات کا سن معلوم نہ ہو سکا، عینی کے سوا، کسی نے ان کے حالات نہیں لکھے

لہ فوہ کی طرف منسوب ہے دریائے نیل کے کنارے ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو مصر کے رشید شہر کے قریب ہے اس شہر کے اطراف میں چہار دیواری اور کھجور کے باغات ہیں۔

ٹہ قزوین ایک مشہور شہر ہے جس کو براء بن عازبؓ نے ۲۴ھ میں فتح کیا تھا اس کے اور رے کے درمیان ۲۷ فرسخ کا فاصلہ ہے۔ معجم البلدان ج ۴ ص ۳۴۲۔ تقویم البلدان ص ۴۱۹۔

حفص اور دیگر روایات میں پڑھا، اسی طرح علم الدین سخاوی کی نونیہ[1] اور شاطبیہ کا بعض حصہ پڑھا۔ درس کا یہ سلسلہ ۷۷۶ھ کے قریب رہا، ۸۰۶ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔

۲۲۔ **بدرالدین الواعظ**:۔ محمود بن محمد بن عبداللہ رومی، ثم عین تابی، جن کا لقب بدرالدین الواعظ تھا، عینی نے فن صرف میں عزی پڑھی نیز بغوی کی المصابیح فرائض میں سراجیہ پڑھی تقریباً ۷۹۵ھ میں وفات پائی۔

۲۳۔ **خیرالدین القصیر**:۔ خلیل بن احمد بن محمد بن عبداللہ مشرقی عین تابی، خیرالدین القصیر، عینی نے ان سے علم اللغہ میں کتاب التقدمہ، صرف میں عزی اور ہارونیہ، اندلسی کی العروض، نحو میں المصباح اور کتاب الجمل فی الصرف شیخ سلیمان بن خفاف کی قرأت سے سنی اور شیخ حسام الدین الاصولی کی قرأت سے شیخ رکن الدین کی المتوسط شرح کافیہ سنی۔ یہ پستہ قد پاک دامن تھے، ۷۹۲ھ میں انتقال فرمایا جب کہ عمر شریف ۷۵ سال تھی۔

۲۴۔ **ذوالنون**:۔ احمد بن یوسف السرماری حنفی، عینی نے ان سے المصباح پڑھی، ۷۷۰ھ میں وفات پائی۔

۲۵۔ **حیدرالرومی**:۔ حیدر بن محمد بن ابراہیم حلبی ہروی[2]، حنفی، مجھے ان کے حالات نہ مل سکے البتہ بروکلمان نے فرائض السراجیہ کی شروح کے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے، عینی نے بھی ان سے سراجی کی شرح پڑھی۔

---

[1] علم الدین سخاوی م ۶۴۳ھ کی کتاب ہے جو فن قرأت میں نظم ہے اس کی شرح اسمٰعیل بن محمد الحموی ابن الفقاعی م ۶۷۰ھ نے کی۔ کشف الظنون ج ۲ ص ۱۹۸۴، ابن جزری کی غایۃ النہایہ ج ۱ ص ۱۶۷۔ [2] ہروی ہرات کی طرف نسبت ہے خراسان کے اہم شہروں میں ایک مشہور شہر ہے جس میں باغات اور پانی وافر مقدار میں ہے اور علماء واہل فضل وکمال سے آباد ہے، المسالیک ص ۲۲۔

۲۶ - **الرہاوی** :- حسام الدین ابو المحاسن الرہاوی[1] عینی نے ان سے البحار الزاخرہ جو رہاوی کی تالیف ہے پڑھی ہے، ان کے حالات سے واقفیت نہیں ہو سکی۔

۲۷ - **سراج احمد** :- سراج الدین عمر، عینی نے ان سے جوہری کی الصحاح پڑھی، مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔

۲۸ - **العز ابن الکویک** :- محمد بن عبد اللطیف بن احمد عز الدین بن الکویک، عینی نے ان سے بھی پڑھا ہے مگر حالات معلوم نہ ہو سکے۔

۲۹ - **ابن الزاہد** :- محمد الراعی بن الزاہد شمس الدین عینی نے آمدی کی رموز الحکمۃ اور قطب الدین رازی کی شرح شمسیہ اور مطالع پڑھی نیز صرف میں شافیہ اور مراح الارواح بھی حاصل کی، ابن زاہد اکمل الدین بابرتی کے شاگرد ہیں، مزید حالات کا علم نہ ہو سکا۔

۳۰ - **علاء الدین کختاوی** :- حالات معلوم نہ ہو سکے

۳۱ - **ولی الدین بہنسی** :- حالات معلوم نہ ہو سکے

۳۲ - **بدر الدین کشافی** :- حالات معلوم نہ ہو سکے

۳۳ - نیز اپنے والد ابو العباس سے بھی علم حاصل کیا ہے۔

رحمہم اللہ جمیعا رحمۃ واسعۃ

---

[1] رہاوی رُہا کی طرف نسبت ہے (راء کا ضمہ) ایک بڑا شہر ہے جس میں اکثریت نصاریٰ کی ہے، اس میں آثار عجیبہ ہیں، یہ فرات کے شمال مشرق میں واقع ہے اس میں بھی باغات ہیں ۱۸ھ میں عیاض ابن غنم نے فتح کیا تھا۔ المسالک والممالک ص۵۴۔ تقویم البلدان ص۲۷۷۔

فصل چہارم

علامہ عینی کے مشہور تلامذہ

قاہرہ کے مختلف مدارس کے علاوہ عینی نے مدرسہ مؤیدیہ میں ۲۶ سال درس حدیث دیا ہے، اسباق حدیث کے ساتھ ساتھ تاریخ، نحو، ادب فقہ اور عروض وغیرہ فنون بھی پڑھاتے رہے اور اس سے یہ نتیجہ آسانی سے نکل سکتا ہے کہ ان کے شاگردوں کی تعداد بے شمار ہوگی۔

اس دور کے مصنفین کی کتب تراجم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے جتنا اہتمام ابن حجر کے شاگردوں کے شمار کرنے اور ان کا تذکرہ کرنے میں کیا ہے عینی کے تلامذہ کی طرف اتنا اہتمام نہیں کیا گیا، خصوصاً سخاوی کی الضوء اللامع کا مطالعہ کیجئے، صدہا تراجم میں یہ تو ذکر کیا گیا کہ انھوں نے ابن حجر سے علم حاصل کیا، اسکے مقابل عینی کے شاگردوں کا تذکرہ نا قابل ذکر حد تک ہے۔

میں نے الضوء اللامع کے تمام تراجم کا شروع سے آخر تک تتبع کیا تو صرف ۵۳ اشخاص کے بارے میں سخاوی نے تصریح کی ہے کہ انھوں نے عینی سے علم حاصل کیا ہے، میں نے دیگر مصادر کا مزید مطالعہ کرکے ۴ کا اضافہ کیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ

عینی اور ان کے مرتبہ کے ساتھ ناانصافی اور ان کی حق تلفی ہے اور اس بے انصافی کی وجہ اپنے شیخ، اپنے مذہب اور اپنے شہر کی عصبیت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

چونکہ مختلف فنون کا درس دیتے تھے، تو ان کے تلامذہ کے رجحانات بھی مختلف رہے ہیں اور ان کے مہارت فن کے میدان بھی مختلف رہے ہیں، ایک طرف جہاں محدث فقیہ، اصولی حضرات نے مہارت پیدا کی تو دوسری طرف مورخ اور نحوی بھی ہیں۔ جہاں ان کے پیروؤں میں مذہب حنفیہ کے طلبا ہیں تو دوسری جانب مذاہب ثلاثہ کے متبعین بھی موجود ہیں، اسی طرح اگر مصری اور شامی ان کے شاگرد تھے تو حجازی اور مراکشی بھی تلامذہ میں شامل ہیں۔

اور پھر ان تلامذہ کی نوعیتیں بھی مختلف ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو عینی کے ساتھ مدت تک رہ کر علم حاصل کرنے کا موقع ملا، بعضوں نے خود قرارت کی بعضوں نے سنا اور بعضوں کے صرف اجازت طلب کرنے پر اجازت مرحمت فرمائی بندہ نے ان لاتعداد تلامذہ میں سے صرف دس کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ باقی کے اسمار حروف کی ترتیب سے مرتب کر دیئے ہیں۔

۱۔ الکمال بن الہمام

محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید بن مسعود السیواسی[۱] ثم سکندری، ثم قاہری حنفی جو کمال الدین ابن الہمام کے نام سے موصوف ہیں، ان کے والد بلاد روم کے موضع سیواس میں قاضی تھے پھر اسکندریہ آنے کے بعد وہاں کا عہدۂ قضا سنبھالا، الکمال ۷۸۸ھ یا ۷۸۹ھ میں پیدا ہوئے، جب ان کی عمر ۱۰ سال تھی والد محترم کی وفات ہو گئی، نانی نے کمال کی پرورش کی کمال بن الہمام نے السراج قاری الہدایہ، شمس الدین البساطی، شمس الدین

---

[۱] سیواس کی طرف نسبت ہے جو ملک روم کا بڑا مشہور شہر ہے اس میں چھوٹا سا قلعہ ہے نہایت ٹھنڈا اسکے اور قیصاریہ کے درمیان ساٹھ میل کا فاصلہ ہے۔ تقویم البلدان ص ۳۸۵۔

الزرانیتی، جلال الدین ہندی، یوسف الحمیدی، ابوزرعہ العراقی اور ابن حجر وغیرہ سے علم حاصل کیا ہے، عینی سے تعلق کی نوعیت یہ ہے کہ مدرسہ مؤیدیہ میں درس حدیث دینے والوں میں عینی نے ان کو بھی مقرر کیا تھا، انھوں نے عینی سے اشعار عرب میں دواوین سبعہ پڑھا ہے، کمال کے شاگردوں میں علماء احناف میں تقی شمنی، قاسم بن قطلوبغا، سیف الدین بن قطلوبغا، شوافع میں ابن خضر، منادی اور الوردری ہیں، اور مالکیہ میں عبادہ، طاہر قرانی، حنابلہ میں جمال بن ہشام۔

مدرسہ منصوریہ میں فقہ کے استاذ مقرر ہوئے اسیطرح قبۃ الصالح اور اشرفیہ میں بھی درس دیا، شیخونیہ کے صدر مقرر ہوئے، کمال فارسی اور ترکی زبان سے بھی واقف تھے ان دونوں زبانوں میں گفتگو کرتے تھے، جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو زمزم پیتے وقت استقامت اور اسلام کی حقیقت پر وفات کی خصوصیت سے دعا مانگی۔

امام وقت اور علامۂ زمان تھے، اصول دیانات سے واقف، تفسیر فقہ، اصول، فرائض، حساب، تصوف، نحو وصرف، معانی وبیان، منطق وجدل، ادب وموسیقی مطلب کہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، ان کی ذکاوت کا یہ حال تھا کہ بدرالاقصرائی کے درس تفسیر میں جب حاضر ہوتے تو مختلف مباحث میں ایسی تدقیق کرتے کہ بدرالاقصرائی لاجواب ہوجاتے، عزبن جماعۃ کو جب ان کی آمد کا پتہ چلتا تو قرأت بند کر دیتے، جب باطی نے علاء بخاری سے مناظرہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ دونوں انکے اساتذہ میں ہیں اور یہ مسئلہ سامنے رہا کہ جب دونوں میں مناظرہ ہو تو حکم کس کو مقرر کیا جائے تو انھوں نے فرمایا: ابن ہمام کو، اس لئے کہ یہ اس بات کے لائق ہیں کہ علماء کے حکم بنیں، اسی طرح جب باطی سے ان کے اساتذہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے قایاتی ونائی اور دیگر اساتذہ کا نام لیا اور یوں فرمایا کہ ابن الہمام بھی میرے استاذ ہیں اور یہ کہ موصوف ان تمام علماء کے شیخ ہونے کے قابل ہیں (ہو یصلح ان یکون شیخا لھولاء)

بہر حال ابن الہمام نے بڑی خوبی کے ساتھ صلاح و زہد اور تحقیق و علم کو جمع کر رکھا تھا، اور وہ اپنی تصانیف اور بحث میں جب حق بات سمجھ لیتے تو برابر انصاف سے کام لیتے تھے، ۸۶۱ھ میں وفات پائی، ان کی بہت سی تصنیفات ہیں زیادتر فقہ حنفی اور اس کے اصول میں ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

۱ ۔ شرح الہدایہ جس کا نام فتح القدیر ہے، اس کتاب میں باب الوکالہ تک کی شرح ہو سکی یہ ایسی کتاب ہے کہ اس طرز کی کوئی دوسری کتاب نہیں لکھی گئی۔

۲ ۔ المسامرہ فی العقائد المنجیہ من الآخرہ

۳ ۔ التحریر فی اصول الفقہ

۴ ۔ زاد الفقیر فی الفقہ

۵ ۔ سبحان اللہ والحمد للہ کی ترکیب میں ایک رسالہ

۶ ۔ ایضاح البدیع لابن الساعاتی۔ وغیرہ۔

۲۔ السخاوی[1]

محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد شمس الدین ابو الخیر السخاوی، القاہری، الشافعی، ربیع الاول ۸۳۱ھ میں ولادت ہوئی، بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اسی طرح عمدۃ الاحکام التنبیہ المنہاج الفیہ ابن مالک، الفیۃ العراقی اور شاطبیہ کا اکثر حصہ اور ابن حجر کی نخبۃ الفکر حفظ کرلی، جب کوئی کتاب یاد کر لیتے تھے تو اپنے اساتذہ کو سنا دیتے۔

محب بن نصر اللہ بغدادی حنبلی، جمال عبد اللہ زیتونی، زین رضوان عقبی، برہان بن خضر، تقی الدین شمنی ابن قطلوبغا سے علم حاصل کیا، ابن حجر سے خصوصی تعلق رہا اور دیگر بہت سے شیوخ نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی، ان کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے۔

---

[1] سخاوی سخا کی طرف منسوب ہے، مصر کے مغربی ضلع کا ایک گاؤں ہے اس کو خارجہ بن حذافہ نے حضرت عمرو بن العاص کے زمانہ میں فتح کیا تھا۔ معجم البلدان ج ۳، ص ۱۹۶۔

عینی سے بھی استفادہ کیا، ان کی بعض کتابوں پر تقریظ کی اور لکھا

انہ حوی فوائد کثیرۃ وزوائد غزیرۃ وابرز مخدرات المعانی بموضحات البیان حتی جعل ما خفی کالعیان فدل علی ان منشئہ ممن یخوض فی بحار العلوم ویستخرج من دررھا المنثور والمنظوم وممن لہ ید طولی فی بدائع التراکیب وتصرفات بلیغۃ فی صنائع التراتیب زادہ اللہ تعالیٰ فضلاً یفوق بہ علی انظارہ وتسمو بہ فی سماء قریحتہ قوۃ افکارہ انہ علی ذلک قدیر وبالاجابۃ جدیر

سخاوی نے دارالحدیث کاملیہ صرغتمشیہ، برقوقیہ، فاضلیہ، منکوتریہ وغیرہ مدارس میں رہ کر علم حاصل کیا ۸۷۰ھ وغیرہ سنین میں کئی بار حج سے مشرف ہوئے، اور حرم پاک میں اپنی بعض تصانیف کا درس دیا۔

ابن حجر کے ساتھ رہ کر بہت فائدہ اٹھایا، ابن حجر کے تلامذہ میں انھوں نے سب سے زیادہ فیض حاصل کیا ہے، ابن حجر کبھی کبھی اپنے خادم کو بھیج کر قرأۃ حدیث کے لئے ان کو طلب کرتے تھے۔

مکہ معظمہ میں بیت المعظم کے اندرون میں، حجر میں، غار ثور میں، جبل حرا میں، منیٰ اور مسجد الخیف میں قرأت کی، دمیاط، اسکندریہ، سمنود، منوف علیا، فوہ، رشید، محلہ بعلبک، حلب، دمشق، خلیل اور بیت المقدس، وغزہ وغیرہ کا سفر فرمایا۔ ان سے بہت سے علماء نے کسب فیض کیا، بعض تو ان کے اساتذہ بھی ہیں، سخاوی اور ان کے معاصرین میں شدید تنافس تھا جو عداوت وطعن کی حد تک پہنچ گیا تھا جیسا کہ بقاعی اور سیوطی کے ساتھ معاملہ رہا۔

سخاوی اپنے وقت کے امام، علامۂ حدیث ورجال، تفسیر وفقہ، لغت، ادب وتاریخ میں کامل اور علم جرح وتعدیل میں یکتا تھے ۹۰۲ھ میں وفات پائی۔

انھوں نے بہت سی تصنیفات وتالیفات چھوڑی ہیں، ان کی تصانیف سو سے زائد بتلائی جاتی ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں۔

۱۔ فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث۔
۲۔ الغایۃ فی شرح الہدایۃ لابن الجزری۔
۳۔ النکت علی الالفیہ وشرحہا۔
۴۔ تکملہ شرح الترمذی للعراقی۔ مکمل نہ ہو سکی۔
۵۔ شرح شمائل النبویہ للترمذی۔
۶۔ الضوء اللامع لاہل القرن التاسع۔
۷۔ الاصل الاصیل فی تحریم النقل من التوراۃ والانجیل۔
۸۔ الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ۔
۹۔ التحفۃ المنیفۃ فیما وقع لہ من احادیث الامام ابی حنیفہ۔
۱۰۔ تراجم شیوخہ۔
۱۱۔ الاہتمام بترجمۃ الکمال بن الہمام۔
۱۲۔ الذیل علی قضاۃ مصر لابن حجر۔
۱۳۔ الجواہر والدرر فی ترجمۃ ابن حجر۔
۱۴۔ ترتیب شیوخ الطبرانی۔
۱۵۔ القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع۔ وغیرہ۔

۳: ابوالفضل العسقلانی

احمد بن صدقہ بن احمد بن حسن بن عبداللہ ابوالفضل العسقلانی المکی الاصل القاہری الشافعی، جو ابن الصیرفی سے مشہور ہیں۔

، رذی الحجہ ۸۲۹ھ میں ولادت ہوئی، شہاب سکندری، ابن العطار ابن یفتح اللہ

ابن حجر" وغیرہ سے قاہرہ اور مکہ معظمہ میں علم حاصل کیا۔

عینی سے علم حدیث حاصل کیا اور شرح شواہد پڑھی، قاہرہ اور مکہ معظمہ میں بہت سے فضلاء نے ان سے کسب فیض کیا جن میں نجم بن فہد میں ابو الفضل کو مختلف علوم میں فضیلت تامہ حاصل ہوئی، تیز فہمی، فصاحت لسانی، حاضر جوابی میں مشہور تھے بہت سے مشائخ نے ان کو درس وافتاء کی اجازت دی، مدرسہ طیبرسیہ میں بخاری شریف کا درس دیا، اور مدرسہ شیخونیہ میں فقہ، برقوقیہ میں تفسیر کا درس دیا، مناوی کے نائب کی حیثیت سے محکمۃ القضاء میں بھی رہے۔

وہ محدث، مفسر، فقیہ، اصولی، ادیب و شاعر اور علم فلک کے ماہر تھے ۹۰۵ھ میں وفات پائی۔ بہت سی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن میں بعض یہ ہیں۔

۱ ـ شرح التبریز فی الفقہ۔

۲ ـ شرح الورقۃ فی اصول الفقہ۔

۳ ـ مقدمۃ فی الفلک۔

۴ ـ نظم النخبۃ لابن حجر۔

۵ ـ نظم الحاوی فی الحساب لابن الہائم۔

۶ ـ دیوان شعر

۷ ـ منظومۃ فی العروض۔

۴۹ الطنوبی عیسیٰ بن سلیمان بن خلف بن داؤد شرف الدین الطنوبی[1] القاہری، الشافعی، نصف ذی الحجہ ۸۰۱ھ میں ولادت قاہرہ میں ہوئی۔

عز بن جماعہ مجد برماوی شمس برماوی شمس شطنوفی ولی عراقی اور جلال الدین

---

[1] طنوبی، طاء کے ضمہ کے ساتھ مصر کے منوفیہ صوبہ کا ایک شہر ہے اسکی طرف نسبت ہے ۱۲

بلقینی، و دیگر علماء سے کسب فیض کیا، خصوصیت سے عینی سے لگاؤ رکھا اور استفادہ کرتے رہے، بہت سے فضلاء جن میں سخاوی بھی شامل ہیں ان کے تلامذہ میں ہیں۔
مدرسہ فیروز میں تصوف کی صدارت اور جامع حاکم میں میعاد کی ریاست ان کے پاس رہی، جامع ازہر میں عام لوگوں کو بخاری کا درس دیتے تھے، اسی طرح عہدۂ قضا کی نیابت بھی کی۔ بڑے فاضل، پختہ استعداد، علم دوست، بے تکلف اور سادہ مزاج عالم تھے موت سے قبل دماغی خرابی میں مبتلا ہو گئے تھے، تنگدستی کے سبب زندگی میں ہی کتابیں فروخت کر دی گئی ۸۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔

۵: ابوالبرکات العسقلانی

احمد بن ابراہیم بن نصراللہ بن احمد بن محمد بن ابی الفتح بن قاسم بن اسماعیل بن ابراہیم بن نصراللہ ابوالبرکات عزالدین الکنانی عسقلانی، قاہری، حنبلی۔ ۲۶ ر ذی قعدہ ۸۰۰ھ میں مدرسہ صالحیہ قاہرہ میں پیدا ہوئے۔

محب بن نصر، بدرالدمامینی، عبدالسلام بغدادی، عز بن جماعہ، شہاب الدین بردینی وابی بکر الخوانی، مقریزی اور ابن حجر سے علم حاصل کیا، عینی سے علم تاریخ حاصل فرمایا۔

حج و زیارت سے مشرف ہوئے، اس کے بعد بیت المقدس اور خلیل کی زیارت کی شام میں دو مرتبہ تشریف لائے، مدرسہ جمالیہ، حسینیہ، مسجد حاکم، ام السلطان اور جامع ابن البابا میں درس دیا، فقہ کا درس مدرسہ اشرفیہ، مؤیدیہ اور بدریہ میں دیا، اسی طرح صالحیہ ناصریہ، جامع ابن طولون اور شیخونیہ میں پڑھایا، بدرالدین بغدادی کے بعد حنابلہ کے قاضی بنائے گئے

قاہرہ میں ایک مسجد، مدرسہ اور سبیل بنائی، نیز شبرا میں مسجد بنائی، ان کا گھر چند بیوہ و مساکین کا ملجا تھا، وہ ایک قدیم علمی خاندان اور قاضیوں کے گھرانے کے فرد اور خود زبردست عالم تھے تا حیات مختلف علوم و فنون کی خدمت کرتے رہے، بڑے متواضع سادہ اور بے تکلف شخص تھے، حنبلی مذہب کے منفرد عالم تھے، اس دور میں ان کے برابر کوئی

حنبلی عالم نہ تھا۔

اکابر سے کسب فیض کیا، بہت سی تصنیفات چھوڑیں، شاید ہی کوئی فن ایسا ہو کہ اس میں انھوں نے نظم و نثر میں کوئی نہ کوئی کتاب نہ لکھی ہو، مشہور کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ المحرر فی الفقہ

۲۔ شرح الفیہ

۳۔ نظم مختصر المحرر

۴۔ مختصر تصحیح الخلاف المطلق فی المقنع للنابلسی

اس کے علاوہ فن فقہ، اصول فقہ، حدیث، عربیۃ اور تاریخ میں اور دیگر فنون میں حواشی تصانیف اور مذکرات ہیں۔

۶: ابن تغری بردی

یوسف بن تغری بردی، جمال الدین ابو المحاسن بن اتابکی، قاہری، شوال ۸۱۳ھ میں ولادت ہوئی بچپن میں یتیم ہو گئے تو بہنوئی قاضی القضاۃ ناصر الدین نے پرورش کی۔

شمس الدین رومی، علاء الدین رومی، ابن ضیاء مکی، تقی الدین شمنی سے علم حاصل کیا، عینی اور مقریزی سے علم تاریخ حاصل کیا، علاوہ ازیں عینی سے فقہ اور حدیث کا درس بھی لیا، علم تاریخ سے زیادہ لگاؤ تھا اس لئے مقریزی اور عینی کیساتھ لگے رہے اور اس علم کے حصول میں کافی محنت کی، ان کی ذکاوت تیز فہمی اور حسن تصور کی وجہ سے اپنے معاصرین پر فوقیت حاصل کرلی، وہ تحریر فرماتے ہیں

ولما انتهينا من الصلوٰة على قاضى القضاة بدر الدين العينى وفرغنا من دفنه بجامع الازهر قال لى البدر البغدادى الحنبلى: خلا لك الجو فبض واصفر فلم ارد اليه وارسلت اليه بعد عودى الى منزلى ورقة بخط العينى هذا ايسئالنى فيه عن اشياء سئل عنها فى التاريخ من بعض الاعيان

ویعتذر عن الاجابة بکبر سنه وتشتت ذھنه ثم بسط القول فی المدح والثناء علی فقال: وقد صار المعول علیک الآن فی ھذا الشان وانت فارس میدانه واستاذ زمانه، فاشکر اللہ علی ذلک:

علم تاریخ میں ان کی جلالت شان کے باوجود سخاوی نے اپنی کتاب "صناعات" میں کئی جگہوں پر ان پر نقد کیا ہے، ابن تغری بردی نے اشرف اینال کی تربت کے قریب ایک بہت بڑی تربت بنائی تھی جس میں اپنی تمام کتابیں اور تصنیفات وقف کردی تھی ان کی تصنیفات میں بعض یہ ہیں۔

۱ ۔ المنہل الصافی والمستوفی بعد الوافی ۔

۲ ۔ الذیل الشافی علی المنہل الصافی ۔

۳ ۔ مورد اللطافۃ فی ذکر من ولی السلطنۃ والخلافۃ ۔

۴ ۔ النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ ۔

۵ ۔ البشارۃ فی تکملۃ الاشارۃ للذہبی ۔

۶ ۔ حلیۃ الصفات فی الاسماء والصناعات

۷: نورالدین الدکماوی

علی بن احمد بن خلیفہ، نورالدین الدکماوی[۱] المنوفی القاہری، الشافعی جو اخو حذیفہ سے موصوف تھے ۷۴۱ھ میں مقام دکما میں پیدا ہوئے، پھر قاہرہ منتقل ہوگئے، قایانی، ونائی، شرف الدین سبکی، محلی، امین الدین، اقصرائی، بوتیجی، تقی الدین شمنی اور ابن حجر سے علم حاصل کیا۔ علامہ عینی کے پاس رہ کر ان کی شرح بخاری اور حواشی مقالات وغیرہ کا درس لیا، جامع حاکم اور مدرسہ بیبرسیہ میں تدریس کی خدمت انجام دی، حج سے فراغت کے

---

[۱] دکما دال کے فتحہ کے ساتھ مصر کے صوبہ منوفیہ کے مضافات میں ایک شہر ہے۔
(التحفۃ السنیہ باسماء بلاد المصریہ لابن الجیعان ص۱۰۵)

بعد اسکندریہ وغیرہ شہروں کا سفر فرمایا، پھر ۸۴۱ھ میں مجاہدین کے ساتھ جہاد کی نیت سے قبرص تشریف لے گئے۔

علم معانی، فقہ، بدیع، بیان، حدیث، حساب، نحو اور لغت وغیرہ علوم میں مہارت حاصل کی، حاجبیہ کی ایک سو شروحات سے واقفیت رکھتے تھے، ۲ر صفر ۸۹۰ھ میں وفات ہوئی

۸۔ ابن قاضی عجلون[1]

محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد نجم الدین زرعی دمشقی، شافعی جو ابن قاضی عجلون کے نام سے مشہور ہوئے

۲۲ ر ربیع الاول ۸۳۱ھ میں دمشق میں ولادت ہوئی، اپنے والد قاضی ابن شہبہ ونائی، ابن حجر علامہ قلقشندی، بوتیجی اور ابن الہمام وغیرہ سے علم حاصل کیا، علامہ عینی سے ان کی شرح شواہد پڑھی حج سے مشرف ہوئے اور بیت المقدس کی زیارت کی، قاہرہ بار بار تشریف لائے، علماء اور فضلاء سے کثرت سے ملاقاتیں اور علمی صحبتیں رہیں، مطولات کے دیکھنے میں زیادہ وقت گذارتے تھے، قاہرہ میں دار العدل کے منصب افتاء پر فائز ہوئے، جامع ابن طولون اور حجازیہ میں فقہ کا درس دیا، باسطیہ میں کتب خانہ کے ناظم مقرر ہوئے، اسی طرح دمشق میں شامیہ، جوانیہ، عزیزیہ اور اتابکیہ کی تدریس کی نیابت کی، اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر فلکیہ، دولعیہ، خاتونیہ اور جامع اموی میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔

پختہ استعداد، جید علم، قوی الحافظہ عالم تھے، خط بھی پاکیزہ تھا اور خطاب میں بھی ممتاز تھے، ۱۳ر شوال ۸۷۶ھ میں وفات ہوئی ان کی تصانیف میں مشہور یہ ہیں۔

۱۔ تصحیح المنہاج (مطول، متوسط، اور مختصر)

۲۔ التاج فی زوائد الروضۃ علی المنہاج۔

۳۔ التحریر فی الفقہ (۴۰۰ کاپیوں میں)

---

[1] عجلون۔ ملک شام میں ایک مضبوط مشہور قلعہ ہے جو شہر بیسان سے نظر آتا ہے اس میں بہتے ہوئے چشمے اور باغات ہیں۔ تقدیم البلدان ص۲۴۵۔

۴ ـ جزء فی ذبائح اہل الکتاب ومناکحتہم

۵ ـ جزء فی السنجاب ۔

۹ : البحجازی

محمد بن محمد بن احمد شمس الدین قلیوبی[1]، قاہری، شافعی جو البحجازی سے مشہور ہوئے، نورادمی، ولی عراقی، ابن المجید، ابن الجزری، ابن الکویک سے کسب فیض کیا، عینی سے ان کی شرح شواہد پڑھی اور اس کتاب پر اپنی تحقیقات سے حواشی لکھے ۔

بہت سے فضلاء نے ان سے استفادہ کیا، طلبہ کو درس دینے میں مشغول رہے عینی کی زندگی میں ہی شرح شواہد کا درس بھی دیتے تھے، ان کے شاگردوں میں علی بن محمد بن احمد الطبناوی (م ۸۸۸ھ) بھی ہیں یہ بڑے عالم، فاضل، فرائض، حساب اور عربیت کے ماہر تھے، امر بالمعروف کا شوق رکھنے والے اور پیارے انداز میں علم کی تفہیم کرنے والے تھے، ۸۴۹ھ میں انتقال فرمایا، خانقاہ اشرفیہ کے عقب میں مدفون ہوئے ۔

ان کی تالیفات یہ ہیں ۔

۱ ـ تعلیق علی الشفا قاضی عیاض

۲ ـ مختصر الحاوی

۳ ـ شرح التلخیص لابن البنا فی الحساب ۔

۱۰ : البلبیسی

محمد بن خلیل بن یوسف بن علی، ابو حامد بلبیسی[2]، رملی، مقدسی، شافعی، بعد میں قاہرہ میں مقیم ہو گئے، ۸۱۹ھ میں رمضان المبارک کے آخر میں ولادت ہوئی، مقام ولادت رملہ ہے، انھوں نے

---

[1] قلیوبی قلیوب کی طرف منسوب ہے جو قاہرہ کے قریب ہے اس کو قصر مغنی بھی کہا جاتا ہے
(ابن جیعان کی تحفہ سنیہ ص ۱)

[2] بلبیسی، بلبیس (دونوں با کے کسرہ کے ساتھ) کی طرف منسوب ہے جو مصر و فسطاط کے درمیان دس میل کا فاصلہ ہے جو شام کے راستہ پر واقع ہے ۱۹ھ یا ۱۸ھ میں [illegible] کے ہاتھوں فتح ہوا [illegible]

قرآن مجید رملہ میں حفظ کیا، زین ماہر، عبدالسلام مقدسی، سراج الدین رومی، ابن المصری، عائشہ حنبلیہ، ابن حجر اور علامہ کرمانی سے علم حاصل کیا، علینی سے ان کی کتاب شرح شواہد پڑھی، علینی نے ان کی بہت تعریف کی اور اپنے قلم سے اجازت مرحمت فرمائی۔

حدیث شریف جامع زین بولاق میں پڑھی، ابن حجر اور مناوی کی قضا میں نیابت بھی کی، ۱۲ صفر ۸۸۸ھ میں وفات پائی، ان تصنیفات یہ ہیں۔

۱۔ شرح المنہاج۔

۲۔ شرح البہجۃ

۳۔ شرح جمع الجوامع

۱۱ : احمد بن اسد بن عبد الواحد بن احمد شہاب الدین امیوطی[1] اسکندری قاہری، شافعی جو ابن اسد کے نام سے موصوف ہیں (۸۰۸ھ - ۸۷۲ھ) علینی سے شرح شواہد وغیرہ کتابیں پڑھیں، سخاوی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے علینی کی تاریخ پر ذیل لکھنا شروع کیا تھا۔

۱۲ : احمد بن نوکار الشہابی الناصری علینی کے شاگردوں میں ہیں ۸۵۲ھ میں حج کیا، صرف سخاوی نے ان کا تذکرہ کیا ہے مگر تاریخ وفات نہیں لکھی۔

۱۳ : احمد بن یوسف بن عمر بن یوسف الشہاب الطوخی ثم القاہری ازہری، مالکی (۸۱۷ - ۸۹۸ھ) علینی کے تلامذہ میں ہیں۔

۱۴ : احمد بن یونس بن سعید، شہاب الدین الحمیری القسنطینی[2] مالکی نزیل الحرمین جو ابن یونس سے مشہور ہیں، انھوں نے بھی علینی سے استفادہ کیا۔

---

[1] امیوطی، امیوط کی طرف نسبت ہے جو مصر کے مغربی علاقہ کا شہر ہے (معجم البلدان ج ۱ ص ۲۵۶)

[2] قسنطینی۔ قسنطینہ کی طرف نسبت ہے جو افریقہ میں مراکش کے قریب واقع مشہور قلعہ ہے جہاں پرندہ بھی مشکل سے پہنچ سکتا ہے وہ اب بھی آباد ہے۔ (معجم البلدان ج ۴ ص ۳۴۹)

۱۵ ؛ ارغون شاہ البیدموی ظاھری برقوق، عینی سے مصابیح اور صحیحین کی سماعت کی، ۸۰۲ھ میں وفات ہوئی۔

۱۶ ؛ حسن بن قلقیلۃ بدرالدین الحسینی سکنًا الحنفی، عینی سے کسب فیض کیا، اپنے مدرسہ کے امام تھے، اور ۸۶۰ھ کے قریب وفات ہوئی۔

۱۷ ؛ خلیل بن ابراھیم بن عبد اللہ ابوالوفاء الصالحی[1] حنفی عینی سے کسب فیض کیا، کواکب السائرہ میں لکھا ہے کہ ۹۰۷ھ میں زندہ تھے اور شذرات الذہب میں ۹۰۱ھ میں وفات کا تذکرہ ہے، واللہ اعلم

۱۸ ؛ عبد الحق بن محمد بن عبد الحق شرف الدین السنباطی[2] قاہری، شافعی ۸۴۲ھ میں ولادت ہوئی، عینی نے ۸۵۰ھ میں ان کو اجازت مرحمت فرمائی، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے، ۹۳۱ھ میں وفات ہوئی۔

۱۹ ؛ عبد الرحمٰن بن سلیمان بن داؤد بن عیاذ الزین المنہلی قاھری، شافعی (۸۲۹ – ۸۸۵) عینی کے تلامذہ میں ہیں۔

۲۰ ؛ عبد الرحمن بن یحییٰ بن یوسف بن محمد سیف الدین الصیرامی ثم قاہری حنفی (۸۱۳ – ۸۹۲) عینی نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی۔

۲۱ ؛ عبد الرحیم بن غلام اللہ بن محمد زین الدین المنشاوی[3] مصری، قاہری حنفی، (۸۱۳ – ۸۸۰) کئی بار عینی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

---

[1] صالحیۃ کی طرف نسبت ہے بازاروں اور مساجد والا شہر ہے جو جبل قاسیون کے دامن میں ملک شام میں واقع ہے (معجم البلدان ۳/۳۹۰)

[2] سنباطی سنباط کی طرف نسبت ہے جو مصر کے محلہ کبری کے اضلاع میں ہے (تاج العروس ۵/۱۶۳)

[3] منشاوی۔ منشیۃ کی طرف نسبت ہے (میم کا ضمہ اور نون کا سکون اور شین کے کسرہ کے ساتھ) مصر کے چار گاؤں کا نام ہے (معجم البلدان ۵/۲۱۰)

۲۲ : عبدالرحیم بن محمد بن محمد ابو الفضل قاہری شافعی جو ابن اوجاقی سے مشہور ہیں، ۸۲۵ھ میں ولادت ہوئی، کئی مرتبہ حج سے مشرف ہوئے، عینی سے استفادہ کیا ہے، سن وفات معلوم نہ ہوسکا۔

۲۳ : عبدالعزیز بن احمد بن محمد، شرف الدین ابو القاسم الہاشمی عقیلی، نویری، مکی، شافعی، ۸۴۸ھ میں مکہ مکرمہ میں ولادت ہوئی، ابن حجر اور عینی نے ۸۵۰ھ میں ان کو اجازت مرحمت فرمائی، وفات کا سن معلوم نہ ہوسکا۔

۲۴ : عبدالغنی بن عبداللہ بن ابی بکر بن ظہیرۃ القرشی الزبیدی[۱] مکی، شافعی، عینی نے ۸۳۶ھ میں دیگر تلامذہ کے ساتھ ان کو بھی اجازت مرحمت فرمائی ۸۸۶ھ میں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں وفات ہوئی۔

۲۵ : عبدالقادر بن عبدالرحمٰن بن عبدالوارث المحیوی، ابوالبرکات المصری دمشقی، مالکی، ابن عبدالوارث سے معروف ہیں، عینی کی خدمت میں لائے گئے اور ان کو اجازت مرحمت فرمائی، مدرسہ صمصامیہ کے ہال میں ۸۷۴ھ میں انتقال فرمایا۔

۲۶ : عبدالقادر بن عبداللطیف بن محمد بن احمد الحسینی الفاسی الحنبلی المکی، قاضی حرمین، (۸۴۲ - ۸۹۵ھ)، عینی نے ۸۴۳ھ میں اجازت دی

۲۷ : عبدالقادر بن عبدالوهاب بن عبدالمؤمن المحیوی القرشی المارادنی، القاہری، الشافعی ۸۳۷ھ میں ولادت ہوئی، عینی کی خدمت میں لائے گئے سنہ وفات نامعلوم

۲۸ : عثمان بن ابراہیم بن احمد بن یوسف، فخرالدین الطرابلسی ثم المدنی، حنفی (۸۷۰-۸۹۳) ۸۵۳ھ میں قاہرہ تشریف لائے علماء کی ایک جماعت سے استفادہ کیا جن میں عینی بھی شامل ہیں۔

---

[۱] زبیدی۔ زبید کی طرف نسبت ہے زار کا فتحہ ہے یمن کا مشہور شہر ہے، مامون کے زمانہ میں تعمیر کیا گیا تھا علماء کی ایک بڑی جماعت اس شہر میں پیدا ہوئی۔ (معجم البلدان ج ۳ ص ۱۳۱)

۲۹ : علی بن ابراہیم علاء الدین ابوالحسن الغزی المعروف بابن البغیل (۸۲۱ - ۸۹۱ھ) عینی نے ان کو بھی اجازت مرحمت فرمائی۔

۳۰ : علی بن احمد بن محمد بن احمد نورالدین المنوفی[1]، القاہری، الشافعی جو ابن اخی المنوفی سے معروف ہیں (۸۲۳ - ۸۸۹ھ) عینی کے تلامذہ میں ہیں۔

۳۱ : علی بن احمد بن محمد نورالدین قاہری حنفی صوفی سے معروف ہیں۔ ۸۲۹ھ میں قاہرہ میں ولادت ہوئی شرح شواہد مؤلف کتاب سے سماعاً و قراءۃً پڑھی، اسی طرح عینی کی شرح خطبہ مختصر الشواہد بھی پڑھی، سن وفات کا علم نہ ہوسکا۔

۳۲ : علی بن داؤد بن ابراہیم نورالدین القاھری جوہری، حنفی جو ابن الصیرفی سے مشہور ہیں (۸۱۱ - ۹۰۰) علامہ عینی سے تاریخ کا علم حاصل فرمایا۔

۳۳ : علی بن علی بن احمد علاء الدین محمدی، قاہری، یزدی[2]، حنفی جو ترمنتی کے نام سے مشہور ہیں، ولادت ۸۰۰ھ میں ہوئی، عینی کے پاس طلب علم کے لئے آتے رہے دفات کا سن معلوم نہ ہوسکا۔

۳۴ : علی بن محمد بن محمد بن علی نورالدین عقیلی، نویری، مکی، مالکی ابن ابی الیمنی سے معروف ہیں، عینی سے شرح شواہد بحث و تحقیق کے ساتھ پڑھی اور اتنی پختگی اور کمال حاصل کیا کہ اس کی تدریس کے قابل سمجھے گئے۔

۳۵ : عمر بن محمد بن محمد بن احمد السراج قرشی، عقیلی، نویری مکی، شافعی یہ بھی ابن ابی الیمن سے معروف ہیں (۸۵۰ - ۸۸۷ھ)

۳۶ : عمر بن محمد بن محمد بن فہد قرشی، مکی (۸۱۲ - ۸۸۵) عینی نے

---

[1] منوفی، منوف کی طرف منسوب ہے جو وادیٔ ریف کے دیہاتوں میں قدیم دیہات ہے اس وقت اس کو منوفیہ کہتے ہیں۔ معجم البلدان ج ۵ ص ۲۱۶۔

[2] یزدی، یزد کی طرف منسوب ہے جو نیشاپور، شیراز اور اصفہان کے درمیان ایک شہر ہے، معجم البلدان ۵/۴۳۵

ان کو بھی اجازت مرحمت فرمائی[1]

۳۷: محمد بن احمد بن محمد بن احمد ابو الخیر انصاری، خزرجی، اخمیمی[2] قاہری، حنفی جو ابن اخمیمی سے مشہور ہیں، عینی کی خدمت میں لائے گئے، انھوں نے عینی سے ان کی شرح مجمع البحرین کا درس لیا، ۸۳۷ھ میں ولادت ہوئی

۳۸: محمد بن ابی بکر بن محمد شمس الدین السنہوری[3] قاہری، شافعی جو ضانی سے معروف ہیں (۷۹۹ - ۸۸۴) شرح شواہد مولف کتاب سے حاصل کی، حسبتہ بولاق میں عینی کی نیابت بھی کی۔

۳۹: محمد بن طیبغا الشمس القاہری (۸۴۴) انھوں نے بھی عینی سے سماعت کی ہے۔

۴۰: محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن یحییٰ ابو الفتح، عراقی الاصل ہیں، قمنی[4]، قاہری، حنفی، شاذلی، ولادت ۸۴۱ھ میں عینی کی خدمت میں لائے گئے سن وفات معلوم نہ ہو سکا۔

۴۱: محمد بن عبد الرحیم بن محمد بن احمد ابو الخیر طرابلسی، قاہری حنفی، جو ابن طرابلسی سے مشہور ہیں (۸۱۲-۸۷۳) عینی سے فقہ کا علم حاصل کیا

۴۲: محمد بن علی بن حسن شمس الدین قاہری حنفی جو ابن السقا سے معروف ہیں، عینی سے مصاہرت قائم ہوئی اور ان سے شرح شواہد اور شرح بخاری پڑھی، احباس

---

[1] عینی کے سوانح نگاروں میں سے کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا کہ انھوں نے ابن فہد کو اجازت دی مگر ابن فہد نے اپنے شیوخ کے تذکرہ میں عینی کی اجازت دینے کو ذکر کیا ہے، ابن فہد کی کتاب محمد الزاہی نے تحقیق کر کے شائع کی ہے۔ [2] اخمیمی، اخمیم کی طرف منسوب ہے ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، نیل کے مشرقی کنارہ پر ایک شہر ہے جس میں بہت سے عجائبات ہیں اور قدیم مورتیاں موجود ہیں کھیتی باڑی میں آباد ہے۔

[3] سنہور (سین کا فتحہ اور نون کا سکون) اسکندریہ کے قریب ایک چھوٹا سا شہر ہے۔

[4] قمنی، قمن کی طرف منسوب ہے (قاف کا کسرہ میم کا فتحہ) مصر کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے جو صعید کی طرف واقع ہے وہاں سلیمان بن غالب اور سری بن حکم کے درمیان سن ۲۰ میں ایک معرکہ ہوا تھا۔ معجم ۴/۲۹۸۔

میں ان کی نیابت کی، ۸۶۷ھ میں وفات پائی۔

۴۳ : محمد بن عمر شمس الدین الصهیونی[1] کرکی، قاہری، حنفی، کرکی سے ہی معروف ہیں۔ عینی کے ساتھ رہ کر علمی استفادہ کرتے رہے، ۸۶۰ھ کے بعد وفات پائی۔

۴۴ : محمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد البدر العمری الوفائی، قاہری شافعی، ۸۲۹ھ میں ان کی ولادت ہوئی، عینی، ابن حجر، ابن الہمام وغیرہم سے استفادہ کرتے رہے

۴۵ : محمد بن محمد بن عبدالرحمن بن علی، کمال الدین القاهری شافعی، عینی سے شرح شواہد حجازی کی قرأت سے سماعت کی، ۸۶۴ھ میں وفات ہوئی

۴۶ : محمد بن محمد بن علی بن ابی بکر بن عبد المحسن زین الدین الجوجری قاہری، شافعی، جوجری سے مشہور ہیں، عینی کے ساتھ رہ کر تصریف العزی کا درس لیا۔

۴۷ : محمد بن محمد بن ابی عبد اللہ العقیلی النویری، مکی، مالکی (۸۴۶-۸۷۳) ۸۵۰ھ میں عینی اور ابن حجر نے اجازت مرحمت فرمائی۔

۴۸ : محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن حسین بن ظهیرہ ابوالمکارم القرشی قاہری، مکی، شافعی (۸۲۴ - ۸۹۱ھ) عینی سے استفادہ کیا، مؤلف کے ختم بخاری کے دن یہ بھی حاضر تھے جو ایک یادگار دن تھا۔

۴۹ : محمد النجم ابوالمعالی بن النجم بن ظهیرہ ولادت ۸۴۶ھ میں ہوئی، عینی اور ابن حجر نے اجازت مرحمت فرمائی۔ سنہ وفات کا علم نہ ہو سکا۔

---

[1] صہیونی۔ صہیون کی طرف نسبت ہے، صاد کا کسرہ اور ہار کا سکون، اور بعضوں نے صاد کے فتحہ اور ہار کا سکون اور یار کا ضمہ لکھا ہے، چشمے اور بلند فصیلوں والا ایک بڑا شہر ہے، بحر شام کے سواحل کے اطراف میں ہے، حمص کے مضافات میں ہے، فرنگیوں کے قبضہ میں تھا اس کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۵۸۴ھ میں واپس لیا۔

(معجم البلدان ج ۳ ص ۴۳۶)

۵۰ ÷ محمد بن محمد بن یوسف بن سعید، صلاح الدین الطرابلسی، قاہری حنفی، عینی کی خدمت میں رہے، ولادت ۸۳۳ھ میں ہوئی، وفات کا سن معلوم نہ ہوسکا

محمد ناصر الدین بن الامیر دولات (جن کی ولادت ۸۱۷ھ میں ہوئی ہے) نے کنز الدقائق اور اس کی شرح موصوف سے بحث و تحقیق کے ساتھ پڑھی ہے۔

۵۱ ÷ محمود بن عبید اللہ بن عوض بن محمد بدر الدین الاردبیلی[1] شروانی قاہری، حنفی، ابن عبید اللہ سے مشہور تھے (۸۰۰ - ۸۹۴) عینی سے استفادہ کیا ہے۔

۵۲ ÷ محمود بن عمر بن منصور، افضل الدین، ابو الفضل القرمی[2] ثم قاہری، حنفی، عینی کے ساتھ خصوصی تعلق پیدا کیا، عینی نے ان کو اپنے مدرسہ کے خطیب مقرر کئے علی یار خراسانی کی جگہ حسبہ کی نیابت بھی سپرد فرمائی، ۸۶۵ھ میں وفات ہوئی

۵۳ ÷ یوسف بن محمد بن عبد اللہ بن محمد زین الدین الشارمساحی[3]، قاہری شافعی، کتبی، ۸۳۴ھ میں ولادت ہوئی، عینی کی خدمت میں حاضر ہوئے سنہ وفات کا علم نہ ہوسکا

۵۴ ÷ یونس بن علی بن خلیل بن منکلی بغا، شرف الدین حنفی ۸۲۱ھ میں ولادت ہوئی، سن وفات نامعلوم۔

۵۵ ÷ ابوبکر بن اسحٰق بن خالد، زین الدین الکختاوی، حلبی، قاہری حنفی باکیر سے معروف ہیں (۸۴۷ - ۷۰۰) عینی سے تصریف وغیرہ کتنا اور عین تاب میں حاصل کی تھی۔

۵۶ ÷ ابوبکر بن علی بن ظہیرۃ، فخر الدین القرشی، مکی، شافعی (۸۳۸ - ۸۸۹) عینی نے ان کو اجازت دی تھی۔

---

[1] اردبیلی۔ اردبیل کی طرف نسبت ہے جو آذربیجان کے مشہور شہروں میں ہے، وہاں درخت نہیں ہیں مگر پانی میٹھا اور صاف ہے، معجم البلدان ج ۱ ص ۱۴۵۔

[2] قرمی، قرم کی طرف نسبت ہے فرنگیوں کے ملک کے ایک صوبہ کا نام ہے جو چالیس شہروں پر مشتمل ہے، تقویم ص ۲۱۵

[3] شارم شاح کی طرف نسبت ہے را، کا کسرہ اور میم کا سکون، بڑا قصبہ ہے (شہر کے مانند) مصر کے ریف علاقہ میں ہے اسکے اور دمیاط کے درمیان پانچ میل کا فاصلہ ہے۔ معجم البلدان ۳/ ۳۰۸۔

۵۷ : ابوبکر بن محمد بن محمد الہاشمی عقیلی، نویری، مکی، شافعی (۸۴۶ ۔ ۸۹۳) ۸۵۰ھ میں عینی اور ابن حجر نے اجازت مرحمت فرمائی۔

ان کے علاوہ شیخ محمد زاہد الکوثری نے عمدۃ القاری کے مقدمہ میں دیگر تلامذہ کا ذکر کیا ہے، مگر مجھے کتب تراجم میں ایسی کوئی بات نہیں ملی جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ انھوں نے عینی رح سے تلمذ کیا ہے۔ البتہ معاصرت کے سبب اس کا احتمال ضرور ہے کہ ان لوگوں نے عینی سے استفادہ کیا ہو۔

علامہ کوثری رح نے جن تلامذہ کا ذکر کیا ہے ان کے اسمار گرامی یہ ہیں۔

۱ ۔ ابراہیم بن خضر المعروف بالبرہان (۸۵۲ھ)

۲ ۔ ابراہیم بن علی بن احمد القرشی۔

۳ ۔ القاسم بن قطلوبغا الحنفی (۸۷۹)

۴ ۔ محمد بن اسماعیل بن کبائی الحنفی

۵ ۔ محمد بن محمد بن حسن کمال الدین الشمنی المالکی (۸۲۱ھ)

۶ ۔ محمد بن محمد بن عبداللہ قطب الدین الخیضری (۸۹۴)

۷ ۔ محمد بن محمد بن عبدالمنعم بدرالدین البغدادی الحنبلی (۸۵۷)

۸ ۔ محمد بن محمد بن علی ابو الفتح العوفی (۹۰۶)

۹ ۔ محمد بن ابی بکر الصالحی المشہور بابن زریق (۹۰۰)

پھر علامہ زاہد الکوثری نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱) بھی بدرالدین عینی سے اجازت عامہ سے روایت کرتے ہیں، سیوطی ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے اس لئے صغرسنی کے سبب عینی سے نہیں پڑھا مگر وہ اجازت عامہ سے روایت کرتے ہیں، بہت سے علمار نے اجازت عامہ میں تساہل سے کام لیا ہے، مگر یہ اچھی بات نہیں ہے۔

شیخ احمد رافع حسینی طہطاوی نے اپنی کتاب "التنبیہ والایقاظ لما فی ذیول تذکرۃ الحفاظ" میں شیخ کوثری پر رد کیا ہے، اور لکھا ہے۔

"وقد بيّنا من اواخر ثبتنا "ارشاد المستفيد" ان الجلال السيوطي رحمه الله لا يعول على الاجازة العامة وثبته المسمّى "زاد المسير" بين ايدينا وهو مشحون باسانيده وليس فيه رواية لشئ من الكتب الحديثية ولا غيرها عن البدر العيني ولا عن الحافظ ابن حجر الا كتاب مغني اللبيب في النحو لابن هشام فقد قال في ثبته المذكور "اخبرني به الحافظ ابن حجر اجازة عامة ان لم تكن خاصة ولم يرو بها عنه من الاحاديث الا حديثاً واحداً هو المسلسل بالحفاظ وقال: ولم اروِ بها غير هذا الحديث وقد صرح بذلك في اواخر كتابه تدريب الراوي" اھ

مگر میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ زاہد الکوثری کی بات مضبوط ہے، اس لئے کہ بغیۃ الوعاۃ ۲/ ۳۴۷ میں سیوطی کا قول ہے: "انبأني العيني في عموم اجازته......

منارةٌ کعروس الحسن اذ جُلیَت ؛ وھدمُھا بقضاء اللہ والقدر

قالوا اصیبت بعین قلت: ذا غلط ؛ ما اوجبَ الھدم الاخسة الحجر

ابن حجر ان اشعار کی نسبت عینی کی طرف کرنے سے منکر ہیں، ان کا خیال تھا کہ عینی نے نواجی[1] سے مدد لے کر یہ اشعار کہلوائے اور اپنی طرف اس کی نسبت کردی، ابن حجر فرماتے ہیں "وعرف کل من یذوق الادب انھما لیس لہ لانہ لو یقع لہ قریب من ذلک"

مگر مقریزی، سیوطی، ابن تغری بردی اور ابن ایاس نے ان دونوں بیتوں کی نسبت عینی ہی کی طرف کی ہے۔

عینی کے ساتھ ابن حجر کے اس رویہ پر ہم کو تعجب نہیں کرنا چاہئے، اس لئے کہ بہت سے علماء نے ایک دوسرے کی پکڑ کی ہے، ان کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے البتہ حافظ ابن حجر پر یہ تعجب ہے کہ انھوں نے عینی کی نظم میں واقع غلطیوں کا تحمل نہ کرتے ہوئے اس کی تعقیب و تصحیح کی محنت کی، حالانکہ حافظ خود ادیب و شاعر ہونے کے باوجود جب زہر الربیع فی البدیع پر تقریظ لکھتے ہیں تو نظم و نثر دونوں میں غلطی کرتے ہیں جیسا کہ ان کے شاگرد رشید سخاوی نے اس کی تصریح کی ہے۔

ابن حجر نے اپنی کتاب انباء الغمر میں بعض ایسے مواقع پر چشم پوشی کی ہے جہاں عینی کی مدح کا اظہار ہو سکتا تھا، جیسا کہ شاہ رخ ابن تیمور لنگ کی کسوہ کعبہ کی نذر کے واقعہ میں پیش آیا کہ اس نذر کے معاملہ میں سلطان نے چاروں مذاہب کے قاضیوں کو جمع کیا جس میں عینی اور ابن حجر بھی حاضر تھے، عینی کے اس جواب پر مجلس برخواست ہوئی کہ شاہ رخ کی نذر منعقد ہی نہیں ہوئی۔ اور اس کے بعد سلطان نے فرمایا "للعینی

---

[1] محمد بن حسن بن علی بن عثمان النواجی ۷۸۰ھ کے قریب ولادت ہوئی اور اپنے ہمعصروں پر ادب میں فوقیت حاصل کی فن ادب میں ان کی چند تالیفات ہیں جس میں ایک تاہیل الادب و روضۃ المجالسہ بھی ہے ۸۵۹ھ میں وفات ہوئی

عینی کے اپنے معاصرین سے تعلقات

نویں صدی ہجری میں بڑے بڑے علماء میں شدید منافست تھی جو طعن و تشنیع اور اتہام کی حد تک پہونچ گئی تھی، جیسا کہ عینی اور مقریزی اور عینی اور ابن حجر کی منافست کے احوال پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، اور یہ منافست سخاوی اور سیوطی اور بقاعی اور ابن تغری بردی وغیرہ کے درمیان زیادہ شدید نظر آتی ہے۔

الضوء اللامع کا مطالعہ کرنے والوں کو ایسے بہت سے ناموں کا علم ہوجائیگا جن پر سخاوی نے بعض ناموں کے ضبط میں غلطی کرنے یا وفیات میں چوک ہوجانے پر چوٹ کی ہے۔

عینی کی اپنے معاصرین سے دو قسم کی منافست تھی، علمی منافست اور عہدہ و منصب کی منافست، ہم پہلی منافست کو اولاً ذکر کرتے ہیں، اور یہ عینی اور ابن حجر کے مابین تھی۔

علامہ ابن حجر کا اسم گرامی احمد بن علی بن حجر عسقلانی ہے، عینی کی ولادت کے گیارہ سال بعد ۷۷۳ھ میں ان کی ولادت ہوئی، بہت سے شیوخ میں عینی اور ابن حجر کا اشتراک ہے، عراقی کی وفات کے بعد ابن حجرؒ اپنے دور کے حافظ شمار ہونے لگے، کئی بار منصب قضا پر فائز رہے، ان کی بخاری شریف کی شرح بہت مشہور ہے، مسلکاً

شافعی تھے، عینیؒ کی وفات سے پہلے ۸۵۲ھ میں وفات پائی۔

ابن حجرؒ کے اس مختصر حالات سے ہی سے ہم کو ان اسباب کا اندازہ ہو جاتا ہے، جو عینی اور ابن حجر کی منافست میں کام کر رہے تھے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ عینی حنفی مسلک رکھتے تھے، اور ابن حجر شافعی، احناف و شوافع کا اختلاف بہت قدیم ہے، نیز یہ دونوں کئی اساتذہ میں اشتراک رکھتے تھے، ایک استاذ کے شاگردوں میں بسا اوقات ایسی گرہ پڑ جاتی ہے جو آخری عمر تک باقی رہتی ہے، اسی طرح دونوں منصب قضا پر فائز رہ چکے ہیں اور سلاطین وقت سے دونوں کو قربت حاصل ہوئی، لازماً دونوں میں یہ جذبہ رہا ہوگا کہ وہ زیادہ سے زیادہ سلطان کا قرب حاصل کر سکیں، دونوں نے بخاری شریف کی شرح لکھی تو اختلاف اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔

ان اختلافات کی ابتدا ۸۲۰ھ میں توریہ اور اشارہ کنایہ سے ہوئی، قصہ یہ ہوا کہ سلطان مؤید نے ۸۱۹ھ میں اپنی اس مسجد کی تعمیر مکمل کی جس میں مذاہب اربعہ کی کتب کا درس کا نظم تھا، عینی اس مدرسہ میں حدیث کے، ابن حجر فقہ شافعی کے استاذ مقرر ہوئے، ابھی ایک سال ہی گذرا تھا کہ مسجد کے شمالی برج پر تعمیر شدہ منارہ قدرے جھک گیا اور اس میں سے ایک پتھر گر گیا جس سے ایک شخص کی موت واقع ہو گئی، چنانچہ اس منارہ کے گرانے کی درخواست کی گئی، درخواست منظور ہوئی اور اس منارہ کو گرانے کا حکم صادر ہوا، جس کے سبب باب زویلہ بند کرنا پڑا۔

اس دور کے شعرا نے اس پر اشعار کہے، جن میں ابن حجر بھی شامل تھے، انھوں نے یہ شعر لکھا۔

لجامع مولانا المؤید رَوْنَقٌ ؛ منارتُه بالحسن تَزْهو وبالزَّيْنِ

تقول وقد مالت على الوضع أمْهِلوا ؛ فليس على حسني أضرّ من العينِ

یہاں سے اختلاف شروع ہوا، عینی نے ان اشعار کا جواب اسی اسلوب میں لکھا:

مندوحة فی منع شاہ رخ من الکسوۃ۔

ابن حجر نے اس واقعہ کا ذکر تو کیا مگر عینی کے جواب اور بادشاہ کے تعریفی کلمات ذکر نہیں کئے، حالانکہ ابن حجر مجلس میں حاضر تھے، یہ سب باتیں عمدۃ القاری کی اشاعت سے قبل شروع ہو گئی تھیں، کیونکہ عمدۃ القاری کی اشاعت کے بعد کافی تیزی آگئی تھی اس کے بارے میں ہم عمدۃ القاری پر گفتگو کرتے وقت کچھ عرض کریں گے۔

ہم نے پہلے یہ بھی ذکر کر دیا کہ عینی نے بھی ابن حجر اور سعدالدین دیری کے سلطان کی خدمت میں جانے پر جو کلمات کہے تھے وہ علمی وقار و حرمت کے منافی تھے، عینی یہ فراموش کر گئے کہ وہ بھی تو سلطان کے انیس و ہمنشین رہ چکے ہیں۔

مگر ان تمام اختلافات کے باوجود جو ان دونوں محدثوں میں پائے جاتے ہیں دونوں نے ایک دوسرے سے علمی استفادہ بھی کیا ہے، اور یہ اختلاف علم کی راہ میں مانع نہیں ہوئے، ابن حجر نے عینی کے فوائد کی تعلیق کی ہے، نیز صحیح مسلم کی دو حدیثوں اور مسند احمد کی ایک حدیث کی روایت دُجُوی سے کرکے بلدانیات میں اس کی تخریج کی ہے، ابن حجر نے اپنے اساتذہ میں عینی کا شمار کیا ہے جس کا تذکرہ المجمع المؤسس فی المعجم المفہرس میں اختصار کے ساتھ کیا ہے، نیز "رفع الاصر عن قضاۃ مصر" میں بھی ذکر ہے۔

اسی طرح عینی ابن حجر سے استفادہ کرتے تھے، خصوصاً جب رجال طحاوی کی تصنیف کر رہے تھے تو بعض امور میں ابن حجر کی طرف رجوع کرتے تھے، سخاوی فرماتے ہیں

"و رأیته یسأل شیخنا فی مرض موته وقد جاء لیعوده عن مسموعات الزین العراقی، فقال له: لیست مجموعة فی کتاب لکننی اوردت فی ترجمته من معجمی ما اخذته عنه وذلك شئ کثیر فانظروه فاذا حصلتموه ناخذ فی النظر فی الباقی"

نیز ابن حجر نے عینی کے سوالات کے جوابات میں ایک رسالہ بھی مرتب کیا جس کا [illegible]
نام رکھا ہے "الاجوبۃ الاجنبیۃ عن الاسئلۃ العینیۃ"

اب دوسری قسم کی منافست کا حال سنیئے

وہ منافست عہدہ و منصب کی ہے [illegible]
لیکن اس اختلاف میں شفقت کا [illegible]
آئی تھی، اس لئے کہ منصب [illegible]
عینی سے قبل ۸۴۵ھ میں وفات پا [illegible]

کان مشتغلا [illegible]
فی آخر ایام الظاہر برقوق [illegible]
سودون عوضا عن [illegible]
سودون المذکور۔

ان الفاظ [illegible]
کوئی خرابی نظر نہیں [illegible]
بات عینی کے علاوہ [illegible]

مگر جب عینی [illegible]
مقریزی بہت خفا ہوتے [illegible]
کا ذکر کرتے ہوئے [illegible]

انہ احوج [illegible]
تحقیقتھا [illegible]

حالانکہ ہم پہلے [illegible]
حاسدین کی سازشوں [illegible]

جگہ درس وتدریس کے لئے بیٹھے ان کا حسد شروع ہو گیا تھا۔

سخاوی پورے معاملہ سے واقفیت رکھتے ہوئے بھی مقریزی کی اس عبارت کو نقل کرتے ہیں اور اس پر کوئی تعقب نہیں کر رہے ہیں، حالانکہ انھوں نے اپنی کتاب الضوء اللامع کا ایک مرجع عقد الجمان بھی رکھا ہے۔

۸۲۸ھ کے قحط سالی کے واقعہ میں عوام نے عینی پر پتھر پھینکے کیونکہ عینی اس وقت قاہرہ کے محتسب تھے، اور روٹی اور غذا کی قلت کی وجہ سے عوام بھڑک اٹھے تھے مقریزی نے اس حادثہ کا ذکر کیا ہے مگر عوام کے پتھر مارنے کا ذکر چھوڑ دیا ابن تغری بردی نے اس کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔

وسكت عن رجم العامة للعينى تا بى يريد بذلك تقوية الشناعة على العين تا بى لبغض كان بينهما قديماً وحديثاً۔

مقریزی عینی سے قبل حسبہ کے منصب پر فائز تھے، ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ غذا کی قلت کے وقت محتسب کو کس طرح عوام کے غضب کا نشانہ بننا پڑتا ہے مگر وہ خاموشی اختیار کر گئے اور عینی کی مدافعت نہیں کی، اگر کوئی ایسا شخص ہوتا جن کی طرف ان کا میلان ہوتا تو وہ ضرور یہ بات لکھتے کہ یہ بات عوام کی شورش کے سبب پیش آئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ منافست منصب کی وجہ سے تھی اور اس کی ابتدا مقریزی کی طرف سے ہوئی اور عینی کے مؤرخ ہونے کے باوجود علم تاریخ میں ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں، جیسا ابن حجر اور عینی میں علمی اختلافات رہے ہیں۔

باب دوم

علم حدیث میں عینی کا نقش

اس باب میں دو فصلیں ہیں۔

۱۔ فصل اول :۔ حدیث میں عینی کی تالیفات اور اس کا طریقہ بحث

۲۔ فصل دوم :۔ علم حدیث میں عینی کی تالیفات اور اس کا طریقہ بحث

فصل اوّل :۔ حدیث میں عینی کی تالیفات

علامہ عینی نے مختلف فنون کی کتابیں لکھیں، ان میں ہم تک بہت تھوڑی پہنچ سکی، مگر خدا کا شکر ہے کہ ان کی حدیث کی کتابوں کا بڑا حصہ موجود ہے، صرف شرح معانی الآثار کے بعض اجزاء ناپید ہیں، عینی کی حدیث کی کتابوں کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ وہ متاخرین میں ہیں اور انھوں نے متقدمین کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اپنے دور کے بڑے بڑے محدثین سے اس کا درس حاصل کیا یہاں تک کہ وہ اس میں امام ہوگئے۔ اور اس کے بعد جب انھوں نے تالیفات شروع کیں تو اکابرین علماء کے علوم کو اس میں جمع کر دیا حدیث کی کتابوں میں کسی کتاب کی شرح لکھی تو اس کی اہمیت بڑھا دی۔

ان شروحات میں سب سے پہلے انھوں نے ابن تیمیہ کی "الکلم الطیب" جو اذکار

دعاؤں کی کتاب ہے کی شرح لکھی، اور کتب حدیث میں سب سے اہم کتاب بخاری شریف کی شرح پر اس کا اختتام ہوا۔ چنانچہ دونوں شرحوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ ایک مبتدی طالب علم اور ماہر استاذ کے درمیان ہوتا ہے، اس لئے کہ الکلم الطیب کی شرح بالکل ابتدائی دور کی ہے اور بخاری شریف کی شرح آخری عمر کی۔

الکلم الطیب کے بعد سنن ابی داؤد کے ایک حصہ کی شرح لکھی، عینی کا امتیاز یہ ہے کہ وہ اپنی شرحات میں مذہب حنفی کی تائید اور اس کے دلائل بیان کرکے اس مذہب کی عظیم خدمت انجام دیتے ہیں۔

انھوں نے طحاوی کی شرح معانی الآثار کی طرف خصوصی توجہ کی، اس کی شرح لکھی، اس کے رجال پر ایک الگ کتاب میں کلام کیا پھر اپنی شرح کا اختصار کیا

ہم نے پچھلے صفحات میں دیکھا کہ عینی کی تالیفات فقہ حنفی اور فقہ مذاہب اربعہ میں بھی ہیں اور ان کتابوں سے ان کا تبحر علمی صاف ظاہر ہوتا ہے۔

انھوں نے شرح معانی الآثار کو بہت اہمیت دی اور اس کو اس طرح مرتب کیا کہ یہ کتاب حدیث و نقد حدیث اور فقہ حنفی اور فقہ مقارن کے لئے مرجع بن گئی۔

عینی کی ہر بعد والی تالیف میں پہلے کی نسبت سے پختگی اور علم میں وسعت کا احساس ہوتا ہے جس سے عینی کے مدارج علم میں ترقی کا اندازہ ہوتا ہے۔[1]

عینی کی تمام کتابوں کو قبولیت نصیب ہوئی اور ان کی بخاری شریف کی شرح کے علاوہ کسی کتاب سے علماء میں ناراضگی نہیں ہوئی، البتہ عمدۃ القاری شرح بخاری کی تالیف سے لے کر آج تک اس کتاب کے ردّ و قبول میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

---

[1] اس کے بعد مصنف نے سنن ابی داؤد کی شرح سے بطور مثال ایک حدیث کی شرح نقل کی ہے اور شرح طحاوی مبانی الاخبار سے اس کا موازنہ کیا ہے۔ اردو قارئین کے لئے یہ بحث زیادہ مفید نہ سمجھ کر حذف کر دی گئی ہے ۱۲۔

حسن ترتیب و تبویب اور عمدگی سے کسی بات کا پیش کرنا، نیز دلیلوں کے ساتھ مخالف آرار کا مناقشہ وغیرہ عینی کی کتابوں میں امتیازی شان رکھتے ہیں اور جب احکام کی احادیث پر کلام کرتے ہیں تب تو اگلے دور کے تمام علمار کی طرح عینی بھی اپنے علم کی پوری طاقت سے اپنے مذہب کی تائید کی سعی کرتے ہیں

اور عینی کا اپنی تالیفات میں یہ بھی طریقہ رہا ہے کہ وہ کتاب کا نام سبب تالیف، زمانۂ تالیف، اجزار کی تعداد اور اپنے طریقۂ بحث کا ضرور ذکر کرتے ہیں، اس طرح دیگر علمار کی کتاب کی مدح یا قدح جو بھی رائے ہو اس کا تذکرہ کرتے ہیں، اب ہم عینی کی تالیفات کو تاریخ تالیف کے لحاظ سے ذکر کرتے ہیں تاکہ مختلف مراحل میں ان کی علمی پختگی کا اندازہ ہو سکے۔

(۱) العلم الهيب في شرح الكلم الطيب :-

علامہ ابن تیمیہ نے مومنین کے زاد راہ آخرت کے لئے اذکار و مسنون دعاؤں کا مجموعہ الکلم الطیب کے نام سے مرتب فرمایا تھا، اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن قیم نے "الوابل الصیب ورافع الکلم الطیب" کے نام سے اس کی شرح لکھی تھی جو چھپ گئی ہے، مگر ابن قیم نے اس رسالہ میں نقل شدہ جملہ احادیث کی شرح نہیں لکھی بلکہ انھوں نے ذکر کے فوائد میں ایک طویل مقدمہ لکھا، پھر بعض احادیث کا انتخاب کر کے اس پر معمولی تعلیقات کر دی ہیں، علامہ عینی نے بھی اس کتاب کی شرح لکھی، عینی کی یہ کتاب دار الکتب المصریہ میں نمبر ۱۱۲ حدیث م پر بصورت مخطوطہ بخط مؤلف موجود ہے، جو ۱۸۲ ورقہ پر مشتمل ہے

عینی اس کتاب کی تالیف سے ۲۲ ذی قعدہ ۸۰۸ھ میں فارغ ہوئے جیسا کہ کتاب کے آخری صفحہ پر مذکور ہے، اس نسخہ کے بعض صفحات میں نمی کے سبب حروف مٹ گئے ہیں اس شرح کی تالیف کا سبب مؤلف نے اپنے مقدمہ میں یہ ذکر فرمایا کہ ان کے بعض شاگردوں نے اذکار و دعوات کی کسی جامع کتاب کے بارے میں راہ نمائی چاہی تھی، عینی نے اس سلسلہ میں غور و فکر کیا تو ابن تیمیہ کی الکلم الطیب کو پسند کیا اور انھوں نے اس کی شرح

بھی لکھ ڈالی، جس کے بارے میں خود مؤلف نے فرمایا۔

حاویًا ما یحتاج الیہ من سائر الفنون مشیرًا الی الفوائد المستنبطۃ من الفاظ خیر العالمین و رجالہ المذکورین من الصحابۃ والتابعین وغیرھم رضوان اللہ علیھم اجمعین مسمّی بالعلم الھیب فی شرح الکلم الطیب ۔ وما قصدی فی ذلک الا النفع والانتفاع "

عینی نے شرح میں یہ طریقہ رکھا ہے کہ سب سے پہلے حدیث شریف کو سُرخ روشنائی سے تحریر فرماتے ہیں اور پھر کالی روشنائی سے شرح لکھتے ہیں، اس میں ذکر کرتے ہیں کہ اس روایت کی تخریج اصحاب سنن وصحاح میں سے کس کس نے کی ہے اس حدیث کا درجہ کیا ہے، صحابی کے حالات تفصیل سے تحریر فرماتے ہیں جن میں ان کا نام ونسب اس کے تلفظ صحیح کے ساتھ، ان کا اسلام لانا، یا ہجرت کرنا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کن کن غزوات میں شرکت فرمائی، ان کی مرویات کی تعداد اور اس میں بھی متفق علیہ کتنی ہیں یا شیخین میں سے ایک نے جس کو بیان کیا ہو، اس کی تخریج کس نے کی ہے، اور ان کا سنہ وفات، پھر حدیث کی مفصل شرح اپنی دیگر تصنیفات کی طرح کرتے ہیں چنانچہ دوسری روایتوں سے استشہاد کرتے ہیں، کلمات کے معانی اور اس کی تخریج، حدیث میں اختلاف روایت ہو تو اس کو بیان کرتے ہیں، پھر حدیث سے جن فوائد واشارات کا استنباط ہوتا ہے اس کو ذکر فرماتے ہیں، اگر ایک مرتبہ کسی راوی کے حالات بیان ہوگئے تو دوسری بار اس کا حوالہ دے دیتے ہیں، مطلب یہ کہ موقع کے لحاظ سے شرح میں طوالت یا اختصار فرماتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ کتاب بہت سے فوائد پر مشتمل ہے اور عینی کا طریقہ اپنی دوسری تالیفات میں دیگر کتب حدیث وغیرہ سے بہت سی عبارتوں کو نقل کرنا ہے مگر اس کتاب میں نقول کی وہ کثرت نہیں ہے اسیطرح اس کتاب میں اسناد پر کلام بھی نہیں پایا جاتا، کیونکہ ابن تیمیہ

نے اسناد بیان نہیں کیں بلکہ فقط صحابی کا ذکر کر دیا ہے۔
اگر ابن قیم اور عینی کی شرح کا موازنہ کیا جائے تو عینی کی شرح کو ترجیح دینی ہوگی۔ البتہ ابن قیمؒ کے مقدمہ کو مستثنیٰ کرنا ہوگا، اس لئے کہ ابن قیمؒ نے ۹، فوائد ذکر تحریر فرما کر کتاب کی قیمت میں اضافہ کر دیا ہے، یہ مقدمہ ۱۸۰ سے زائد صفحات پر موجود ہے۔ عینی نے ذکر کے فضائل صرف ۲۰ ورق میں لکھے ہیں اور ذکر کے ۵۰ سے کچھ زائد فوائد تحریر فرمائے ہیں۔

عینی اور ابن قیم کی بعض عبارتوں میں بہت تشابہ پایا جاتا ہے مگر عینی نے تصریح نہیں کی کہ انھوں نے ابن قیم کی شرح سے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً عینی نے ورق ۱۱ میں یہ عبارت تحریر فرمائی ہے: "ومن هذا الباب ان سورة قل هو الله احد تعدل ثلث القرآن ومع هذا فلا تقوم مقام آية المواريث والطلاق والخلع والعدة ونحوها بل هذه الآيات في وقتها وعند الحاجة اليها انفع من تلاوة سورة الاخلاص فافهم فان هذا سر دقيق۔"

بعینہ یہی عبارت ابن قیم نے الوابل الصیب ص۱۰ پر تحریر فرمائی ہے البتہ اس میں "فافهم فان هذا سر دقيق" کا اضافہ نہیں ہے۔

(۲) شرح سنن ابی داؤد:

عینی نے سنن ابی داؤد کی شرح بھی لکھی مگر اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔ اس شرح کا پہلا حصہ ۲۸۰ صفحات پر اور دوسرا حصہ ۲۶۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤلف کے اپنے خط سے لکھا ہوا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں نمبر ۲۸۶ حدیث اور دوسرا نسخہ نمبر ۱۹۶۹ پر ہے جو پہلے نسخہ کی نقل ہے۔

یہ شرح عینی کی حدیث کی شروح میں دوسری ہے۔ اس کے پہلے حصہ کی تالیف سے ۳ ربیع الاول ۸۰۵ھ میں فراغت ہوئی جس کو صرف دو ماہ میں مکمل کر لیا تھا، دوسرے حصہ

شروع میں ناقص ہے، شرح کی ابتدا حدیث نہی عن استقبال القبلہ سے ہوتی ہے۔

دوسرے حصہ کی ابتدا باب من رأی القراءۃ اذا لم یجہر الامام اور باب فی التشہد پر ختم ہوتا ہے، اس کے آخری حصہ کے ناقص ہونے کے سبب اس کی فراغت کا سن معلوم نہ ہوسکا۔

عینی کی یہ عادت ہے کہ وہ سبب تالیف کا ذکر ضرور کرتے ہیں اور یہ کہ کتاب انھوں نے کس سے پڑھی، اس طرح کوئی تاریخی واقعہ ہو یا اور کوئی قصہ پیش آیا ہے جو اس کی تالیف کا سبب ہو تو اس کا ذکر کرتے ہیں، اس سے عینی کی زندگی اور ان کی سیرت پر بھی روشنی پڑتی ہے مگر چونکہ اس شرح کے پہلے حصے کے اوراق گم شدہ ہیں اس لئے سبب تالیف کی تحدید مشکل ہے

عینی نے علامہ تقی الدین دجوی سے سنن ابی داؤد پڑھی ہے، اب عینی کا اس شرح میں جو منہج وطریقہ تحریر رہا ہے اس کو ملاحظہ فرمادیں۔

اس شرح میں حدیث شریف سے پہلے حرف "ص" کی ایک علامت رکھی جس سے مراد مصنف کا کلام ہے، اور "ش" سے مراد شرح ہے، پہلے ترجمۃ الباب پر کلام کرتے ہیں کبھی مفصل کبھی مختصر جیسا کہ انھوں نے باب کیف التکشف عند الحاجۃ میں کیف اور اس کی ترکیب وغیرہ پر تفصیلی کلام کیا ہے مگر بسا اوقات وہ ترجمۃ الباب میں مختصر کلام بھی کرتے ہیں

پھر رواۃ حدیث پر ایک ایک کرکے کلام کرتے ہیں، راوی کا نام ونسب اور جس سے روایت کی ہے اس کی تفصیل، نیز یہ کہ اصحاب سنن میں سے ان سے کس نے تخریج کی ہے، اسی طرح جرح وتعدیل کی حیثیت سے اس کا مرتبہ اور اگر صحابی کا ذکر آتا ہے تو یہ بھی بتاتے ہیں کہ ان کی مرویات کی تعداد کتنی ہے، نیز متفق علیہ اور شیخین میں سے کسی ایک نے ان کی روایت لی ہو تو اس کی وضاحت فرماتے ہیں، پھر الفاظ حدیث کی تشریح فرماتے ہیں، کبھی اس تشریح میں دیگر روایات سے استدلال کرتے ہیں، الفاظ حدیث اور اسماء رواۃ کا صحیح تلفظ تحریر فرماتے ہیں اور پھر فوائد حدیث پر اشارہ کرتے ہیں اور یہ بھی کہ ابو داؤد کے علاوہ اور کس نے

اس روایت کی تخریج کی ہے۔

ابو داؤد کی اس شرح میں عام طور پر تفصیل سے کام لیا گیا ہے خصوصاً جہاں احکام کی روایات ہیں وہاں اعتراضات اور جوابات نقل کرکے مذہب حنفی کی تائید کرتے ہیں اور یہ طریقہ ان کی دیگر شروح میں بھی ہے، اگر کسی روایت میں پہلے کلام ہو چکا ہوتا ہے یا آئندہ اس میں کلام کرنا چاہتے ہیں تو وہاں مختصراً تخریج حدیث، ترجمہ راوی اور اگر کوئی مشکل لفظ ہو تو اس کی تشریح فرماتے ہیں اور بلاغت وترکیب وغیرہ چھوڑ دیتے ہیں مگر شرح معانی الآثار اور شرح بخاری میں مفصل کلام فرماتے ہیں۔

اور ایک بات یہ ہے کہ ابو داؤد کی اس شرح میں عینی کی علم حدیث میں فنی مہارت ظاہر ہوتی ہے بخلاف العلم الہیب کے کیونکہ وہ عینی کی ابتدائی تصنیفات میں ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ قاہرہ کی آمد سے پہلے حدیث وعلوم حدیث میں عینی کو زیادہ مہارت حاصل نہ ہو سکی تھی اس لئے پہلی کتاب میں صنعت حدیث کو زیادہ نمایاں نہ کر سکے مگر ابو داؤد کی اس شرح کی تحریر سے قبل یعنی ۸۰۵ھ میں انھوں نے بہت سی حدیث وعلوم حدیث کی کتابوں کو قاہرہ کے بڑے بڑے علماء اور اصحاب فن سے حاصل کر لیا تھا چنانچہ اس کا اثر اس شرح میں ظاہر ہوتا ہے، کہیں کہیں شرح حدیث میں بیاض چھوڑ دی گئی ہے، شاید اس میں کچھ اور کلام کرنا مقصود ہو مگر ایسی جگہیں بہت تھوڑی ہیں۔

۳ مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار:-

اس کتاب کا چھ اجزاء پر مشتمل ایک ناقص نسخہ دار الکتب المصریہ میں نمبر ۴۹۲ حدیث پر ملتا ہے، جو مولف کے قلم سے تحریر شدہ ہے اور دوسرا نسخہ استنبول سے نقل شدہ پانچ اجزاء پر مشتمل ہے، اس کا نمبر ۲۹۸۸۸ ہے، اور عینی کے بیان کے مطابق کل گیارہ جزء یہ مکمل ہوئی ہے، اور اس کی تالیف سے ۸۱۰ھ میں فراغت ہوئی۔

شرح معانی الآثار علامہ طحاوی (م ۳۲۱ھ) کی تصنیف ہے، اس میں ان احادیث

متعارضہ کو لایا گیا ہے جس کے سبب علماء کے فقہی اختلافات پیدا ہوئے ہیں ، اور یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب ہے ۔

طحاوی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ان آثار و روایات کو ذکر کرتے ہیں جو دیگر مذاہب فقہیہ کے مستدل ہیں پھر ان آثار کو لاتے ہیں جو ان کے نزدیک قابل ترجیح و عمل ہیں، اور ان روایات کو نقل کرنے کے بعد وہ تحریر کرتے ہیں کہ یہی مذہب امام ابو حنیفہ یا ان کے اصحاب کا ہے ، احناف کے علاوہ دیگر مذاہب کے بیان کرتے وقت وہ نام ذکر نہیں کرتے بلکہ ان کی عادت یہ ہے کہ " فذہب قوم الی ہذہ الآثار" یا " وخالفہم فیہ آخرون" کے الفاظ سے اختلاف کو بیان کر دیتے ہیں، اور اسی لئے یہ کتاب فقہ الحدیث میں ایک اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے ، خصوصاً احناف کے نزدیک ، اسی لئے علماء احناف نے اس کی طرف بہت توجہ کی اور اسکے متعلق بہت سی کتابیں لکھی گئی ، اس میں شروحات بھی ہیں ، مختصرات بھی اور تراجم و رجال پر بھی ۔

عینی سے قبل محمد بن محمد الباہلی (۳۱۴ھ) نے اس کی شرح لکھی جس کا نام " تصحیح معانی الآثار" رکھا گیا تھا ، اسی طرح عبد القادر قرشی نے (۷۷۵ھ) بھی شرح الحاوی فی بیان آثار الطحاوی کے نام سے لکھی ہے ، اس کا قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ میں نمبر ۱۹۵ حدیث پر موجود ہے ۔

عینی نے مشکل الآثار کی شرح مبانی الاخبار کے نام سے لکھی پھر نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار کے نام سے اس کا اختصار کیا ہے اور رجال طحاوی پر الگ ایک جلد مرتب فرمائی جیسا کہ سخاوی نے بھی عینی کے احوال میں تذکرہ کیا ہے اور اس علیحدہ جلد کو — نخب الافکار کے مقدمہ کے طور پر لکھا گیا ہے ۔

اسی طرح قاسم بن قطلوبغا نے بھی رجال طحاوی پر کتاب لکھی ہے ۔

عینی نے اس کتاب کے شروع میں مختصر مقدمہ لکھا جس میں طحاوی کے مقدمہ کو لا کر کتاب

کا نام وغیرہ ذکر کیا اس کے بعد شرح کی ابتدا کی تو پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور الحمد للہ کی شرح کرتے ہوئے بسملہ، حمدلہ سے ابتدا کرنے کی دلیلیں تفصیل سے ذکر کیں، پھر لفظ شیخ پر بحث کی پھر سنت و حدیث اور رسول و نبی پر کلام کیا اور دونوں کا فرق بتایا، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے کا مطلب بیان کیا۔

پھر ابواب کی شرح شروع فرمائی ہے، پہلے ترجمۃ الباب کی تشریح اور ما قبل سے اس کا ربط بیان کیا، طحاوی کی عبارت کو "قال احمد رحمہ اللہ" کے لفظ سے شروع فرماتے ہیں اور پھر حدیث ذکر کرتے ہیں، جب شرح کی ابتدا کرتے ہیں تو قال محمود عفا اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں، پھر حدیث پر مختلف انواع سے کلام کرتے ہیں مثلاً النوع الاول فی رجالہ النوع الثانی فی بیان من اخرجہ النوع الثالث فی حکم الحدیث من حیث الصحۃ والضعف النوع الرابع فی لغات الحدیث، النوع الخامس فی اعراب الحدیث النوع السادس فی استنباط الاحکام منہ، النوع السابع فی وجہ ذکر الحدیث بعد الذی قبلہ۔

کبھی کبھی ان انواع میں سے تین چار پر ہی اکتفاء کرتے ہیں، علامہ عینی اس کتاب میں چند چیزوں کا لحاظ فرماتے ہیں۔

(۱) اسماء و الفاظ کا صحیح تلفظ حروف سے ضبط فرماتے ہیں۔

(۲) راوی کے حالات بیان فرماتے ہیں۔

(۳) کتب ستہ وغیرہ سے مثلاً دار قطنی، بیہقی، طبرانی، مسند احمد، موطا، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق، صحیح ابن حبان، مستدرک، بزار، طیالسی، ابن ابی اسامہ عبد الحق الاشبیلی وغیرہم سے احادیث کی تخریج کرتے ہیں۔

(۴) باب میں دوسری ایسی روایات ذکر فرماتے ہیں جس کو طحاوی نے چھوڑ دیا ہے اور اس کو وفی الباب کذا وکذا سے ذکر کرتے ہیں

(۵) حدیث کے احکام میں توسع سے کام لے کر مذاہب اربعہ وغیرہ کو ذکر فرماتے ہیں صحابہ، تابعین، اور دیگر فقہار کے اقوال و دلائل اور اس کے جوابات لکھ کر امہات کتب فقہ وحدیث سے امام ابو حنیفہ رح کے مسلک کو ثابت کرتے ہیں۔

(۶) اکثر اوقات ان قیل . . . . قلت کے الفاظ سے سند یا متن میں وارد اشکال کو رفع کرتے ہیں۔

(۷) طحاوی کے قول " وقال قوم " " وذہب آخرون " وغیرہ کی اصحاب مذاہب کا نام لکھ کر وضاحت کرتے ہیں۔

(۸) کبھی کسی حدیث پر کلام کو دوسری جگہ تفصیلاً بیان کرنے کی وجہ سے مؤخر کر دیتے ہیں

(۹) حدیث کے معنی جب مکرر ہو جاتے ہیں تو احوالِ رجال بیان کرنے پر اکتفا کر دیتے ہیں،

(۱۰) چند مقامات پر بیاض بھی چھوڑ دی گئی ہے۔

ان جملہ خصوصیات کے سبب اس شرح کو اس دور کا علمی موسوعہ کہا جاتا ہے، جو بخاری کی شروحات سے درجہ میں کم نہیں، اس لئے کہ عینی نے اس کی تخریج وشرح اور رجال پر کلام کرنے میں بہت ہی تفصیل سے کام لیا ہے۔

اس شرح میں عینی نے اپنی مکمل محنت و توجہ صرف فرمائی ہے، اور اس کا اصل سبب احناف سے اس تہمت کو دفع کرنا ہے کہ احناف آثار کو چھوڑ کر مسائل میں اپنی رائے کو زیادہ دخل دیتے ہیں، اس لئے انھوں نے کمر باندھی اور مذہب کی ——— تائید اور شبہات کو دفع کرنے میں اپنے ترکش کے تمام تیر خالی کر دیتے ہیں

علامہ کوثری نے تذکرۃ الحفاظ کے ذیل پر جو تعلیقات لکھی ہیں اسمیں تحریر فرماتے ہیں کہ

"ان للحافظ عبدالقادر القرشی صاحب الجواھر المضیۃ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی یخرج فیہ احادیث معانی الآثار ویبین من اسندھا

من الستة وغيرهم ومنه يستمد البدر العيني في شرحه الكبير على معاني الآثار كثيرا"

عینی کی یہ کتاب نصف کے قریب موجود ہے، میرا یہ دعوی تو نہیں ہے کہ میں نے اس کا مکمل مطالعہ کرلیا ہے مگر اکثر حصہ میری نظر سے گذرا ہے، مگر میں نے کسی جگہ نہیں پایا کہ عینی نے جہاں بہت سے مصادر کا ذکر کیا ہے وہاں عبدالقادر القرشی کی شرح کا ذکر آیا ہو۔ واللہ اعلم۔

۴ نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار

یہ کتاب آٹھ جلدوں میں مکمل دارالکتب المصریہ نمبر ۵۲۲ حدیث پر موجود ہے اس کتاب کی تالیف سے ۸۱۹ھ میں مصنف نے فراغت پائی ہے۔

نخب الافکار مبانی الاخبار کا اختصار ہے، جیسا کہ کتاب کے نام سے صاف معلوم ہو رہا ہے، اس لئے دونوں کا اسلوب تحریر اور منہج بحث مشابہ ہے، البتہ اس کتاب میں بعض مواقع پر کچھ اضافے ہیں اور اسکے حاشیہ پر عینی کے قلم سے کچھ تعلیقات ہیں اصل اور شرح کی تمیز کے لئے انھوں نے ص اور ش کا رمز مقرر کیا ہے مبانی الاخبار کی طرح اس میں بھی حسن ترتیب اور شرح کو انواع پر تقسیم کرنے کا طریقہ موجود ہے، اس کتاب میں بھی عینی کی فن حدیث میں مہارت صاف معلوم ہو رہی ہے، بعض جگہوں پر بیاض بھی چھوڑی ہے۔

اگر کسی کو مبانی الاخبار کا علم نہ ہو اور وہ صرف نخب الافکار کا مطالعہ کرے گا تو اس کو محسوس ہوگا کہ یہ مستقل تصنیف ہے، اس لئے یہ اندازہ کرنا مشکل ہوگا کہ یہ کسی اگلی کتاب کا اختصار ہے حالانکہ مبانی الاخبار گیارہ جلدوں میں ہے، اور نخب الافکار آٹھ جلدوں میں ہے۔ اس کتاب کے جز اول کا پہلا صفحہ غائب ہے۔

۵ :۔ عمدۃ القاری فی شرح البخاری

عمدۃ القاری علامہ عینی کی سب سے بڑی تصنیف اور علمی شاہکار ہے بلکہ بخاری شریف

کی تمام شروحات میں یہ سب سے بڑی شرح ہے، اس کی تالیف کی ابتدا اواخر رجب ۸۲۰ھ میں ہوئی اور ۵ رجمادی الاولیٰ ۸۴۷ھ کو مکمل ہوئی، جیسا کہ مصنفؒ نے خود کتاب کے آخر میں ذکر فرمایا ہے۔ مصنف کے قلم سے ۲۱ جز ہیں مگر وہ ۲۵ اجزاء میں چھاپی گئی ہے

عینی نے اس کتاب کے مقدمہ میں سنت کی اہمیت اور کتب حدیث میں صحیح بخاری کی اہمیت کو پیش کیا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ انھوں نے معانی الآثار اور سنن ابی داؤد کی بھی شرح کی ہے، پھر عمدۃ القاری کی تالیف کے اسباب پر کلام کیا ہے، فرماتے ہیں

۱ - جاننا چاہئے کہ ہر گوشہ میں پوشیدہ خزانہ ہوتا ہے اور یہ کہ علم اللہ تعالیٰ کے عطیات بلکہ افضل عطایا میں ہے۔

۲ - اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل واحسان سے جو علم عطا فرمایا اس کا اظہار کیونکہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور امت کے لئے علم کو ظاہر کرنا بھی شکر کی ایک قسم ہے

۳ - بعض دوستوں کا اصرار ومطالبہ کہ بخاری شریف کی شرح پر توجہ فرمائیں اگرچہ عرصہ تک میں اس کو سوف ولعل سے ٹالتا رہا مگر آخر مجبور ہو کر کام شروع کر دیا۔ اسکے بعد فرماتے ہیں

" فنزلت فی ربع ھذا الکتاب، لاظھر مافیہ من الامور الصعاب وابین مافیہ من المعضلات واوضح مافیہ من المشکلات، واورد فیہ من سائر الفنون بالبیان، ماصعب منہ علی الاقران، بحیث ان الناظر فیہ بالانصاف، المتجنب عن جانب الاعتساف، ان اراد مایتعلق بالمنقول ظفر بآمالہ وان اراد مایتعلق بالمعقول فاز بکمالہ، وماطلب من الکمالات یلقاہ وماظفر من النوادر والنکات یرضاہ "

اور آگے تحریر فرماتے ہیں۔

" ثم انی قدحت افکاری بزناد الذکاء، حتی اورت انوارًا انکشفت بھا مستورات ھذا الکتاب، وتصدیت لتجلیتہ علی منصۃ التحقیق، حتی

كشفت عن وجهه النقاب واجتهدت بالسهر الطويل في الليالي الطويلة حتى ميزت من الكلام ما هي الصحيحة من العليلة وخضت في بحار التدقيق سائلاً من الله الاجابة والتوفيق حتى ظفرت بدرر استخرجتها من الاصداف وبجواهر اخرجتها من الغلاف حتى اضاء بها ما ابهم من معانيه على اكثر الطلاب وتحلى بها ما كان عاطلاً من شروح هذا الكتاب فجاء بحمد الله وتوفيقه فوق ما في الخواطر فائقاً على سائر الشروح بكثرة الفوائد والنوادر مترجماً بكتاب عمدة القاري في شرح البخاري ومامولي من الناظر فيه ان ينظر بالانصاف ويترك جانب الطعن والاعتساف فان راى حسناً يشكر سعيه زائره ويعترف بفضل عاثره اوخللاً يصلحه اداء حق الاخوة في الدين فان الانسان غير معصوم عن زلل مبين۔

فان تجد عيباً فسد الخللا   فجل من لا عيب فيه وعلا

فالمنصف لا يشتغل بالبحث عن عيب مفضح، والمتعسف لا يعترف بالحق الموضح:

اس کے بعد انھوں نے بخاری شریف کی اپنی سند امام بخاری تک دو طریق سے ذکر فرمائی ایک امام عراقی کے طریق سے اور دوسری تقی الدین دجوی کے واسطے سے، اس کے بعد تقریباً دس فوائد صحیح سے متعلق تحریر فرمائے، اس میں سے نواں یہ ہے۔

فی ضبط الاسماء المکررة المختلفة فی الصحیحین، اور یہ صحیح مسلم کی شرح نووی میں اسی انداز میں تھوڑے سے لفظوں کے تغیر کے ساتھ موجود ہے مگر عینی نے یہ ذکر نہیں فرمایا کہ انھوں نے یہ عبارت کہاں سے لی ہے۔ اس کے بعد علم کے مبادی اس کے موضوعات ومسائل پر مشتمل مقدمہ لکھا۔

اور اس کے بعد صحیح بخاری کی احادیث کی شرح فرمائی ہے، مگر عینی اپنی اس

کتاب میں ایک ہی اسلوب وطرز پر قائم نہیں رہے، چنانچہ انھوں نے شروع کے چار حصوں میں تو بہت طوالت اختیار کی مگر باقی میں کمی ہوتی گئی، ان کا طرز یہ ہے کہ پہلے ترجمۃ الباب کی تشریح فرماتے ہیں، اس کی ترکیب بیان کر کے ماقبل مابعد کے ساتھ وجہ مناسبت ذکر فرماتے ہیں پھر حدیث ذکر فرما کر ہر موضوع پر عنوان قائم کر کے شروع کرتے ہیں مثلاً

بیان تعلق الحدیث بالترجمۃ بیان رجالہ، بیان ضبط الرجال بیان الانساب، بیان فوائد تتعلق بالرجال، بیان لطائف اسنادہ، بیان نوع الحدیث، بیان تعدد الحدیث فی الصحیح، بیان من اخرجہ غیرہ، بیان اختلاف لفظہ، بیان اللغۃ، بیان الاعراب، بیان الصرف، بیان المعانی بیان البیان، بیان البدیع، الاسئلۃ والاجوبۃ بیان استنباط الاحکام فوائد تتعلق بالحدیث۔

مگر بعض مواقع پر ضرورت نہ ہونے کے سبب ان عناوین میں کمی بھی فرما دیتے ہیں، یا چند عنوانوں کو ایک میں شامل فرما دیتے ہیں، اور یہ اسلوب پہلے چار حصوں میں پایا جاتا ہے مگر بعد والے اجزاء میں یہ تفصیلات چھوڑ دی ہیں اور چند عنوانوں پر اکتفاء کر لیتے ہیں، مثلاً مطابقۃ الحدیث للترجمۃ۔ وذکر رجالہ، وذکر لطائف اسنادہ۔ ومن اخرجہ غیرہ، وذکر معناہ۔ وذکر ما یستفاد منہ، اور اسی طرح کا طرز انھوں نے گیارہویں جلد تک قائم رکھا، اس کے بعد یہ ترتیب بھی قائم نہ رہ سکی کیونکہ بعد والے اجزاء میں کبھی ان عناوین کو لاتے ہیں کبھی ترک فرما دیتے ہیں، یہ حال سترہویں جزء تک ہے۔ کہ سوائے دو مقامات کے دوسری جگہ عناوین نہیں ہیں، البتہ شرح کے تعلق سے سنداً ومتناً عنوانات کے بغیر ہی کلام کرتے ہیں، سترہویں جزء سے آخر تک حدیث کا ترجمۃ الباب سے تعلق اور بخاری کے علاوہ دوسروں کی تخریجات کا ذکر، رجال پر کلام اور پھر حدیث کی شرح بغیر عنوان کے فرما دیتے ہیں، البتہ ترجمۃ الباب پر شروع سے آخر تک بسط کے

ساتھ کلام کیا ہے، ہاں مگر جہاں اختصار کی ضرورت ہو مختصر کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ وہ اعتراضات وجوابات اور اشکالات اور اس کو رفع کرنا، قیل وقلت کے لفظ سے کثرت سے کرتے ہیں، اخیر میں اپنے مسلک کو ثابت کرتے ہیں۔

اسی طرح بعض جگہوں میں بخاری کے دیگر متقدمین شراح پر تعقیب بھی فرماتے ہیں اور بلاشبہ اس میں مختلف موضوعات پر نفیس مباحث ہیں، خاص کر احکام والی حدیثوں میں جس کا تعلق اختلاف مذاہب سے ہے۔

اور چونکہ علامہ عینی حنفی مسلک کے ہیں تو دیگر شراح کی طرح وہ بھی اپنے مذہب کی تائید میں زیادہ زور لگاتے ہیں اور امام دارقطنی کے مانند جن جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تضعیف کی ہے اس کا رد فرماتے ہیں، تحریر فرماتے ہیں۔

ولو تادب الدارقطنی واستحی لما تلفظ بهذه اللفظة فی حق ابی حنیفة فانه امام طبق علمه الشرق والغرب. ولما سئل ابن معین عنه فقال: انه ثقة مأمون. ما سمعت احداً ضعفه. هذا شعبة الحجاج یکتب الیه ان یحدث، وشعبة شعبة، وقال ایضاً کان ابوحنیفة ثقة من اهل الدین والصدق ولم یتهم بالکذب وکان مأمونا علی دین الله تعالیٰ صدوقاً فی الحدیث، واثنی علیه جماعة من الائمة الکبار مثل عبد الله بن المبارك ویعد من اصحابه وسفیان بن عیینة وسفیان الثوری وحماد بن زید وعبد الرزاق ووکیع وکان یفتی برایه والائمة الثلاثة مالك والشافعی واحمد وآخرون کثیرون وقد ظهر لك من هذا تحامل الدارقطنی علیه وتعصبه الفاسد ولیس له مقدار بالنسبة الی هولاء حتی یتکلم فی امام متقدم علیٰ هولاء فی الدین والتقویٰ والعلم وبتضعیفه ایاه یستحق هو التضعیف، افلا یرضی بسکوت اصحابه عنه وقد روی فی سننه

احادیث سقیمة ومعلولة ومنکرة وغریبة وموضوعة، ولقد روی احادیث ضعیفة فی کتاب الجهر بالبسملة واحتج بها مع علمه بذلك، حتی ان بعضهم استحلفه علی ذلك فقال، لیس فیه حدیث صحیح ولقد صدق القائل:

حسدوا الفتی اذ لم ینالوا سعیه ؛ فالقوم اعداء لـه وخصوم

علامہ عینی نے اس شرح میں کرمانی شرح بخاری، ابن الاثیر کی النہایہ فی غریب الحدیث، ہروی کی غریبین، اور صغانی کی عباب، الازہری کی تہذیب اللغۃ، خطابی کی اعلام السنن، اور غریب الحدیث، قرطبی کی تفسیر القرآن، اور شرح مسلم خلیل بن احمد کی کتاب العین، جوہری کی صحاح، ابن قتیبہ کی المعارف قطب الدین حلبی کی شرح بخاری، مزی کی الاطراف، زمخشری کی تفسیر اور اساس البلاغہ کے کثرت سے حوالے نقل کئے ہیں

اسی طرح ابن التیانی، امام الحرمین، بیہقی، قاضی عیاض، نووی، طحاوی، ابن الصلاح المازری، ذہبی خطیب بغدادی، ابن کثیر، ابن ماکولا، زجاج، محمد بن سعد، واقدی، ابن درید ابوحاتم، بخاری، کسائی، ابوحنیفہ دینوری، اصمعی، التیمی، المبرد، ابن مالک طیبی عراقی ابن السکیت، ابن سیدہ، حلیمی، سہیلی، ابن ہشام، ثعلبی وغیرہ سے بہت سے فوائد نقل کرتے ہیں۔

اور کتب سنن، مستخرجات علی الصحیحین اور مسانید و زوائد اس کے علاوہ ہیں،

عمدۃ القاری کا یہ مختصر تعارف ہے

مضر عن ابن الهاد واخرجه الترمذی فی الامثال عن قتیبۃ. واخرجه النسائی فی الصلوة عن قتیبۃ عن اللیث وحدہ بہ"۔ مگر ابن حجرؒ نے صرف مسلم سے تخریج کی ہے

اسی طرح حدیث" انه کان یقرأ فی الفجر مابین الستین الی المائة" کے باب میں عینی فرماتے ہیں اخرجه مسلم فیه عن یحیی بن حبیب وعن عبداللہ بن معاذ عن ابیه کلاهما عن شعبة، وعن ابی کریب عن سوید بن عمرو الکلبی واخرجه ابوداؤد فیه عن حفص بن عمر بتمامه. وفی موضع اخر ببعضه، واخرجه النسائی فیه عن محمد بن عبدالاعلی وعن محمد بن بشار و عن سوید بن نصر واخرجه ابن ماجه فیه عن محمد بن بشار عن بندار به مگر ابن حجر نے صرف مسلم اور نسائی سے تخریج کی ہے۔

اسی طرح حدیث" لویعلم الناس ما فی النداء" کی تخریج عینی نے اس طرح کی ہے اخرجه مسلم فی الصلوۃ والترمذی فیه والنسائی فیه" جب کہ ابن حجرؒ نے صرف مسلم کا تذکرہ فرمایا، اور ترمذی و نسائی کی روایتوں کا ذکر نہیں کیا،

اور حدیث" انه کان یضطجع علی شقه الایمن بعد سنة الفجر" کے باب میں عینی فرماتے ہیں: اخرجه النسائی فی الصلوۃ مگر ابن حجر نے نسائی کی روایت کا تذکرہ نہیں کیا، اسی طرح بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

(۳) عمدۃ القاری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ بخاری اس کو کس سے لیتے ہیں اور یہ روایت بخاری میں کس جگہ ہے مثلاً" الصلوة کفارة" والی حدیث کے ذیل میں عینی فرماتے ہیں: اخرجه البخاری ایضًا فی الزکاة عن قتیبة عن جریر وفی علامات النبوة عن عمر بن حفص، قاله المزی فی الاطراف وهو وهم، وانما اخرجه عن عمر بن حفص فی الفتن، وفی الصوم عن علی بن عبداللہ، مگر ابن حجر نے اطراف حدیث کا ذکر نہیں کیا، صرف اتنا فرمایا کہ سیأتی

فتح الباری کے مقابل عمدۃ القاری کی خصوصیات

عمدۃ القاری جس وقت سے تصنیف کی گئی اس وقت سے آج تک اس کے بارے میں شور بپا ہے، حالانکہ دل میں اس کی عظمت اور ہر زبان پر اس کی تعریف ہے۔

سب سے پہلے اس کے خلاف آواز اٹھانے والوں میں حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں جنھوں نے فتح الباری شرح بخاری تالیف فرمائی، انھوں نے اپنی تالیف ۸۱۷ھ میں شروع فرمائی اور رجب ۸۴۲ھ میں اس شرح کو مکمل فرمایا۔

شرح وتحلیل کے لحاظ سے عمدۃ القاری فتح الباری سے زیادہ وسعت رکھتی ہے مثال کے طور پر حدیث ہرقل مع ابی سفیان کی شرح عمدۃ القاری کے پہلے حصہ میں صفحہ ۷۷ سے صفحہ ۱۰۱ تک پھیلی ہوئی ہے جبکہ فتح الباری میں صفحہ ۳۱ سے ۴۵ تک میں اس کی شرح مکمل ہوگئی ہے، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ فتح الباری کی بہ نسبت عمدۃ القاری کے صفحات بڑے ہیں، اسی طرح کتاب الایمان کے پہلے باب کی شرح عمدۃ القاری میں پورے ۱۶ صفحات ۱۰۱ تا ۱۱۷ میں ہے اور فتح الباری میں صرف ۴ صفحات میں بحث مکمل ہوگئی ہے صفحہ ۴۵ تا ۴۹۔

عمدۃ القاری کا پہلا حصہ کتاب الایمان کے ختم پر ۳۲۶ صفحات میں مکمل ہوتا ہے تو فتح الباری میں کتاب الایمان کی شرح ۱۲۷ صفحات میں مکمل ہوگئی ہے۔

فتح الباری کا جزاول ۵۹۵ صفحات پرمشتمل ہے، وہی مضامین عمدۃ القاری میں ۴ جلدوں میں ۱۲۵۶ صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں۔

عمدۃ القاری کے ۲۵ جلدوں کے مجموعی صفحات ۱۳۱‏‏۶ ۷ ہیں، فتح الباری کے صفحات مقدمہ چھوڑکر ۵۱۵ ۷ ہیں، اور جب یہ دیکھتے ہیں کہ عمدۃ القاری کے صفحات فتح الباری کے صفحات سے بڑے ہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عمدۃ القاری کے صفحات فتح الباری سے تقریبًا ایک چوتھائی زائد ہیں۔

یہ تقابل دونوں کتابوں کی ضخامت کے لحاظ سے ہے، اب موضوعات و مضامین پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بہت سی احادیث کی شرح عینی نے ابن حجر کے مقابل زیادہ مفصل کی ہے، ادھر بعض احادیث ایسی بھی ہیں جہاں ابن حجر تفصیلات میں عینی سے بڑھے ہوئے ہیں۔

نیز عمدۃ القاری میں ابن حجر پر بہت سی مفید تنقیدیں یا گرفتیں ہیں، اب ہم عمدۃ القاری کی بعض خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) ابن حجر تمام احادیث باب کو لکھ کر اس کی شرح کرتے ہیں اور احادیث میں فصل نہیں کرتے جب کہ عینی ایک حدیث اور دوسری حدیث میں فصل کرتے ہیں۔

(۲) آپ اگر یہ جاننا چاہیں کہ اس حدیث کی اور کس کس نے تخریج کی ہے تو عینی میں " من اخرجہ غیر البخاری " کا باب دیکھ کر سہولت سے معلوم کرتے ہیں مگر فتح الباری میں مکمل بحث کے مطالعہ کے بعد ہی یہ مقصود حاصل ہو سکتا ہے۔

نیز تخریج احادیث میں عمدۃ القاری میں فتح الباری کے مقابل زیادہ توسع سے کام لیا گیا ہے، اس کی بہت سی مثالیں ہیں، مثلاً:

حدیث - ارأیتم لو ان نھرا بباب احدکم ، الحدیث۔

عینی فرماتے ہیں: اخرجہ مسلم فی الصلوۃ عن قتیبۃ عن لیث وبکر بن

الکلام علی فوائد ھذا الحدیث فی علامات النبوۃ ان شاء اللہ فتح الباری باب الفتن میں یہ حدیث عمر بن حفص سے روایت شدہ موجود ہے اور علامات النبوۃ (جلد ٦ ص ۲۰۴) میں بھی ہے مگر وہ عمر بن حفص سے نہیں بلکہ محمد بن بشار سے روایت کردہ ہے

اس کے بعد والی حدیث کے بارے میں عینی فرماتے ہیں اخرجہ البخاری ایضاً فی التفسیر عن مسدد بن یزید بن زریع مگر ابن حجر فرماتے ہیں سیأتی الکلام علی بقیۃ فوائد ھذا الحدیث فی آخر تفسیر سورۃ ھود۔

(۴) اگر کوئی روایت میں بخاری منفرد ہیں تو عینی اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں جیسا کہ باب تضییع الصلوۃ کی پہلی حدیث کے بارے میں انھوں نے ذکر فرمایا مگر ابن حجرؒ نے اس کا تذکرہ نہیں فرمایا۔

عینی نے بخاری شریف کی روایتوں کی جو تخریج کی ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ استاذ محمد فوآد عبدالباقی نے بخاری شریف کے اطراف حدیث کا جب استقصار کیا اور اس پر نمبر ڈالے تو ان سے بعض روایتیں چھوٹ گئیں، اگر وہ دیگر مراجع کے ساتھ عمدۃ القاری کو بھی سامنے رکھتے تو ان کی یہ گنتی اور استقصار زیادہ مکمل اور صحیح ہوتا، مثلاً باب المصلی یناجی ربہ میں فوآد عبدالباقی نے اطراف حدیث کو ذکر نہیں کیا، جب کہ عینی نے ذکر فرمایا کہ "انہ مضی فی باب حك النخامہ من المسجد" وفی باب لایبصق عن یمینہ فی الصلوۃ ۔

(۵) عمدۃ القاری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں متقدمین شراح کی بعض غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، مثلاً" باب القراءۃ فی الظھر" میں عینی فرماتے ہیں ای ھذا باب فی بیان حکم القراءۃ فی صلاۃ الظھر، قال الکرمانی الظاھر ان المراد بھا بیان قراءۃ غیر الفاتحۃ، قلت: العجب منہ کیف یقول ذلك واین الظاھر الذی یدل علی ما قالہ بل مرادہ الرد علی من

لا یوجب القراءة فی الظهر، وقد ذکرنا ان قومًا منهم سوید بن غفلة والحسن بن صالح وابراهیم بن علیة ومالک فی روایة قالوا: لا قراءة فی الظهر والعصر۔

اسی طرح بعض مقامات میں نام کے بغیر ابن حجرؒ پر اعتراض کئے ہیں، ایسے مواقع پر وہ یہ لکھتے ہیں کہ وقال بعضهم، وذکر بعضهم، مثلاً باب التبکیر بالصلوة فی یوم غیم حدیث ابی الملیح، کنا مع بریدة فی یوم غیم فقال: بکّروا بالصلوة فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من ترک صلوة العصر فقد حبط عمله۔ کے ذیل میں عینی فرماتے ہیں۔

فان قلت: التبکیر فی الصلوة المطلقة فی یوم الغیم، والحدیث لا یطابقها من وجهین۔ احدهما ان المطابقة لقول بریدة لا للحدیث والثانی ان المذکور فی الحدیث صلوة العصر وفی الترجمة مطلق الصلوة قلت: دلت القرینة علی ان قول بریدة "بکروا بالصلوة" کان فی وقت دخول العصر فی یوم غیم فأمر بالتبکیر حتی لا یفوتهم بخروج الوقت بتقصیرهم فی ترک التبکیر وهذا الفعل کترکهم ایاها فی استحقاق الوعید وتفهم اشارته ان بقیة الصلواة کذلک لانها مستویة الاقدام فی الفرضیة فحینئذ یفهم التطابق بین الحدیث والترجمة بطریق الاشارة لا بالتصریح

"وقال بعضهم: من عادة البخاری ان یترجم ببعض مایشتمل علیه لفظ الحدیث ولو لم یکن علی شرطه فلا ایراد علیه۔

"قلت: لیس هنا مایشتمل علی الترجمة من لفظ الحدیث ولا من بعضه وکیف لا یورد علیه اذا ذکر ترجمة ولم یورد علیها شیئًا ولا فائدة فی ذکر الترجمة عند عدم الایراد بشیء۔

اسی طرح باب قضاء الصلوة الاولی فالاولی، قال البخاری حدثنا

مسدد، قال حدثنا یحیی عن ھشام، قال حدثنا یحیی ھو ابن ابی کثیر عن ابی سلمة۔ الحدیث۔

عینی فرماتے ہیں " وقال بعضھم: و یحیی المذکور فیه ھو القطان وکذا قال الکرمانی، قلت، ھو غلط لان البخاری صرح فیه بقوله یحیی ھو ابن ابی کثیر ضد القلیل، و انما قال البخاری بلفظ: ھو، لانه لیس من کلام ھشام بل من کلام البخاری ذکرہ تعریفًا له"

نیز باب خیرّ نساءہ میں فرماتے ہیں: قال البخاری حدثنا عمر بن حفص، حدثنا ابی حدثنا الاعمش، حدثنا مسلم، عن مسروق، عن عائشة رضی اللہ عنھا قال خیرنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاخترنا اللہ ورسوله، الحدیث۔

عینی فرماتے ہیں۔ "قال بعضھم: وفی طبقة مسلم البطین وھو من رجال البخاری لکنه وان روی عنه الاعمش لا یروی عن مسروق، وفی طبقتھما مسلم بن کیسان الاعور ولیس ھو من رجال الصحیح، ولا له روایة عن مسروق وقال الکرمانی مسلم بلفظ فاعل الاسلام یحتمل ان یکون ھو ابو الضحی بن صبیح مصغر الصبح، وان یکون مسلم البطین بفتح الباء الموحدة ابن ابی عمران لانھما یرویان عن مسروق ویروی الاعمش عنھما ولا قدح بھذا الالتباس لانھما یرویان بشرط البخاری، انتھی

قلت: ذکر فی کتاب " رجال الصحیحین" ان مسلمًا البطین سمع مسروقًا وروی عنه الاعمش، فھذا یرد کلام بعضھم المذکور ولکن الحافظ المزّی قال مسلم بن صبیح ابو الضحی عن مسروق عن عائشة حدیث خیرّنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

ابن جریر پر جو تعلیقات ہوئی ہیں اس کی ایک عمدہ مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول " وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ" کی تفسیر میں ابن جریر نے بہت سی ایسی روایتوں کو جمع کر دیا ہے۔ جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلك الغرانیق العلی وان شفاعتهن لترتجی کہتے ہوئے سجدہ کیا اور تمام مشرکین بھی سجدہ میں گر گئے، اور ابن حجر نے ان لوگوں کے اقوال کو جو ان روایات کو رد کرتے ہیں یہ فرماتے ہوئے تردید کی ذلك لا یمشی علی القواعد فان الطرق اذا کثرت وتباینت مخارجها دل ذلك علی ان لها اصلاً۔[1]

عینی اس پر فرماتے ہیں وقال ابن العربی، ذكر الطبری فی ذلك روایات کثیرۃ باطلة لا اصل لها. وقال عیاض هذا الحدیث لم یخرجه احد من اهل الصحة ولا رواه ثقة بسند سلیم متصل ومع ضعف نقلته و اضطراب روایاته وانقطاع اسناده وكذا من تكلم بهذه القصة من التابعین والمفسرین لم یسندها احد منهم ولا رفعها الی صاحبه واكثر الطرق عنهم فی ذلك ضعیفة۔ وقال بعضهم: هذا اللون ذكره ابن العربی وعیاض لا یمشی علی القواعد فان الطرق اذا كثرت وتباینت مخارجها دل ذلك علی ان لها اصلاً۔ انتهی۔

قلت الذی ذكراه هو اللائق بجلالة قدر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانه قد قامت الحجة واجتمعت الامة علی عصمته صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۹ باب تفسیر سورۃ الحج۔ ابن حجر نے اس قصہ کو سورہ النجم کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ باب فاسجدوا للہ واعبدوا ج ۸ ص ۶۱۴ اور پھر سورہ حج کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے۔

ونزاهته عن مثل هذه الرذيلة، وحاشاه عن ان يجری علی قلبه اولسانه شئ من ذلك لاعمداً ولا سهواً اویکون للشیطان علیه سبیل، اوان یتقوّل علی الله عزوجل لاعمداً ولا سهواً والنظر والعرف ایضاً یحیلان ذلك ولو وقع لارتد کثیر ممن اسلم ولم ینقل ذلك ولا کان یخفی علی من کان بحضرته من المسلمین۔

نیز عینی نے اپنی اس کتاب میں بہت سی ان روایات کی شرح بھی کی ہے جس کو متقدمین شراح نے قابل توجہ نہیں سمجھا تھا، مثلاً۔

باب اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اهل الذمة والمؤمنات اذا عصین الله وتجریدهن۔ قال العینی: ای هذا باب یذکر فیه اذا اضطر الرجل الی النظر فی شعور اهل الذمة، وجواب اذا محذوف تقدیره یجوز للضرورة۔

وقوله "المؤمنات" بالجر عطف علی ما قبله، وتقدیره واذا اضطر الرجل الی النظر فی المؤمنات اذا عصین الله. قوله: "وتجریدهن" ای واذا اضطر ایضا الی تجریدهن من الثیاب لان المعصیة تبیح حرمتها، الا تری ان علیاً والزبیر رضی الله عنهما اراد اکشف المرأة فی قضیة کتاب حاطب.

وقد اجمعوا ان المؤمنات والکافرات فی تحریم الزنا بهن سواء و کذلك النظر الیهن ولکن الضرورات تبیح المحظورات۔

میرے علم میں نہیں ہے کہ عینی کے علاوہ شراح بخاری میں سے کسی نے اس روایت کی شرح کی طرف توجہ فرمائی ہو۔

عمدۃ القاری کے مقابل فتح الباری کی خصوصیات

فتح الباری بھی بعض چیزوں میں عمدہ القاری پر فوقیت رکھتی ہے، مثلاً

(۱) فتح الباری کا مقدمہ ھدی الساری بہت اہمیت رکھتا ہے۔

(۲) حافظ ابن حجر کتاب کے شروع سے آخر تک ایک ہی نہج پر چلتے ہیں، عمدۃ القاری میں یہ بات نہیں ہے۔

(۳) ابن حجر ہر باب کے آخر میں احادیث مرفوعہ، موقوفہ، مکررہ، معلقہ نیز جس حدیث کی تخریج میں امام مسلم نے موافقت کی ہو اس کا ذکر کرتے ہیں، عمدۃ القاری میں یہ ذکر نہیں ہے۔

(۴) کسی بھی حوالہ کو صحیح صحیح نقل کرنا اور اس کو عمدگی اور سلاست کے ساتھ پیش کرنا، دقت تعبیر، حسن تلخیص، اختصار، بہترین رائے پیش کرنے ترکیب بین صحیح رائے کا ظاہر کرنا اور جس کو کمزور یا باطل سمجھے اس کو رد کرنا اس کی خصوصیات میں شامل ہے۔

(۵) جہاں عینی بعض احادیث کی شرح میں توسع سے کام لیتے ہیں، ابن حجر بھی دیگر روایات میں مفصل شرح کرنے اس کے مطلب کی گہرائی تک پہنچنے اور اس کا پورا پورا حق ادا کرنے میں عینی سے آگے بڑھے ہوئے ہیں اور اس کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، خصوصاً فتح الباری کے آخری حصوں میں یہ بات

دیکھی جاسکتی ہے۔

کیا عمدۃ القاری فتح الباری سے ماخوذ ہے؟

عمدۃ القاری کے تعارف اور فتح الباری اور عمدۃ القاری کے بعض امتیازات کے ذکر کے بعد ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان الزامات کی طرف بھی توجہ کریں جس میں کہا جاتا ہے کہ عمدۃ القاری کے مضامین فتح الباری سے مسروقہ ہیں۔

قبل اس کے کہ اس سلسلہ میں ہم کچھ ذکر کریں یہ بتانا مناسب سمجھتے ہیں کہ کتابوں قصائد اور افکار کے سرقے کا مسئلہ بہت پرانا ہے، عینی سے قبل اور ان کے بعد بھی بہت سے علماء پر الزامات عائد کئے گئے ہیں اور بلاشک یہ عمل اگر جان بوجھ کر کیا گیا ہو تو یہ مصنف کی شان گھٹانے والا اور اس کی شخصیت کو داغدار کرنے والا کام ہے۔

مگر ہمیں دو مثالوں میں فرق کرنا ضروری ہے ایک تو وہ انسان ہے جو کسی فن سے بالکل ناواقف ہے اور وہ بعض فنی چیزوں کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے، دوسرا وہ عالم ہے جو کسی فن میں تخصص کا مقام رکھتا ہے اور اس میں اتنی صلاحیت ہے کہ وہ اپنی ذاتی محنت و کوشش سے ان نتائج تک رسائی حاصل کرسکتا ہے جو منقول منہ میں موجود ہے بلکہ بعض مرتبہ وہ اس سے فوقیت بھی لے جاسکتا ہے، مگر وہ دیکھتا ہے کہ بعض مسائل کی تنقیح موجود ہے تو صرف سستی کے سبب اس کے نقل کرنے پر اکتفا کرلیتا ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام "البارق فی قطع یمین السارق" رکھا ہے، اس کتاب میں ایسے علماء کے نام ہیں جنھوں نے بعض تالیفات کی نسبت اپنی طرف کردی ہے، حالانکہ وہ متقدمین علماء کی کتابوں سے منقول ہے، اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ابن حجر کے قلم سے ایک فصل دیکھی جس کا عنوان ہے فصل فیمن

اخذ مصنف غیرہ مطالعۃ فادعاہ لنفسہ" اور تحریر فرمایا کہ رویانی کی البحر ماوردی کی حاوی سے ماخوذ ہے، ابو یعلیٰ کی الاحکام السلطانیہ بھی ماوردی کی کتاب سے لی گئی ہے، محمد ابن اسمٰعیل تیمی کی شرح بخاری ابوالحسین ابن بطال کی شرح سے ماخوذ ہے، ابن جماعہ کے بخاری شریف کے تراجم کی شرح ابن المنیر کی شرح بخاری سے اختصار کرکے لیا گیا ہے، بغوی کی شرح السنۃ خطابی کی شرح بخاری اور شرح ابوداؤد سے ماخوذ ہے اور ہمارے شیخ ابن الملقن کی شرح بخاری کا نصف اول کئی شروحات سے ماخوذ ہے اور دوسرے نصف میں تو ابن بطال اور ابن منیر کی شرح سے آگے نہیں بڑھے ہیں، اس کے بعد سیوطی نے لکھا کہ "شرح العینی من فتح الباری" عینی کی شرح فتح الباری سے ماخوذ ہے، حالانکہ خود علامہ سیوطی پر سرقہ کا الزام ہے، علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے

واختلس حین کان یتردد الیّ مما عملته کثیرا کالخصال الموجبۃ للظلال والاسماء النبویۃ والصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وموت الانبیاء ومالا احصرہ۔

اسی طرح سخاوی نے شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن الجزری م ۸۲۳ھ کے حالات میں ابن حجر سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے " ان ابن الجزری کان اذا رأی للعصریین شیئا اغار علیہ ونسبہ لنفسہ"۔

اس کے بعد سخاوی لکھتے ہیں کہ "ھذا امر اکثر منہ المتأخرون ولم ینفرد بہ" سبکی نے کسی کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا، گویا وہ ان کا طبع زاد ہے مگر ممدوح کو پتہ چلا کہ یہ قصیدہ دیوان ابن قلاقس میں موجود ہے۔

اسی طرح محمد بن عبدالدائم النعیمی العسقلانی (م ۸۳۱ھ) کے حالات میں ذکر کیا گیا ہے کہ انھوں نے فقہ شافعی کی کتاب العمدہ کی شرح کی جو ان کے استاذ ابن الملقن کی شرح کا خلاصہ ہے، حالانکہ عسقلانی نے اس کا اعتراف نہیں کیا، سخاوی فرماتے ہیں

دعا بہ شیخنا ابن حجر بذلک۔

ان سب کے باوجود ان علمار کبار کی تالیفات وتصانیف سے ہر دور میں علمار استفادہ کرتے رہے اور ان کے علمی مقام پر نہ تو کوئی آنچ آئی اور نہ اس کے قدر و قیمت میں کمی ہوئی۔

ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں، کہ بعض لوگوں کی طرف سے عینی پر یہ تہمت لگائی گئی کہ وہ دوسروں کے افکار و خیالات کو لے کر اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ یہ ان کے اپنے خیالات ہیں حالانکہ ہمیں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس نے عینی کے بارے میں عمدۃ القاری کے علاوہ ان کی دوسری کسی کتاب میں یہ تہمت لگائی ہو۔ کہ انھوں نے دوسروں کی بات بغیر حوالہ نقل کی ہے۔ شاید عمدۃ القاری کو اس لئے نشانہ بنایا گیا ہے کہ عینی کے علمی کارناموں میں یہی کتاب شاہکار ہے جیسے فتح الباری ابن حجر کی تالیفات میں سب سے ممتاز ہے، واللہ اعلم۔

عینی پر سرقہ کا الزام اس دور کی پیداوار نہیں ہے بلکہ یہ بات ان کی کتاب کی تالیف کے زمانہ سے کہی جارہی ہے، علامہ سخاوی نے الضوء اللامع میں عینی کے حالات میں سیر حاصل کلام کیا ہے (مؤلف کتاب نے سخاوی کی پوری عبارت نقل کی ہے جس کو طوالت کے سبب ہم ترک کرتے ہیں) اسی طرح سیوطی نے بھی لکھا ہے کہ عینی فتح الباری سے ماخوذ ہے، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں قسطلانی کی عبارت کو دہرایا ہے، اور ہمارے اس دور میں الاستاذ سید احمد صقر نے اپنی کتاب المدخل الی فتح الباری میں بھی یہ بات لکھ کر دونوں کتابوں کی چند جگہوں سے عبارت نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عینی فتح الباری سے نقل کرتے ہیں مگر وہ فتح الباری کا حوالہ نہیں دیتے۔

ہمارے زمانہ کے بعض علمار احناف فرماتے ہیں کہ عینی پر سرقہ کا الزام غیر منصفانہ

ہے اور نصوص کے توافق کے بارے میں جواب دیتے ہیں کہ مصادر کے یکساں ہونے کے سبب یہ توافق ہونا بعید نہیں، یہ علامہ زاہد الکوثری نے عمدۃ القاری کے مقدمہ میں لکھا ہے، مگر زاہد الکوثری نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ عینی فتح الباری کے ہر جزء سے ابن خضر کی معرفت مطلع ہوتے تھے تو پھر یہ بات کس طرح عقل میں آسکتی ہے کہ انھوں نے فتح الباری کے اس طرح مطالعہ سے فائدہ نہ اٹھایا ہو اگر ہم یہ جواب دیں کہ عینی نے فتح الباری کے ذریعہ ان نقول کے اصل مراجع کا پتہ چلایا اور پھر ان اصول کی طرف رجوع کر کے عبارتیں نقل کی ہیں تب بھی عینی کا فرض یہ تھا کہ وہ مقدمہ میں اسکی تصریح کر دیتے کہ انھوں نے فتح الباری سے استفادہ کیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ عینی نے فتح الباری سے استفادہ ضرور کیا ہے مگر دونوں کے درمیان اختلافات کے سبب عینی حافظ ابن حجر کا نام لینا پسند نہیں کرتے، اور نہ کسی عبارت کی ان کی طرف نسبت کرتے ہیں حتی کہ نقد کرتے وقت بھی قال بعضھم، اور ذکر بعضھم جیسے الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس قسم کے نقل کے معاملات سے بہت کم لوگ محفوظ ہیں، خود ابن حجر بھی اس معاملہ میں بری نہیں جیسا کہ عینی نے بعض مواقع پر تنبیہ کیا ہے نقل کے معاملہ کو ہم چھوڑ دیتے ہیں مگر ایک سوال اور باقی رہتا ہے کہ کیا فتح الباری پر عینی کے اعتراضات سب کے سب درست ہیں؟

ان کا جواب یہ ہے کہ عینی کے بعض اعتراضات بہت مضبوط اور درست ہیں حتی کہ خود ابن حجر اس کا دفاع نہ کر سکے، چنانچہ ان کی کتاب انتقاض الاعتراض (جس میں عینی کے اعتراضات جمع کر کے جوابات تحریر کئے ہیں) میں بھی بعض جگہوں میں بیاض چھوڑ دی گئی ہے جو اس پر دال ہے کہ ابن حجر ان مواقع میں جواب دینے میں متحیر تھے اور قبل اسکے کہ ان مواقع کو صحیح جوابات سے پر کریں اپنے رب سے جاملے۔

البتہ عینی کے بعض اعتراضات بالکل کمزور اور بے کار ہیں اور بعض عبارت کے نقل میں کاٹ چھانٹ کے سبب پیدا شدہ ہیں، حالانکہ اگر پوری عبارت نقل ہوتی تو سوال وجواب کی نوبت نہ آتی (اس جگہ مصنف نے عینی کے اعتراضات کی مثالیں دی ہیں جس کو ترجمہ میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ مترجم)

ہمارے اس دور میں شیخ عبدالرحمن بوصیری (۱۹۳۵ء) نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں عینی کے اعتراضات اور اس کے جوابات تحریر کئے ہیں، کتاب کا نام "مبتکرات اللآلی والدرر فی المحاکمۃ بین العینی وابن حجر" رکھا ہے[1]، اس کتاب میں ۲۴۳ محاکمات ذکر کئے گئے ہیں، اکثر میں ابن حجر کی تائید وترجیح ہے، مگر اس کتاب میں مؤلف کی ابن حجر کی طرف جانب داری واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔

استاذ سعید صقر کے علاوہ کسی اور نے عینی پر ابن حجر کی شرح کے علاوہ کسی اور کتاب سے اخذ کرنے کا الزام نہیں لگایا البتہ سعید صقر نے المدخل الی فتح الباری میں بعض ایسے نصوص کی نشاندہی کی ہے جو کرمانی سے ماخوذ ہیں اور اس کا حوالہ موجود نہیں (مؤلف نے بھی اس کی مثالیں لکھی ہیں لیکن میں نے اس کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے)

ان تمام تفصیلات کے بعد ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ دونوں عظیم شرحوں عمدۃ القاری اور فتح الباری، ان کے زمانۂ تصنیف سے آج تک صحیح بخاری کے پڑھنے پڑھانے والوں کیلئے مرجع رہی ہیں اور امت نے ان دونوں چشموں سے خوب سیرابی حاصل کی ہے۔

شیخ ابراہیم بن علی بن احمد الشافعی نعمانی (۸۹۸ھ) بخاری شریف کی ایک ایسی شرح تیار کرنے کی کوشش کرتے رہے جس میں مذکورہ دونوں شرحوں کے مضامین جمع کر دیئے جائیں

[1] یہ کتاب سلیمان الزوبی اور ہادی عرفہ کی تحقیق کے ساتھ وزارت معارف لیبیا کی نگرانی میں ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی ہے۔

یہ بات علامہ سخاوی نے ابن حجر کے حالات میں تحریر فرمائی ہے مگر ہم آج تک اس کتاب کے بارے میں واقف نہ ہوسکے۔

اخیر میں ایک بات یہ باقی رہ جاتی ہے کہ دونوں میں افضلیت کس کو حاصل ہے؟ اس کے جواب میں ہم شیخ محمد انور شاہ کشمیری حنفی کی ان دونوں کتابوں کے بارے میں جو رائے ہے نقل کردینا مناسب خیال کرتے ہیں کیونکہ ان کی رائے مذہبی تعصب سے بعید اور قطعی منصفانہ ہے جس میں نفسانیت کا شائبہ بھی نہیں، شیخ محمد انور الکشمیری فرماتے ہیں۔

"ثم شرح الحافظ افضل الشروح باعتبار صنعة الحديث والاعتبار وحسن التقرير واتساق النظم وبيان المراد، واما شرح العينى فاحسنها للالفاظ شرحًا واتمها تفسيرًا واكثرها لنقول الكبار جمعًا لكنه منتشر ليس فى اتساق النظم كالحافظ رضى الله عنه، وسمعت فى حضرة الشيخ رضى الله عنه هذا فى الاجزاء الاولى منه ولعله قال رحمه الله الى الثالث او الرابع وشرح الحافظ رضى الله عنه مقدم على شرح العينى:

علامہ کی یہ رائے بالکل منصفانہ ہے، البتہ علامہ زاہد الکوثری نے عمدۃ القاری کے مقدمہ میں جن تفصیلات کو ذکر فرما کر عمدۃ القاری کو فتح الباری پر مقدم فرمایا ہے وہ شروع کے چار اجزا کے بارے میں صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔

ہم یہ بھی عرض کریں گے کہ اس قسم کے مسائل پر خالص علمی روح سے غور کرنا چاہیے اور ان مسائل کے کلام میں تعصب و طعن بالکل ترک کردینا چاہیے۔

میں استاذ سید صقر کی ان محنتوں کی قدر کرتا ہوں جو انھوں نے ابن حجر اور کرمانی سے عینی کے نقل کرنے کے بارے میں نصوص کی تلاش میں کی ہے، اگر متقدمین علماء کے نقد میں انھوں نے جو لب و لہجہ اور اسلوب اختیار کیا ہے اس کی بالکل موافقت

نہیں کر سکتا،

بہر حال اس بحث کو ہم الاستاذ سید صقر کے ہی جملوں پر ختم کرتے ہیں جس پر انھوں نے اپنی کتاب المدخل الی فتح الباری کا اختتام کیا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

وایا ما کان الامر بینهما فقد افضیا بعملهما الی ربهما، وبقی علمهما ینتفع به. رحمهما الله رحمة واسعة کفاء ما بذلا فی شرح البخاری من وقت وجهد۔

دوسری فصل

علم حدیث میں عینی کی تالیفات اور ان کا اسلوب

آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں حدیث اور علوم حدیث کی تدریسی اور تالیفی سرگرمیاں اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں، اس دور کے بہت سے علماء نے ان سرگرمیوں میں حصہ لیا، جس میں علامہ عینی کا بھی شمار ہوتا ہے، عینی نے شروحات حدیث کے سلسلہ میں بڑا فعال کردار ادا فرمایا ہے، موصوف نے تدریساً و تالیفاً حدیث شریف کے پھیلانے میں بھر پور حصہ لیا۔

البتہ فن مصطلح الحدیث میں عینی کا حصہ کم رہا ہے، بلکہ اس فن کے مسائل میں

ان کی کوئی نئی اور مستقل رائے نظر نہیں آتی، میں نے سیوطی کی تدریب الراوی کا مطالعہ کیا جس میں اس دور کے بہت سے علماء کی عبارتیں اور ان کے اقوال منقول ہیں، مگر اس میں عینی کا ایک قول بھی نظر سے نہیں گذرا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عینی اس فن میں ابن حجر جیسے اپنے معاصرین سے آگے نہیں نکل سکے، بلکہ انھوں نے متقدمین محدثین کے قواعد کی تطبیق پر اکتفا کیا ہے۔

مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ اس فن سے ناواقف تھے، کیونکہ ان شروحات حدیث اور دیگر تعلیقات اس پر شاہد ہیں کہ وہ اس فن کو برابر جانتے تھے، خصوصاً جب رجالِ سند پر کلام کرتے ہیں تو اپنے ہم عصروں پر فوقیت لے جاتے ہیں۔

سخاوی نے ہر دور کے علماء معدلین و مجرحین کا شمار کیا ہے، نویں صدی کے علماء جرح و تعدیل میں عینی کا بھی شمار کیا گیا ہے۔

اس فن میں ان کی کوئی خاص تصنیف نہیں ہے، صرف رجال طحاوی اور مزّی کے اطراف کا اختصار ہے ان دونوں کتابوں پر تبصرہ کرنے سے قبل عمدۃ القاری سے چند نصوص نقل کرتے ہیں تاکہ اس فن میں ان کا مقام معلوم ہو سکے۔

عینی کا مراسیل صحابہ پر کلام :-

حدثنا یحیی بن بکیر، قال حدثنا اللیث عن عقیل، عن ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا انہا قالت اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ ... الحدیث۔

ھذا الحدیث من مراسیل الصحابۃ رضی اللہ عنہم، فان عائشۃ رضی اللہ عنہا لم تدرک ھذہ القضیۃ فتکون سمعتہا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم

او من صحابی ۔

وقال ابن الصلاح وغیرہ : ما رواہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ من احداث الصحابۃ مما لم یحضروہ ولم یدرکوہ فلہ حکم الموصول المسند لان روایتہم عن الصحابۃ، وجہالۃ الصحابی غیر قادحۃ وقال ابو اسحٰق الاسفرایینی لا یحتج بہ الا ان یقول انہ لا یروی الا عن صحابی، قال النووی والصواب الاول وھو مذھب الشافعی والجمھور۔

وقال الطیبی: الظاہر انہا سمعت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقولہا " قال: فاخذنی فغطنی " فیکون قولہا " اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " حکایۃ ما تلفظ بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کقولہ تعالیٰ (قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ) بالتاء والیاء۔ قلت : لم لا یجوز ان یکون ھذا بطریق الحکایۃ عن غیرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فلا یکون سماعہا منہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی کل تقدیر فالحدیث فی حکم المتصل المسند"

حدیث سابق کی متابعت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں (کیونکہ امام بخاریؒ نے حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا " تابعہ عبد اللہ بن یوسف وابو صالح وتابعہ ھلال بن رداد عن الزھری") اس پر عینی فرماتے ہیں :

والحاصل ان عبد اللہ بن یوسف وابا صالح تابعا یحیی بن بکیر فی الروایۃ عن اللیث بن سعد، فرواہ عن اللیث ثلاثۃ یحیی بن بکیر وعبد اللہ بن یوسف، وابو صالح ۔ اما متابعۃ عبد اللہ بن یوسف لیحیی بن بکیر فی روایتہ عن اللیث بن سعد فاخرجہا البخاری فی التفسیر والادب، واخرجہ مسلم فی الایمان عن محمد بن رافع عن عبد الرزاق بہ

والترمذی فی التفسیر عن عبد اللہ بن حمید عن عبد الرزاق بہ

وقال: حسن صحیح، واخرجه النسائی فی التفسیر ایضا عن محمود بن خالد عن عمر بن عبدالواحد عن الاوزاعی بہ، وعن محمد بن رافع عن محمد بن المثنی عن اللیث عن ابن شہاب بہ۔

واما روایۃ ابی صالح عن اللیث بہذا الحدیث فاخرجہا یعقوب بن سفیان فی تاریخہ مقرونا بیحیی بن بکیر۔ قولہ "وتابعہ ہلال بن رداد" ای تابع عقیل بن خالد ہلال بن رداد عن محمد بن مسلم الزہری

پھر عینی فرماتے ہیں والحاصل ان ہلال بن رداد روی الحدیث المذکور عن الزہری کما رواہ عقیل بن خالد عنہ وحدیثہ فی الزہریات للذہلی وہذا اول موضع جاء فیہ ذکر المتابعۃ۔

والفرق بین المتابعتین ان المتابعۃ الاولی اقوی لانہا متابعۃ تامۃ والمتابعۃ الثانیۃ ادنی من الاولی لانہا متابعۃ ناقصۃ فان کان احد الراویین رفیقاً للاخر من اول الاسناد الی آخرہ تسمی بالمتابعۃ التامۃ، واذا کان رفیقاً لہ لا من الاول تسمی بالمتابعۃ الناقصۃ۔

ثم النوعان ربما یسمی المتابع علیہ فیہما وربما لا یسمی۔ ففی المتابعۃ الاولی لم یسم المتابع علیہ وہو اللیث۔ وفی الثانی یسمی المتابع علیہ وہو الزہری، فقد وقع فی ہذا الحدیث المتابعۃ التامۃ والمتابعۃ الناقصۃ ولم یسم المتابع علیہ فی الاولی وسماہ فی الثانیۃ علی ما لا یخفی

اسی طرح حرف "حا"، جو تحویل سند کے لئے لکھا جاتا ہے، اس کے بارے میں عینی فرماتے ہیں: "وقال النووی وہذہ الحا کثیرۃ فی صحیح مسلم قلیلۃ فی صحیح البخاری، انتہی۔ وعادتہم انہ اذا کان للحدیث اسنادان او اکثر کتبوا عند الانتقال من اسناد الی اسناد ذلک مسمی "ح"

ای حرف الحاء فقیل انها ماخوذة من التحول لتحوله من اسناد الی اسناد وانه یقول القاری اذا انتهی الیها حا مقصورة ویستمر فی قراءة ما بعده وفائدته ان لایرکب الاسناد الثانی مع الاسناد الاول فیجعلا اسناداً واحداً وقیل انها من حال بین الشیئین اذا حجز، لکونها حالة بین الاسنادین وانه لایلفظ عند الانتهاء الیها بشئ. وقیل انها رمز الی قوله الحدیث، فاهل المغرب یقولون اذا وصلوا الیها الحدیث. وقد کتب جماعة من الحفاظ موضعها "صح" فیشعر بانها رمز صح لئلا یتوهم انه سقط متن الاسناد الاول۔

حدیث معلق کے بارے میں عینی فرماتے ہیں۔

والحدیث المعلق عند اهل الحدیث هو الذی حذف من مبتداء اسناده واحد فاکثر وقد اکثر البخاری فی صحیحه ولم یستعمله مسلم الاقال ابوعمرو بن الصلاح فیما جاء بصیغة الجزم کقال و حدث وذکر، دون ما جاء بغیر صیغته کیروی ویذکر وانما کان ذلک لان صاحبی الصحیحین ترجما کتابیهما بالصحیح من اخبار رسول الله صلی الله علیه وسلم فلولا انه عندهما مسند متصل صحیح لم یستجیزا ان یدخلاه فی کتابیهما۔

اور رجالِ سند پر تو عینی کا کلام بہت زیادہ ہے، ہم نے چند مثالیں ذکر کر دی ہیں اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۱)

مغانی الاخیار فی رجال معانی الآثار

مؤلف کے قلم کا لکھا ہوا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ میں نمبر ۲، مصطلح پر موجود ہے، اور یہ نسخہ دو جزوں پر مشتمل ہے مگر ناقص ہے، اس کا دوسرا نسخہ تین اجزاء پر مشتمل سرائے طوبکابی ترکی میں پایا گیا ہے۔

اصل میں عینی نے اپنی کتاب نخب الافکار کے مقدمہ کے طور پر اس کو لکھا تھا اور اس میں رجال طحاوی پر الگ سے بحث کی ہے، عینی مقدمہ میں فرماتے ہیں

"وسمیتہ بکتاب نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار" اس کے بعد فرماتے ہیں" ثم ان کتاب الرجال اذا افرد یسمّٰی مغانی الاخیار فی رجال معانی الآثار۔

معانی الآثار کے رجال پر مستقل جلد لکھنے کی اہمیت یہ ہے کہ امام طحاوی رہ نے اپنی کتاب میں راویوں کی ایک ایسی جماعت سے بھی روایتیں بیان کی ہیں جن سے اصحاب کتب ستہ نے تخریج نہیں کی ہے، علی سبیل المثال حسین بن عازب، عمر بن شریح الحضرمی عبید اللہ بن تمام مولی ام حبیبہ وغیرہم — عینی نے اس کتاب کی تالیف مبانی الاخبار اور نخب الافکار کی تالیف کے بعد کی ہے اسلئے کہ مبانی الاخبار کی تالیف سے ۸۱۸ھ میں فراغت پائی ہے اور نخب الافکار ۸۱۹ھ میں مکمل ہوئی ہے اور مغانی کا پہلا حصہ ۱۳ ذی الحجہ ۸۲۱ھ میں تکمیل کو پہنچا ہے، دوسرا حصہ چونکہ آخر سے ناقص ہے اس لئے اس کے بارے میں صحیح معلومات حاصل نہ ہو سکی اور تیسرے حصہ کے بارے میں بھی مجھے اطلاع نہیں مل سکی۔

عینی نے اپنی اس کتاب کا دو صفحوں میں مقدمہ لکھا ہے جس میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ اس کتاب میں مشکل مقامات کو واضح کریں گے اور قابل حل جگہوں پر کلام کرکے اس کا مفہوم بھی بیان فرمائیں گے اور راویوں میں رجال پر تفصیلی کلام کرکے یہ ثابت کریں گے کہ احناف حدیث وخبر پر ہی عامل ہیں اور یہ کہ احناف کا مسلک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ احناف خبر واحد کو قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔

اس کے بعد کتاب کی ترتیب کے سلسلہ میں اپنے منہج وطریق کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں" وجعلت کتاب الرجال علی مقدمة وخمسة عشر کتابا۔ اما المقدمة ففی ذکر نبذة من سیرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی طریق الایجاز اذ الکتاب لم یوضع لذلک ولکن لا تخلو برکته من ذلک واما الکتب : فالکتاب الاول فی اسماء الرجال من الرواة الصحابة الثانی فی الکنی الثالث فیمن اشتہر بالنسبة الی ابیہ اوجدہ اونحو ذلک، الرابع فی النساء الصحابیات، الخامس فی کناھن، السادس فی المحمدین، السابع فی اسماء الرجال من التابعین وغیرھم، الثامن فی کناھم التاسع فیمن اشتہر منہم بالنسبة الی ابیہ اوجدہ اونحو ذلک العاشر فی المبہمات۔ الحادی عشر فی النسب الی القبائل والبلدان، الثانی عشر فی النسب الی الحرف والصنائع، الثالث عشر فی الالقاب، الرابع عشر فی النساء التابعیات وغیرھن، الخامس عشر فی کناھن۔ وھذہ طریقة سلکتہا قل من سلکہا احد قبلی ولا عبرھا احد غیری علی ھذا الفعل، بل لم یسلکہا احد قبلی علی ھذا المثال ولم ینسجہا احد علی ھذا المنوال۔

پھر ذکر فرمایا کہ رواۃ طحاوی میں" من اختص بہم دون سواہ من اصحاب ھذا الشان، ومنہم جماعة لم یخرج لہم احد من اصحاب السنة بالتحریر

ومنهم جماعة اخرج لهما البخاري في كتاب افعال العباد او في كتاب رفع اليدين في الصلوة او في كتاب القراءة خلف الامام او في كتاب الادب يمكن ذلك ويوجد وكذلك ابوداؤد في الناسخ والمنسوخ، والترمذي في كتاب الشمائل، والنسائي في عمل اليوم والليلة و في فضائل علي رضي الله عنه، وابن ماجه في تفسيره وربما ذكر احداً من الصحابة او الرواة لم يخرج له صاحب الكتاب لزيادة فائدة يقتضيها الحال او لتمييز اشياء تقع بين الرجال"

اس کے بعد عینی یہ تحریر فرماتے ہیں کہ انھوں نے یہ کتاب ناسازگار حالات اور بہت سے موانع اور شدائد کے باوجود بہت مختصر زمانہ میں لکھی ہے اور یہ بھی ذکر فرمایا کہ یہ کتاب انھوں نے شیخ زین الدین تغری برمش بن یوسف الترکمانی حنفی سے جو الفقیہ کے نام سے مشہور ہیں زین الدین عبدالرحمٰن الحموی کی قرأت سے حاصل کی ہے۔

اس کے بعد طحاوی کے حالات تقریباً دو ورقوں میں لکھے جس میں ان کی کتابوں کا ذکر کیا اور ان لوگوں پر رد فرمایا جنھوں نے طحاوی پر طعن کیا، پھر چار ورقوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک فرمایا۔

عینی نے اپنی اس کتاب کی تالیف میں علم جرح وتعدیل، کتب سنن وتواریخ کے بہت سے مصادر سے استفادہ کیا ہے، مثلاً ذہبی کی میزان الاعتدال، ثقات عجلی، ابن حبان کی ثقات، تاریخ خلیفہ ابن خیاط، ابوحاتم کی الجرح والتعدیل، بخاری کی الادب المفرد، جزء قراءۃ خلف الامام، تاریخ کبیر، مزّی کی تہذیب الکمال، ابن سعد کی الطبقات ابوداؤد کی المراسیل، ابن عساکر کی تاریخ دمشق، ابن اثیر کی اسدالغابہ، ابن عبدالبر کی الاستیعاب، ابن مندہ کی معرفۃ الصحابہ، واقدی کی مغازی، ابن صاعد کی الطبقات ابونعیم کی معرفۃ الصحابہ، نیز کتب صحاح، سنن، مسانید وغیرہ۔

کتاب میں جن حضرات کے حالات لکھے ہیں ان کے مراتب کے لحاظ سے حالات

میں طول یا اختصار ہے، مثلاً امام شافعیؒ کے حالات ایک ورقہ میں، امام مالک کے حالات ایک صفحہ میں اور امام احمد اور امام ابو حنیفہ کے حالات تقریباً سات ورقوں میں تحریر کئے گئے ہیں۔

اس کتاب میں بعض عمدہ فوائد بھی ہیں مثلاً امام ابو حنیفہؒ کے حالات میں ایک بات حصہ دوم ص۱۳۲ پر لکھی ہے وقد حکی عن ابی عبد اللہ بن ابی حفص الکبیر[1] انه وقعت منازعة فی زمنه بین اصحاب ابی حنیفة واصحاب الشافعی فجعل اصحاب الشافعی یفضلونه علی ابی حنیفة فقال ابو عبد اللہ: عدوا مشایخ الشافعی کم هم؟ فعدوا فبلغوا ثمانین ثم عدوا مشایخ ابی حنیفة من التابعین وغیرهم فبلغوا اربعة آلاف نفس، فقال ابو عبد اللہ، هذا من ادنی فضائل ابی حنیفة اس کے بعد عینی نے حروف معجم کی ترتیب سے امام ابو حنیفہ کے اساتذہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔

ایک دوسری جگہ امام شافعیؒ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں جلد اول صفحہ ۶۷۔

"الدین والورع الکف عن الائمة الاربعة فانهم ارکان الدین المحمدی ونصرة الشرع الاحمدی، للہ فیهم سر خفی وامر مرضی حیث یجری دینه علی مذاهبهم فمن تکلم فیهم بسوء فهو زندیق او مجنون، فالمجنون یداوی والزندیق یقتل ومناقب الشافعی کثیرة بسطنا القول فیها فی تاریخنا الکبیر"

اب ہم اس کتاب میں سے چند مثالیں ذکر کریں گے جس سے عینی کا منہج واسلوب معلوم ہو سکے۔

---

[1] محمد بن احمد بن حفص بن زبرقان بنی عجل کے موالی میں ہیں حنفیہ کے شیخ اور ماوراء النہر کے عالم ہیں، ان کی کنیت ابو عبد اللہ البخاری ہے، امام بخاری کے زمانۂ طالب علمی کے رفیقوں میں تھے، سنت کے پابند تھے، ابن معین اور حمیدی ابو الولید الطیالسی سے استفادہ کیا ۲۶۴ھ میں وفات ہوئی ان کی تالیفات میں الرد علی اہل الاہواء ہے، الفوائد البہیۃ ص۱۹۔

۱ :۔ فضالۃ بن عبید بن نافذ بن قیس بن صہیبۃ ویقال صہیب الاصرم بن جحجبی بن عوف[له] بن عمرو بن مالک. ابو محمد الانصاری الاوسی صاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم شہد احداً وبایع تحت الشجرۃ و شہد خیبر مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وولاہ معاویۃ علی الغزو، ثم ولاہ معاویۃ دمشق وکان خلیفۃ معاویۃ علی دمشق وابتنی بہا داراً، روی لہ عن رسول اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثاً روی لہ مسلم حدیثین وروی ایضاً عن عمر بن الخطاب وعن ابی الدرداء، روی عنہ ابو علی ثمامۃ بن شفی الہمدانی وحنش بن عبد اللہ الصنعانی، وربیعۃ بن بوار وسعید بن مقلاص، وسلمان بن سمیر وعبد الرحمن بن محیریز وعلی بن رباح ومحمد بن کعب القرظی وابو الحصین الہیثم بن شفی ویحنس بن عبد الرحمن وآخرون. قال الواقدی قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وہو ابن ست ومات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو ابن سبع عشرۃ سنۃ، وخرج الی الشام فلم یزل بہا حتی مات ہناک وقال ابو عبید وغیرہ، مات سنۃ ثلاثین وخمسین، روی لہ البخاری فی الادب والباقون والطحاوی۔ (مؤلف نے اس طرح آٹھ مثالیں ذکر کی ہیں، اختصار کے سبب ہم ایک پر اکتفا کرتے ہیں۔ مترجم)

۲ تکمیل الاطراف :۔

شیخ محمد زاہد الکوثری نے عمدۃ القاری کے مقدمہ میں عینی کی تالیفات کے ضمن

[له] مخطوطہ میں اسی طرح عوف ہے، لیکن اصابہ ۳/۲۰۶ اور ابن عبد البر کی استیعاب میں حاشیہ اصابہ پر ۳/۱۹۷ ابن جحجبی بن کلفہ لکھا ہے، اور ابن اثیر کی اسد الغابۃ ج ۴ ص۲۲۳ پر بھی کلفہ ہی ہے ۱۲

میں اس کتاب کا بھی تذکرہ فرمایا ہے، فرماتے ہیں "ومنها تکمیل الاطراف فی مجلد کتاب یشهد له بالبراعة والتبحر"

یہ کتاب ترکی کے مکتبہ شہید پاشا میں ۲۸۷ پر موجود ہے مگر عینی کے سوانح نگاروں میں سے کسی نے عینی کی تالیفات میں اس کا شمار نہیں کیا ہے، اغلب یہ ہے کہ شیخ کوثری نے ترکی کے کتب خانوں کی مخطوطات کی فہرستوں پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو عینی کی تالیف سمجھا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کتاب کے مضمون سے واقف نہیں ہوئے اس لئے کہ یہ کتاب اصل میں دو جلدوں میں ہے جس میں فقط جلد ثانی موجود ہے، اور اول مفقود ہے۔

علامہ زاہد الکوثری نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ کتاب عینی کی مہارت فنی اور تبحر علمی پر دلالت کرتی ہے مگر سچ یہ ہے کہ یہ کتاب چاہے عینی کی ہو یا کسی اور عالم کی اس میں کسی علمی فوقیت اور تبحر کا پتہ نہیں چلتا، کیونکہ یہ کتاب مزی کی تحفۃ الاشراف کا صرف اختصار ہے جس میں صرف متن ذکر کر کے اس کو حروف معجم پر مرتب کر دیا گیا ہے اور یہ کام تو حدیث کا کوئی بھی طالب علم انجام دے سکتا ہے کہ مزّی کی کتاب لے کر متن الگ کر دے اور ترتیب حروف پر مرتب کر دے۔

شاید اس کتاب کے عنوان سے کوثری کو غلط فہمی ہوئی ہے اور انھوں نے یہ خیال فرمایا کہ اس کتاب میں مزّی کی فوت شدہ روایتوں کی تکمیل ہے یا کتب ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث کے اطراف کی تکمیل ہے جس کا مزی نے اپنی تالیف میں ذکر نہیں کیا۔

مجھے عینی کی طرف اس کتاب کی نسبت میں اس لئے شک ہے، حالانکہ بعض دیگر تالیفات کا بھی سوانح نگاروں نے ذکر نہیں کیا ہے مگر وہ عینی ہی کی تالیف ہے جیسے کتاب "کشف القناع المرنی عن مهمات الاسامی والکنی، جو دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں

موجود ہے، کیونکہ کتاب میں کہیں بھی اشارہ نہیں ملتا جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ عینی کی کتاب ہے، ہاں صرف کتاب کے اوپر والے صفحہ میں یہ عبارت لکھی ہے "کتاب تکمیل الاطراف فی الحدیث للعلامۃ المحقق النحریر المدقق الشیخ بدرالدین العینی الحنفی رحمہ اللہ مگر یہ خط اور کتاب کا خط بالکل الگ ہے کتاب کے اندرونی حصہ میں پہلے صفحہ کی پہلی سطر میں لکھا ہے "کتاب تکمیل الاطراف للہ . . . . . ی" اور اس کے شروع میں یہ عبارت ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وبعد فھذا تکمیل لما وجدتہ من ھذا التصنیف اللطیف الذی رتب فیہ اطراف الکتب الستۃ علی الحروف باعتبار اول المتن غالبا وانہ لکثیر النفع جزیل الفائدۃ فرحم اللہ مصنفہ، وھذا التکمیل من نصف آخر نحوہ غیر انہ لم یذکر فیہ تسمیۃ الصحابی الراوی کما ذکر المصنف الاول وکانہ احال بذلک علی کشف الناظر من کتب الاحادیث من مواضعھا فیعرف الصحابی الراوی وھو ابلغ فی الاختصار من الاول، ولم اکتب من ھذا التصنیف الثانی الا ما یکمل الاول وھو من حرف الکاف الی آخر الحروف۔

اس مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت ناسخ کا کلام ہے۔

اور کتاب کے آخر میں یہ عبارت درج ہے۔ وھذا الحدیث آخر کتاب الاطراف الذی للمزی اختصر منہ الاسناد واقتصر علی المتن وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العالمین۔

مقدمہ اور خاتمہ کے درمیان حروف معجم کی ترتیب سے احادیث کو بیان کیا گیا ہے اور کسی جگہ نہ تو مؤلف کے نام کی طرف اشارہ ہے اور نہ ان کی کسی کتاب کا حوالہ موجود ہے۔

ہم نے عینی کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ وہ کتاب کے آخر میں یہ تذکرہ ضرور کرتے ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کی تالیف کب شروع کی اور کب فراغت ہوئی، مدت تالیف کتنی رہی اور مقدمہ میں اکثر بعض باتوں کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کتاب میں اس طرح کی کوئی عبارت بھی موجود نہیں ہے جس سے اس کتاب کی عینی کی طرف نسبت کرنے میں مزید شک پیدا ہوتا ہے۔

ان حالات میں ناچیز نے یہ کوشش کی کہ جن لوگوں نے مزی کی الاطراف کا اختصار کیا ہے ان کے بارے میں جستجو کی جائے تاکہ اس کتاب کے مؤلف کا کوئی صحیح نام مل سکے مگر مجھے تین علماء کے علاوہ کسی کا پتہ نہ چل سکا، پہلے علامہ ذہبی جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ کے ذیول میں ص۳۴۸ پر اور رسالہ المستطرفہ ص۱۲۶ پر لکھا ہے، نیز الاستاذ بشار عواد معروف نے اپنی کتاب "الذہبی ومنہجہ فی تاریخ الاسلام" میں بھی ذکر کیا ہے کہ "وذکر الزرکشی ان الذہبی اختصرہ فی مجلدین" اور اس پر یہ تعلیق فرمائی ہے کہ "لم یصل الینا فیما اعلم۔"

دوسرے عالم ابوالمحاسن الحسینی المتوفی ۷۶۵ھ ہیں جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ کے ذیل میں ص۱۵۱ پر اور الرسالۃ المستطرفہ ص۱۲۶ پر موجود ہے اور ان کی کتاب کا نام "الکشاف فی معرفۃ الاطراف" بتایا گیا ہے، نیز علامہ ابن حجر نے "الدرر الکامنہ" ص۴۹/۴ میں تحریر کیا ہے کہ ابوالمحاسن نے الاطراف کا اختصار کیا ہے اور اس کو الفاظ پر مرتب کیا ہے "اختصر الاطراف ورتبہ علی الالفاظ۔"

تیسرے عالم محمد بن علی بن جعفر بن مختار الشمس ابوعبداللہ القاہری الحسینی الشافعی جو ابن قمر سے معروف ہیں (م ۸۷۶ھ) ان کا تذکرہ علامہ سخاوی نے الضوء اللامع ص۱۴۶/۸ پر کیا ہے، اور فرمایا "وشرع فی اختصار اطراف المزی وسماہ الطاف الاشراف بزھر الاطراف فی اشیاء لیست بالمتینۃ مع اوھام فیھا وعدم حسن تصرف لکونہ لم یکن فی الفن ولا غیرہ بالبارع۔"

ان تمام کوششوں کے باوجود اس نسخہ کے مؤلف کا صحیح نام معلوم نہ ہو سکا نہ تو یہ حسینی کی تالیف ہے کیونکہ ان کی کتاب کا نام الکشاف فی معرفۃ الاطراف ہے، احتمال ہے کہ یہ ذہبی کی کتاب ہو مگر بندہ کا رجحان یہ ہے کہ یہ ذہبی کی بھی نہیں، اگر اس کتاب کا پہلا حصہ کسی وقت دستیاب ہو جائے گا تو شاید مؤلف کا صحیح پتہ چل سکے یا اور کسی تحقیق سے کوئی بات سامنے آسکے اور اس وقت تک ذہبی یا کسی اور کی طرف اس کی نسبت کے بارے میں توقف کرتے ہیں۔

کتب اطراف میں حدیث شریف کے ایک ٹکڑے کا ذکر ہوتا ہے جو باقی روایت پر دلالت کرتا ہے اور اس روایت کی باقی اسانید کا بھی ذکر یا تو استیعاباً ہوتا ہے یا بعض مخصوص کتابوں کے اسانید ہوتے ہیں مثلاً اطراف الکتب الستہ للمقدسی۔

تکمیل الاطراف کے مؤلف کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے باب کا عنوان ذکر کرتے ہیں مثلاً حرف الکاف یا حرف المیم پھر وہ احادیث لاتے ہیں جو اس حرف سے شروع ہوتی ہیں اور حدیث کے آخر میں کتب ستہ میں سے تخریج کرنے والوں کی علامتیں لکھتے ہیں (جیسا کہ خ بخاری کے لئے، م مسلم کیلئے د ابو داؤد کیلئے وغیرہ) اور اکثر یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ یہ حدیث کس باب میں آئی ہے، اور بعض احادیث کا حوالہ کتب ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث کی طرف بھی ہے۔

بس یہ ہیں علامہ علیٰی کی فن حدیث اور علوم حدیث کی تالیفات، جن کا مختصر تعارف کراکے اختصار کے ساتھ ان کے اسلوب کو بھی بیان کر دیا گیا، ساتھ ساتھ کچھ مثالیں بھی لکھ دی گئیں ہیں، بہرحال ہم نے اپنی سی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرما دے

خاتمہ

اس طویل گفتگو سے اس عظیم شخصیت کی زندگی کے پوشیدہ پہلو روشن ہو گئے ہیں، اور ان کے اساتذہ و تلامذہ اور معاصرین کے ساتھ تعلقات کی نوعیت بھی معلوم ہو گئی، سلاطین وقت کے ساتھ ملاقات میں عینی کا کیا موقف تھا یہ بھی دیکھا گیا وغیرہ، اسی طرح اس بحث نے ان کے ان قیمتی آثار کا بھی تعارف کرا دیا ہے جو ابھی مختلف کتب خانوں میں مخطوطات کی شکل میں کسی مرد غیب کے انتظار میں ہیں جو اس کے برسوں سے پڑے غبار کو جھاڑ کر روشنی میں لائے تاکہ مخلوق خدا اس سے منتفع ہو سکے

اور شاید اس رسالہ کی سب سے بڑی سفارش یہی ہے کہ عینی کی کتاب نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار، کو جلد از جلد زیور طبع سے آراستہ کیا جائے اسلئے کہ یہ کتاب علم حدیث و فقہ حدیث میں ایک جامع، مکمل اور بڑی اہمیت والی کتاب ہے

اور شاید طحاوی[1] کی شروحات میں یہی ایک مکمل شرح ہے جو کتب خانوں میں موجود ہے، اسی طرح عینی کی کتاب "مغانی الاخیار فی رجال معانی الآثار" بھی بڑی اہم کتاب ہے، کیونکہ اس میں ان رواۃ کا ذکر ہے جو کتب ستہ کے رواۃ میں سے نہیں ہیں

یہ دو کتابیں تو علم حدیث میں ہیں اس کے علاوہ دوسرے فن میں عقد الجمان، علم تاریخ میں قابل اشاعت ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصر کی ایسی مفصل تاریخ ہے جو دوسری جگہ نہیں پائی جاتی، اسی طرح اس میں ایسے تراجم بھی آگئے ہیں جو دیگر کتب تاریخ و تراجم میں شامل نہیں ہو سکے۔

---

[1] استاد فواد سزکین نے ج ۲ ص۸۶ پر شرح معانی الآثار کی چند شرحوں کا ذکر کیا ہے جو سب ناقص ہیں سوائے نخب الافکار کے ۱۲

اس کے بعد عینی کی کتاب "کشف القناع المرنی عن مہمات الاسامی والکنی" ہے جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے، اور ہم عرض کریں گے کہ جو حضرات احیار تراث اسلامی کے اہم کاموں میں لگے ہوئے ہیں ان کی ذمہ داری اس وقت زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ ہمارے پاس مخطوطات کا بہت بڑا خزانہ موجود ہے۔ اس میں کچھ اہم کتابیں ہیں کچھ غیر اہم اور یہ بات مطلقاً معقول نہیں کہ سب کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا جائے بلکہ ان میں جو اہم اور علمی ضرورتوں اور علمی احول کے لئے کارآمد ہوں اس کا انتخاب کرلیا جائے اور اس کے لئے اسلامی شخصیات کا مطالعہ اور ان کی تالیفات سے واقفیت اس قدیم خزانہ سے روشناس کرانے میں رہبری کا کام کرسکتی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین فی بدء وختم

الحمد للہ آج بروز شنبہ بتاریخ ۲۳ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۹ء ترجمہ و تلخیص کا کام بھی پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے آخرت کا ذریعہ اور امت کے لئے نافع بنائے آمین

عبد اللہ غفرلہ کاپودروی

خادم دار العلوم فلاح دارین

ترکیسر ضلع سورت، گجرات